ابتلائے انبیاء و اہلِ بیتؑ کا دردناک بیان

روضۃ الشہداء

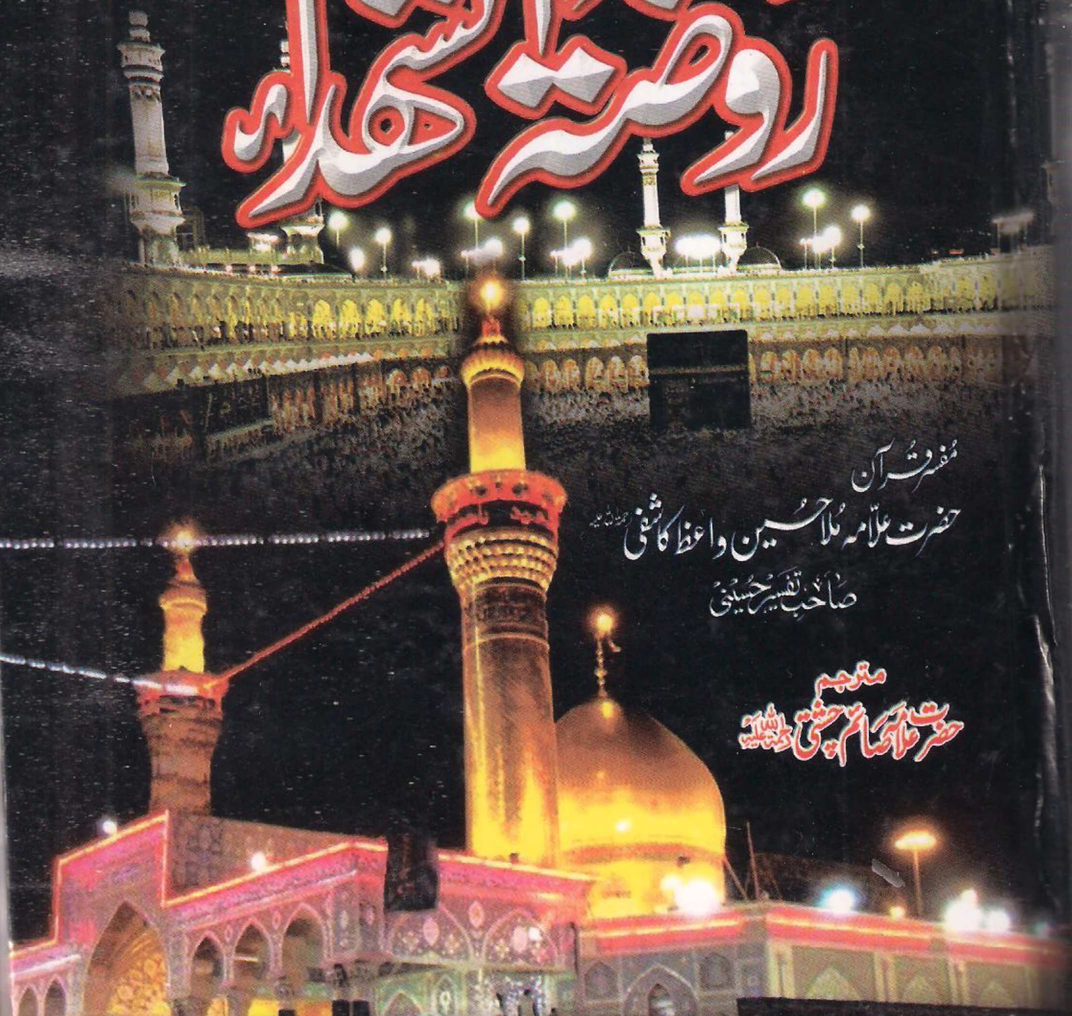

مفسرِ قرآن
حضرت علامہ مُلا حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ
صاحبِ تفسیرِ حسینی

مترجم
حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چشتی کتب خانہ
ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد 2646756

ابتلائے انبیاء واہلِ بیت کا دردناک بیان

روضۃ الشہداء

دوم

[redacted]

تصنیف

حضرت
جناب ملا حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ

(صاحبِ تفسیر حسینی)

مترجم

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چشتی کتب خانہ فیصل آباد

0300-6674752

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب — روضۃ الشہداء جلد دوم

مصنف — ملا حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم — علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

پہلی مرتبہ — اگست 1987ء

تعداد — ایک ہزار

طابع — ایم لطیف ساجد ایم شفیق مجاہد

کمپوزنگ — چشتی کمپوزرز

ہدیہ

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز

اُردو بازار لاہور

انتساب

امام مظلوم نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول سید الشہداء

سیدنا امام حسین علیہ السلام

اور

آپ کے جان نثار ساتھیوں کے

ذوقِ شہادت کے نام

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

گدائے اہل بیت

صائم چشتی

نذرِ عقیدت

تصویرِ درد و الم پیکرِ سوز و گداز قطب الاقطاب شہزادۂ حسین

حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ و قدس سرہ العزیز

کے حضور میں

خاکپائے اولادِ رسول

صائم چشتی

۱۷/۸/۸۷

بسم الله الرحمن الرحيم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا

تَشْعُرُوْنَ ○ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ

الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ

وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ

الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ○

﴿سورۃ البقرہ آیت ۱۵۴ تا ۱۵۶﴾

منقبت

حضرت امام حسین علیہ السلام

﴿از مترجم﴾

اے حُسین ابنِ حیدر اے سبطِ نبی دینِ حق کو بچانا ترا کام ہے
ڈُوبنے کو سفینہ تھا اسلام کا پار اُس کو لگانا ترا کام ہے

تیر بیٹے کی گردن سے کھینچا تھا جب کس بلندی پہ ہوگا ترا حوصلہ
ڈال کر موت کی آنکھ میں آنکھ کو یُوں شہا مُسکرانا ترا کام ہے

ہم پہ کتنا ہے احسان آقا تیرا اپنا سب کچھ لُٹایا ہمارے لئے
پیاسے بچوں کو قربان کر کے شہا ہم کو کوثر پلانا ترا کام ہے

تیرے اکبر کی ٹوٹی جوانی تھی جب غم سے اُس وقت ٹوٹی تھی تیری کمر
خوں میں ڈوبی محمد کی تصویر کو حوصلے سے اُٹھانا ترا کام ہے

لاکھوں حافظ ہوئے پاک قرآن کے لاکھ قاری بھی دُنیا میں آئے مگر
سر کو سجدے میں کٹوا کے نیزے پہ پھر پڑھ کے قُرآں سُنانا ترا کام ہے

جس جگہ بھی ترا خونِ اقدس گرا پھول کھلتے گئے گلستاں بن گئے
دشتِ کربل کی جلتی ہوئی ریت کو رَشکِ جنت بنانا ترا کام ہے

میرا دامن تو خالی ہے اعمال سے پاس کُچھ بھی نہیں تیرے غم کے سوا
حشر کے روز صائم خطا کار کو لے کے جنت میں جانا ترا کام ہے

فہرست

باب ہفتم	۲۱	خلق وبردباری	۳۷
فضائلِ امام حسین	۲۱	کون پہنچ سکتا ہے	۳۹
ولادت باسعادت	۲۲	یزید کی ولی عہدی	۴۰
اسمِ گرامی	۲۳	ولید کا پیغام امام کے نام	۴۳
مبارک وتعزیت	۲۴	حسین کی ولید سے ملاقات	۴۵
فطرس فرشتے کا حال	۲۷	مروان اور ولید کی گفتگو	۴۷
پیکرِ مصطفیٰ	۲۹	ولید اور یزید کی خط وکتابت	۴۸
محبت حسین کی	۳۰	ولید کا پیغام امام کے نام	۴۹
حسین کی کشتی	۳۱	حسین روضۂ رسول پہ	۴۹
عرش وجنت کی زینت	۳۲	ناناجان سے ملاقات	۵۰
عرش کے گوشوارے	۳۳	والدہ کے مزار پہ	۵۱
ہرنی نے بچہ پیش کردیا	۳۴	سرکار سے دوسری ملاقات	۵۲
اوصافِ حمیدہ	۳۶	مدینہ سے بجانب مکہ	۵۴
سخاوت وشجاعت	۳۷	عبداللہ بن مطیع سے ملاقات	۵۵

اہلِ مکہ کا حسنِ سلوک ۵۸
اہلِ کوفہ سے خط و کتابت ۵۹
امام حسین کا سکوت ۶۲
خطوط پر خطوط ۶۳
امام حسین کا خط ۶۴
امام حسین اور ابنِ عباس
کی گفتگو ۶۵
یزید کی اصلی اور فرعی دُشمنی ۶۸
دو قسم کی مخالفتیں ۷۱
عداوتِ فرعی ۷۲
چار میں سے ایک کا انتخاب ۷۴
خاتون کا انتخاب ۷۷
باب ہشتم ۷۹
مسلم بن عقیل اور اُن کے
بیٹوں کی شہادت ۷۹
ابتلاء و آزمائش کی راہ ۸۱
منصور حلاج کا معیارِ محبت ۸۳
بلاؤں سے لذت حاصل کرے ۸۴

غمِ اہل بیت کی ایک تصویر ۸۶
وہ کون تھے ۸۹
احوالِ مسلم بن عقیل ۹۱
روانگی اور واپسی ۹۱
کیوں روتا ہے ۹۳
مسلم بیٹوں کو ساتھ لیتے ہیں ۹۵
جنابِ مسلم کوفہ میں ۹۶
کوفہ کے گورنر کا اشتباہ ۹۷
یزید کے جاسوسوں کا خط ۹۷
ابنِ زیاد کا انتخاب ۹۸
ابنِ زیاد کی تیاری ۹۹
بصرہ سے روانگی ۱۰۰
ابنِ زیاد کوفہ میں ۱۰۱
انکشافِ راز ۱۰۲
مسلم بن عقیل کی پناہ گاہ ۱۰۳
ابنِ زیاد کا جاسوس ۱۰۴
جاسوس کی چالاکی ۱۰۵
ہانی ابنِ زیاد کے چنگل میں ۱۰۷

اسماء بن خارجہ کی شہادت ۱۱۰
حضرت ہانی کی شہادت ۱۱۰
حضرت مسلم کا حملہ ۱۱۲
محمد بن کثیر کی پناہ گاہ ۱۱۴
محمد بن کثیر کی شہادت ۱۱۷
کوفیوں اور شامیوں کے درمیان جنگ ۱۲۰
مسلم کی پریشانیاں ۱۲۱
مسلم بی بی طوعہ کے گھر ۱۲۴
طوعہ کا کذاب بیٹا ۱۲۷
حضرت مسلم کی شجاعت ۱۲۸
کوفیوں کی امان بے اماں ۱۳۰
زخمی شیر ۱۳۱
پانی ملا مگر ۱۳۳
حضرت مسلم کی وصیت ۱۳۴
کوفیوں سے خطاب ۱۳۸
جلاد کا ہاتھ سوکھ گیا ۱۳۹
مسلم کی شہادت ۱۳۹

مسلم کے قتل کا حکم ۱۳۵
حضرت مسلم کا پیغام ۱۳۶
یزید کا اظہارِ مسرت ۱۴۰
پسرانِ مسلم کی تلاش ۱۴۱
باپ کی شہادت کی خبر ۱۴۲
پسرانِ مسلم تقدیر کے راستے پر ۱۴۵
داروغۂ جیل کا نورانی کردار ۱۴۶
تقدیر کا فیصلہ ۱۴۷
تدبیر کی پناہ گاہ ۱۴۸
داروغۂ جیل کا انجام ۱۵۱
شہزادے تقدیر کی زد میں ۱۵۳
میاں بیوی کا مباحثہ ۱۵۴
شہزادوں کا خواب ۱۵۵
راز افشا ہو گیا ۱۵۶
حارث کی جفا کاری ۱۵۸
نیک بخت غلام ۱۵۸
نیک بخت بیٹا ۱۶۰
شہزادوں کی شہادت ۱۶۲

حارث کو کیسا انعام ملا	۱۶۴	قاصدِ حسین	۱۹۶
قاتل کو مقاتل قتل کرے	۱۶۶	زہیر بن القین بارگاہِ حسین میں	۱۹۷
شہزادوں کی کرامت	۱۶۹	زہیر غلامی حسین میں	۱۹۹
حارث کا انجام	۱۶۹	مسلم کی شہادت کی خبر	۲۰۰
باب نہم		مسلم کی بیٹی کو صدمہ	۲۰۱
امام حسین کربلا میں	۱۷۱	کوفہ جانے سے روکنے والے	۲۰۳
شہادتِ حسین کی پانچ		ابن سعد کے قاصد سے ملاقات	۲۰۴
آسمانی خبریں	۱۷۳	عبید اللہ جعفی سے رغبتِ امام	۲۰۴
جنت کے پھل اور شیطان کا سوال	۱۷۹	عبید اللہ کا پچھتاوا	۲۰۸
دوسری روایت	۱۸۰	نانا جان سے خواب میں ملاقات	۲۰۹
عید کے جنتی لباس	۱۸۳	حضرت علی اکبر کا جذبہ	۲۱۰
جنت کے محلوں کا رنگ	۱۸۶	ساتھ چھوڑنے والے	۲۱۱
ایک اور پیشگوئی	۱۸۷	ابنِ زیاد کا جاسوس اور حر کی روانگی	۲۱۴
مکہ سے روانگی کا ارادہ	۱۸۸	حُر کے لشکر سے ملاقات	۲۱۶
ابنِ عباس کا مشورہ	۱۸۹	امام حسین کی امامت اور خطبہ	۲۱۷
قرآن سے فال لینا	۱۹۱	ابنِ زیاد کا خط حُر کے نام	۲۱۹
مکہ سے روانگی	۱۹۴	حر کا مشورہ	۲۱۹
فرزدق سے ملاقات	۱۹۵	مقامِ کربلا آگیا	۲۲۱

زمین کربلا پر ورودِ حسین	۲۲۴	ابن زیاد کی مزید افواج کی آمد	۲۴۵
ماتم نہ کرنے کی وصیت	۲۲۴	قبیلۂ اسد کے مجاہدین	۲۴۶
قاصدِ حسین کی دوسری روایت	۲۲۵	آج ہی جنگ ہوگی	۲۴۷
ابنِ زیاد کا خط امام کے نام	۲۲۸	آج کی رات جنگ نہ کرو	۲۴۸
امام حسین کے قتل کا انعام	۲۳۰	حفاظت کے لئے خندق	۲۵۰
ابنِ سعد سے مذاکرہ	۲۳۰	دوزخی کہنے والا دوزخ میں	۲۵۰
ابن سعد کے بیٹے کا جواب	۲۳۱	نسب پر طعن کرنے والے کا انجام	۲۵۲
سعد کی کربلا کو روانگی	۲۳۴	امام کی ایک اور کرامت	۲۵۳
ابن سعد کے بھانجے کی نصیحت	۲۳۵	شب عاشورہ کی آمد	۲۵۴
دین پر دنیا کو ترجیح	۲۳۶	امام کا ساتھیوں کو مشورہ	۲۵۵
امام حسین سے بات چیت	۲۳۶	آپ کے ساتھیوں کا جواب	۲۵۶
ابن زیاد کا جواب	۲۳۷	سیاہ پرچم والا انتقام لے گیا	۲۵۷
ابن زیاد کا دوسرا لشکر	۲۳۷	فرزندانِ مسلم کا جواب	۲۵۸
حسین کی ابنِ سعد سے ملاقات	۲۳۸	آخری شب	۲۵۹
بریر ہمدانی کی ابن سعد کو نصیحت	۲۴۱	صدائے ہاتف	۲۶۰
شمر کی شرارت	۲۴۳	امام کا خواب	۲۶۱
ابنِ زیاد کا خط	۲۴۴	اہلِ بیت سے گفتگو امام	۲۶۳
پانی کا چشمہ جاری ہوگیا	۲۴۴	اُم کلثوم کی دردناک گفتگو	۲۶۴

طلوعِ صبحِ عاشورہ ۲۶۵

فجر کی نماز اور میدانِ کارزار ۲۶۶

لشکروں کی ترتیب ۲۶۶

امام کا صداقت آفریں خطبہ ۲۶۸

امام کی طرف پہلا تیر چلانے والا ۲۷۲

امام کا فرمانِ حق ۲۷۲

لشکروں کی مجموعی تعداد ۲۷۴

حضرت حُر بارگاہِ امام میں ۲۷۵

حُر کا بھائی دامنِ امام میں ۲۷۸

حر میدانِ جنگ میں ۲۷۹

میدانِ جنگ میں ۲۸۰

حُر کی بے مثال بہادری ۲۸۲

حضرت حُر فردوس میں ۲۸۴

امام نے حر کا مرثیہ کہا ۲۸۶

حُر کے بھائی کی شہادت ۲۸۷

حر کے بیٹے کی شہادت ۲۸۷

حر کے غلام کی شہادت ۲۸۹

امام کا دوبارہ اتمامِ حجت کرنا ۲۹۰

جنگ کیسے لڑی جائے ۲۹۲

زہیر بن حسان کی بہادری ۲۹۳

جناب زہیر کا دوسرا شکار ۲۹۵

تیسرا شکار ۲۹۶

چوتھا اور بہت سے شکار ۲۹۷

یزیدیوں کی بزدلانہ چال ۲۹۸

حضرت زہیر کی شہادت ۳۰۰

دونوں لشکروں کا پیش منظر ۳۰۳

دو سرپھروں کی ڈینگیں ۳۰۴

عبداللہ کلبی کی بہادری ۳۰۵

حضرت عبداللہ کی شہادت ۳۰۶

بوڑھا شیر ۳۰۷

حضرت بریر کی شجاعت ۳۰۸

مباہلہ اور جھوٹے کی موت ۳۰۸

بریر کی شہادت قاتل کی موت ۳۰۹

ایک جوانِ رعنا اور اُس کی ماں ۳۱۰

حضرت وہب اور اُن کی ماں ۳۱۲

حضرت وہب اور اُن کی دلہن ۳۱۳

وہب میدان جنگ میں	۳۱۵	تیر اندازی کا کمال	۳۳۴
دلہن سے آخری ملاقات	۳۱۷	عبدالرحمٰن بن عبداللہ کی شہادت	۳۳۶
وہب کی بہادری	۳۱۹	یحییٰ بن سلیم کی شہادت	۳۳۶
وہب کی شہادت	۳۲۰	عروہ غفاری کی شہادت	۳۳۶
وہب کی دلہن کا وصال	۳۲۰	مالک بن انس کی شہادت	۳۳۷
وہب کی ماں کی شہادت	۳۲۱	عمر بن مطاع کی شہادت	۳۳۸
ابن خالد ازدی اور بیٹے کی شہادت	۳۲۲	قیس بن منبہ کی شجاعت وشہادت	۳۳۹
سعد بن حنظلہ کی شہادت	۳۲۴	ابن سعد کا بھائی امام کا ساتھی	۳۴۰
عمرو بن عبداللہ کی شہادت	۳۲۵	ابن سعد کو میدان میں بلاوا	۳۴۲
حماد کی شجاعت وشہادت	۳۲۵	حق وباطل کا مکالمہ	۳۴۴
حضرت وقاص کی شہادت	۳۲۶	شجاعت وشہادت عبداللہ	۳۴۵
شریح بن عبید کی شہادت	۳۲۶	ہاشم کی مدد کرو	۳۴۶
مسلم بن عوسجہ کی شہادت	۳۲۷	مددگاروں کی شہادت	۳۴۷
حبیب کا وصیت طلب کرنا	۳۲۹	پسران علی سے پہلا شہید	۳۴۸
وصال محبوب	۳۳۱	ہاشم کی جرأت وشہادت	۳۴۹
دشمنوں کا اعتراف	۳۳۱	حبیب بن مظاہر کی شہادت	۳۵۱
مجاہد کا مجاہد بیٹا	۳۳۲	قاتل حبیب کا قتل	۳۵۳
ہلال بن نافع کا ایثار	۳۳۳	غلام ابوذر کی شہادت	۳۵۵

ابن مہاجر کی شہادت	۳۵۶	عبدالرحمٰن بن عقیل کی شہادت	۳۸۰
حضرت انیس کی شہادت	۳۵۶	زینب کے بیٹے محمد کی جرأت	۳۸۰
حضرت عابس کی شہادت	۳۵۶	حضرت عون کی شہادت	۳۸۲
سیف بن حارث کی شہادت	۳۶۰	عبداللہ بن امام حسن کا اجازت مانگنا	۳۸۴
مالک بن عبد کی شہادت	۳۶۰	ابنِ سعد کی پریشانی	۳۸۶
ترکی غلام کی شہادت	۳۶۱	بختری کی بدبختی	۳۸۷
حضرت حنظلہ کی شہادت	۳۶۵	پیروزان کی بہادری	۳۸۹
حضرت ابن زیاد شعبی کی شہادت	۳۶۷	اسد بن ابودجانہ کی شہادت	۳۹۰
ابن عبداللہ حنفی کی شہادت	۳۶۷	حسن کی شجاعت	۳۹۱
جنادہ اور اُن کے بیٹے کی شہادت	۳۶۸	عبداللہ بن حسن کی بہادری	۳۹۲
مرہ بن ابی مرہ کی شہادت	۳۶۹	حضرت عبداللہ کی شہادت	۳۹۶
آٹھوں بہشتوں کے آٹھ راہی	۳۶۹	قاسم کا اجازت طلب کرنا	۳۹۸
امام عالی مقام کا غم	۳۷۰	امام حسین کا وصیت نامہ	۳۹۹
عبداللہ بن مسلم کا اجازت مانگنا	۳۷۲	دوسری وصیت اور اُسکو پورا کرنا	۴۰۰
عبداللہ کا قدامہ سے مقابلہ	۳۷۴	عروسہ سے گفتگو	۴۰۲
عبداللہ کی بہادرانہ جنگ	۳۷۶	یہ رشتہ قیامت کے لئے	۴۰۳
عبداللہ بن مسلم کی شہادت	۳۷۸	قاسم کی میدان کو روانگی	۴۰۳
جعفر بن عقیل کی شہادت	۳۷۸	ابن سعد سے مکالمہ	۴۰۵

شمر کا مشورہ	۴۰۷	عباس علمدار کی اجازت طلبی	۴۳۳
جنابِ قاسم خیمۂ عروس میں	۴۰۷	عباس میدان جنگ میں	۴۳۴
ازرق کے بیٹوں سے مقابلہ	۴۰۹	عباس فرات کی طرف	۴۳۶
دوسرے بیٹے سے جنگ	۴۱۲	عباس علمدار کی شہادت	۴۳۸
تیسرے بیٹے سے جنگ	۴۱۳	علی اکبر کا اجازت طلب کرنا	۴۴۲
چوتھا بیٹا جہنم میں	۴۱۳	محمد بن انس کی شہادت	۴۴۰
قاسم کا ازرق سے مقابلہ	۴۱۴	علی اکبر میدان کارزار میں	۴۴۳
قاسم امام کے حضور میں	۴۱۷	جنابِ علی اکبر کی شجاعت	۴۴۶
قاسم اپنی والدہ کے حضور میں	۴۱۸	حضرت علی اکبر کی شہادت	۴۵۰
جناب قاسم کی شہادت	۴۱۹	دوسری روایت	۴۵۲
ابوبکر بن علی کی شہادت	۴۲۲	امام کی وصیت	۴۵۶
عمر بن علی کی شہادت	۴۲۵	حضرت علی اصغر کی شہادت	۴۵۸
عثمان بن علی کی شہادت	۴۲۶	امام زین العابدین کا ایثار	۴۶۱
عون بن علی کی شجاعت	۴۲۷	میدان جنگ میں رجز خوانی	۴۶۳
غیر صالح صالح کا کینہ	۴۲۹	امام کا اتمام حجت فرمانا	۴۶۵
عون بن علی کی شہادت	۴۳۰	لشکرِ یزید کی حالت	۴۶۶
جعفر بن علی کی شہادت	۴۳۱	زعفر جن کا مدد کیلئے آنا	۴۶۸
عبداللہ بن علی کی شہادت	۴۳۲	امام عالی مقام کا جواب	۴۶۹

امام کا زورِ حیدری	۴۷۰	ایک دردمند درخت	۵۰۳
امام عالی مقام فرات پر	۴۷۲	کربلا کا قاصد کبوتر مدینہ میں	۵۰۶
پردہ داروں کو وصیت	۴۷۴	خونِ حسین کی کرامت	۵۰۷
زوجہ امام عالیمقام کی گذارش	۴۷۶	شمر کی بدسلوکی	۵۱۰
امام عالیمقام کی تلوار کی کاٹ	۴۷۷	یزیدیوں کی نمازِ جنازہ	۵۱۱
اور آفتابِ شہادت غروب ہوگیا	۴۸۰	قیدی قافلہ کوفہ کی طرف	۵۱۲
قاتل کی شناخت	۴۸۲	سر کاٹنے والے کا انجام	۵۱۳
شہادتِ حسین کے اثرات	۴۸۶	ابنِ زیاد کے سامنے امام کا سر	۵۱۶
ذوالجناح کی واپسی	۴۸۹	جنوں کے نوحے	۵۱۷
خیموں پر دھاوا بول دیا	۴۹۰	اہلبیت کا قافلہ کوفے میں	۵۲۰
دسواں باب	۴۹۲	حضرت زینب کا خطبہ	۵۲۱
کربلا کے بعد کے واقعات	۴۹۲	امام عالی مقام کے سر کی گفتگو	۵۲۲
فصل اول	۴۹۳	ابنِ زیاد پر سرِ امام کی ہیبت	۵۲۴
ماہِ محرم کیوں منتخب کیا	۴۹۴	زینب سے ابنِ زیاد کی گفتگو	۵۲۵
یوم عاشورہ کس طرح منائیں	۴۹۵	امام زین العابدین کے قتل کا حکم	۵۲۷
غمِ حسین کیلئے فرمانِ رسول	۴۹۷	اہلِ بیت کا قافلہ بسوئے شام	۵۲۹
شاہِ خراسان کی آرزو وانعام	۴۹۸	امام کے سر کی برکت سے	
یہاں رونے والا وہاں نہ روئے گا	۵۰۰	یہودی کا قبولِ اسلام	۵۳۰

لشکرِ یزید سے اہل موصل کا سلوک	۵۳۲	امام زین العابدین مسجد میں خطبہ	۵۸۷
خون کے قطرے کی کرامت	۵۳۳	یزید کی چالاکی	۵۹۳
پتھر کے شیر کی آنکھوں سے پانی	۵۳۴	شہزادیٔ حسین کا وصال	۵۹۴
اہلِ نصیبین کی بربادی	۵۳۴	اہلِ بیت کی واپسی	۵۹۸
معمورہ کے یہودی مسلمان ہوگئے	۵۳۵	مدینہ منورہ میں قیامتِ صغریٰ	۶۰۰
سرِ اقدس کی زیارت کو انبیاء کا آنا	۵۴۲	قافلۂ اہلِ بیت روضۂ رسول پر	۶۰۲
عیسائی راہب کا ایمان لانا	۵۴۵	غمِ حسین میں رونے کا ثواب	۶۰۴
ایک پروانۂ اہلِ بیت	۵۵۳	**فصل دوم**	۶۰۷
جبدار جبداروں میں	۵۵۸	قاتلانِ حسین کا انجام	۶۰۷
امام کا سر دمشق میں	۵۶۰	جہنم کا سانپ	۶۰۸
ایک بوڑھے کی گستاخی	۵۶۴	پانی میں جل مرا	۶۰۹
امام کا سر یزیدیوں کے دربار میں	۵۶۵	بدبو کا مارا ہوا	۶۰۹
یزید کا امام کے چہرے کو چھڑی مارنا	۵۶۷	نقاب پوش مردود	۶۱۱
یہودی کی حق گوئی	۵۶۹	سبھی ذلیل و خوار ہوکر مرے	۶۱۷
عیسائی ایلچی کی ایمان افروز تقریر	۵۷۲	امام کا لباس پہننے والوں کا حشر	۶۱۸
اہل بیت کرام سے یزید کی گفتگو	۵۷۸	سونا راکھ بن گیا	۶۱۹
امام زین العابدین کا خطبہ	۵۸۲	اونٹوں کا گوشت کڑوہ ہوگیا	۶۱۹
میرے باپ کا قاتل دیدے	۵۸۳	ابنِ زیاد ملعون کا حشر	۶۲۰

جہنمی کے لئے غیبی آواز ۶۲۱

شہادتِ حسین صدیوں پہلے لکھی گئی تھی ۶۲۱

خاتمہ الکتاب

سبطین کرام کی اولاد اور سلسلۂ نسب ۶۲۴

مقصدِ اول ۶۲۷

فصلِ اول ۶۲۹

فصلِ دوم ۶۳۱

امام اعظم کے مرشدِ برحق ۶۳۶

وصلِ دوم ۶۴۴

مقصد دوم ۶۴۸

امام حسین کی اولادِ پاک کا بیان ۶۴۸

آپ کے بیٹے ۶۴۹

فصل اول ۶۵۰

زین العابدین کی اولاد کا بیان ۶۵۰

نبوت وسلطنت کے جامع ۶۵۱

آپ کی اولاد ۶۵۱

فصل دوم ۶۶۱

امام محمد باقر کی اولاد کا بیان ۶۶۱

فصل سوم ۶۶۴

امام جعفر کی اولاد کا بیان ۶۶۴

فصل چہارم ۶۶۸

امام موسیٰ کاظم کی اولاد کا بیان ۶۶۸

فصل پنجم ۶۷۴

امام علی بن موسیٰ رضا کی اولاد کا بیان ۶۷۴

فصل ششم ۶۷۶

امام محمد تقی کی اولاد کا بیان ۶۷۶

فصل ہفتم ۶۷۸

امام علی نقی کی اولاد کا بیان ۶۷۸

فصل ہشتم ۶۸۰

امام حسن بن علی عسکری کی اولاد کا بیان ۶۸۰

فصل نہم ۶۸۲

امام محمد بن حسن کا بیان ۶۸۲

باب ہفتم

امام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السّلام کی ولادت باسعادت اور فضائل ومناقب کا بیان

ولادت باسعادت

امام حسین علیہ السلام ائمہ اثنا عشر کے تیسرے امام اور ابوالائمہ ہیں آپ کی کنیّت ابوعبداللہ، لقب زکی شہید، سیّد اور سبط ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت چار یا پانچ شعبان المعظم ۴ھ پیر کے روز مدینہ منورہ میں ہوئی،،

"شواہد النبوت" میں روایت آئی ہے کہ آپ کی مدتِ حمل چھ ماہ ہے جب کہ ششماہہ بچہ سوائے آپ کے اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے زندہ نہیں رہا،،

آپ اپنے برادرِ مکرم حضرت امام حسن علیہ السلام سے سات ماہ اور بیس دن چھوٹے تھے۔ جب وہ نہالِ گلشنِ ولایت ارادۂ الٰہی سے اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کی جوئے بار کی طرف بلند ہوئی اور وہ غنچۂ چمنستانِ ہدایت مشیّتِ ربّانی سے عصمت وطہارت کے گلستانِ جاودانی میں هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا کی نسیمِ رحمت سے شگفتہ ہوا تو جنابِ مرتضیٰ علیہ السلام کی رُوحِ مقدس پر راحت بیز ہوائیں چلنے لگیں اور جگر گوشۂ رسول سیّدہ بتول کے قلبِ پاک پر فرحت و اِبتہاج کی بشارتیں پہنچ گئیں،،

طلوع کرد بتائیدِ حق ز .ج کمال
مہے خجستہ رُخ و اخترے مبارک فال
ازیں نہالِ شرف تازہ گشت گلشنِ دیں
چنانکہ تازہ شود برگِ گُل ز بادِشمال

اسمِ گرامی

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سیّدنا امام حسین علیہ السلام کے قدومِ میمنت لزوم کی خوشخبری پہنچی تو آپ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حجرۂ مقدس میں تشریف لائے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے اِمام حسین علیہ السلام کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر آپ کی آغوش میں دیا تو آپ نے اُن کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہی اور فرمایا! علی اس بچے کا کیا نام رکھا ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے عرض کی مجھے آپ پر سبقت کرنے کی جرأت نہیں ہوسکتی تاہم میرا اردہ ہے کہ اس کا نام حرب رکھوں،،

اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے کہا میرا خیال ہے کہ اِس کا نام اپنے بھائی کے نام پر جعفر رکھوں،،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس کا نام رکھنے کے سلسلے میں اللہ ربّ العزت پر سبقت نہیں کروں گا اسی اثناء میں

حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ اِس کا نام ہارون کے دوسرے بیٹے کے نام پر رکھیں،،

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہارون کے دوسرے بیٹے کا کیا نام ہے؟

جبریل علیہ السلام نے عرض کی اُس کا نام شبّیر ہے،،

آپ نے فرمایا! اے جبریل یہ تو عبرانی زبان کا نام ہے جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے عربی زبان عطا فرمائی ہے میں اپنے بیٹے کا نام عبرانی زبان میں کیسے رکھوں؟

جبریل نے عرض کی یارسول اللہ! عربی لُغت میں شبّیر کے معنی حُسین ہیں چنانچہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام حُسین رکھا ساتویں روز سفید دھبوں والے دوسیاہ مینڈھے ذبح کر کے آپ کا عقیقہ کیا جیسا کہ آپ کے بھائی امام حسن علیہ السلام کے لئے کیا تھا آپ کے سر کے بال اُتروا کر اُن کے ساتھ چاندی وزن کر کے خیرات کردی،،

مُبارک وتعزیّت

روایت آئی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو اپنے محبوب کی خدمت میں بھیجا کہ وہ جا کر اُنہیں مبارک باد پیش کرے اور شہادت حسین کی تعزیت کرے،،

جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اُس وقت امام حسین علیہ السلام کو گود میں لے رکھا تھا اور اُن کی گردن چُوم رہے تھے جبریل علیہ السلام نے مبارک باد دینے کے بعد آغازِ تعزیت کیا تو آپ نے فرمایا! جبریل مبارک بادی کی وجہ تو معلوم ہے تعزیت کیسی ہے؟

جبریل نے کہا! یارسول اللہ آپ حسینؑ کے حلق کی جس جگہ کو ابھی ابھی چُوم رہے تھے اِسی مقام کو اِن کی والدہ کے وصال اور والد و برادر کی شہادت کے بعد تیغِ جفا سے گھائل کر دیا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی جبریل نے کربلا میں پیش آنے والے واقعہ کا تھوڑا سا حال بیان کر دیا،،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ واقعہ سُنا تو آپ اشکبار ہو گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم بھی وہاں پر موجود تھے انہوں نے آپ سے رونے کا سبب پُوچھا تو آپ نے جبریل کی بات دُہرا دی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے سُنا تو اُن کی آنکھوں سے بھی سیلاب اشک بہہ نکلا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم ایسے ہی روتے اور افسوس کرتے ہوئے سیّدہ طاہرہ جنابِ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حجرۂ اقدس میں تشریف لائے تو جنابِ سیّدہ نے فرمایا آج مسرت و انبساط کا دن ہے نہ کہ غم و اندوہ کا اگر یہ خوشی کے آنسو ہیں تو بھی بتا دیں اور اگر گریہ غم ہے تو اس کی وجہ ارشاد فرمائیں،،

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے فرمایا! یا فاطمہ یہ غمِ حسین کے

آنسو ہیں آپ کے والدِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جبریل سے سن کر بتایا ہے کہ اُسے شہید کر دیا جائے گا،،

جنابِ سیّدہ سلام اللہ علیہا نے یہ خبر سُنی تو آپ کی چیخ نکل گئی آپ نے رِدائے عصمت سر پر اوڑھی اور اپنے والدِ گرامی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حجرۂ اقدس میں تشریف لے آئیں اور روتے ہوئے عرض کی ابّا جان علی نے مُجھے بتایا ہے کہ آپ نے جبریل سے سُن کر فرمایا ہے کہ اُمّت کے بے رحم اور جفا کار لوگ مِل کے آپ کی بوسہ گاہ حلقومِ حسین کو تیغِ جفا سے مجروح کر دیں گے؟

آپ نے فرمایا! ہاں ہمیں جبریل نے ایسے ہی بتایا ہے،،

جنابِ سیّدہ نے نالہ و فریاد کرتے ہوئے کہا! ابّا جان میرے حسین نے کیا گناہ کیا ہے جو اسے بچپن میں ظُلم کا نشانہ بنایا جائے گا؟

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بیٹی یہ صُورت اس کے بچپن اور شباب کے زمانہ میں واقع نہیں ہو گی بلکہ یہ واقعہ اس وقت ظہور پذیر ہو گا جب نہ ہم ہونگے نہ علی ہو گا نہ تو ہو گی اور نہ اس کا بھائی حسن ہو گا،،

جنابِ سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے سُنا تو دوبارہ فریاد کرتے ہوئے کہا اُے مظلوم و شہید مادر اُے بیکسِ مادر جب تیرے ماں باپ اور بھائی موجود نہیں ہونگے تو تیری مصیبت پر کون آنسو بہائے گا کاش میں اُس

وقت زندہ ہوتی تو تیری رسمِ تعزیت بجالاتی،،

راوی فرماتے ہیں! ہاتف نے آواز دی کہ مصیبت زدگانِ آخر الزمان ہر سال شہادتِ حُسینؑ کے دنوں میں رسمِ تعزیّت کو زندہ کریں گے اور شرطِ مصیبت بجالائیں گے لوگ آنکھوں سے اشکِ ندامت بہاتے ہوئے آہِ جگر سوز اور دردِ دل کے ساتھ زاری کریں گے،،

زیں مصیبت داغ ہا بر سینۂ سوزانِ ماست
زیں عزا صد شعلۂ غم بر دلِ بریانِ ماست

فطرس فرشتے کا حال

روایت میں آیا ہے کہ جب جبریل علیہ السلام امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی مبارک باد پہنچانے کے لئے زمین پر آئے تو انہوں نے زمین پر پڑے ہوئے ایک فرشتے کو دیکھا جو زار و قطار رو رہا تھا حضرت جبریل علیہ السلام نے اُس کے پاس آ کر پہچانا تو وہ تیسرے آسمان کا فرشتہ فطرس تھا جس کے زیرِ فرمان ستّر ہزار فرشتے تھے،،

حضرت جبریل علیہ السلام نے اُسے اس حال میں دیکھ کر فرمایا اے فطرس تمہاری یہ کیا حالت ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟

فطرس نے کہا! اے رُوح الامین حق تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا ارشاد فرمایا تو مُجھ سے اُس میں تھوڑا سا تساہل واقع ہو گیا اس پر غیرتِ

خداوندی کی بجلی نے میرے بال و پر جلا دیئے کل میں مسندِ عزّت پر تھا اور آج مُہلکہٗ ذلت پر ہوں،،

دیروز کسے بند بزیبائی مَن
و اِمروز کسے نیست بر سوائی مَن

پھر کہا! اے جبریل آپ کہاں جا رہے ہیں؟

جبریل نے کہا! میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بچے کی مبارک باد پیش کرنے جا رہا ہوں،،

فطرس نے روتے ہوئے کہا! کیا ہی اچھا ہو اگر آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں ہوسکتا ہے حضور رسالت مآب میری سفارش فرما دیں اور مجھے میرے بال و پر واپس مل جائیں اور میں اپنے مقام پر چلا جاؤں،،

جبریل علیہ السلام اُسے ساتھ لے کر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور بعد از تحیّت و تہنیّت فطرس کے بارے میں عرض کی! اس وقت آپ نے حسین کو گود میں اُٹھا رکھا تھا۔

آپ نے فرمایا! اُے فطرس آ اور اپنے جسم کو میرے حسین کے جسم سے مل لے،،

فطرس نے آگے بڑھ کر امامِ حسین علیہ السلام کے جسمِ انور کے ساتھ اپنا جسم مس کیا تو اُسی وقت اُسے بال و پر مل گئے اور وہ اپنی عبادت گاہ میں واپس چلا گیا،،

بعدازاں جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت واقع ہونے کے بعد اسے اِس حادثہ کا علم ہوا تو اس نے بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کی الٰہی! کیا ہی اچھا ہوگا اگر مجھے اِس امر کی خبر دی جاتی اور میں اپنے ساتھیوں کو لے کر زمین پر جاتا اور حسین کے دشمنوں سے جنگ کرتا؟

خالقِ کائنات نے فرمایا! اگر تجھے وہ موقعہ میسّر نہیں آسکا تو اب اپنے تابع فرمان ستّر ہزار فرشتوں کو لے کر مزارِ حسینؑ پر چلا جا اور دن رات رو روکر اپنے آنسوؤں کا ثواب اُن لوگوں کو پہنچاتے رہنا جو غمِ حسین میں گریہ کناں ہونگے چنانچہ فطرس زمین پر آگیا اور اُس کام میں مصروف ہوگیا جس کا اُسے حکم فرمایا گیا تھا،،

زیں واقعہ دیدۂ ملک گریاں ست
زیں غمِ دل مہرِ فلک بریاں ست

پیکرِ مُصطفٰے

''شواہد النبوت'' میں آیا ہے کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام اس قدر صاحبِ حُسن و جمال تھے کہ اگر آپ اندھیرے میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کی جبینِ اقدس کی شعاؤں اور چہرۂ انور کی روشنی میں لوگ راستہ دیکھ لیتے،،

امام حسین علیہ السلام سینۂ اقدس سے پاؤں مبارک تک اور امام

عالی مقام امام حسن علیہ السلام سرِ انور سے سینہ مبارک تک حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال تر مشابہت رکھتے ہیں،،

محبّت حسینؑ کی

''ترمذی شریف'' میں روایت آئی ہے کہ حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہُوں الٰہی حسین سے محبّت کرنے والے سے محبت فرما حسینؑ اسباط سے ایک سبط ہے،،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسینؑ علیہ السلام سے بے حد محبّت فرماتے تھے اور اُس سے بھی محبّت فرماتے تھے جو حسینؑ سے محبّت کرتا ہے،،

روایات میں آیا ہے کہ ایک روز حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گلی سے گذرے تو وہاں ایک بچے کو پکڑا اور اُس کی پیشانی چوم کر گود میں اُٹھا لیا،،

صحابہ نے عرض کی! یارسول اللہ! ہم نہیں جانتے کہ آپ نے اس بچے پر اس قدر شفقت اور نوازش کیوں فرمائی ہے اس کا کیا قصّہ ہے؟

آپ نے فرمایا! میں نے اس بچے کو ایک روز حسین کے ساتھ کھیلتے دیکھا یہ اُس کے پاؤں کی مٹی لے کر اپنی آنکھوں میں ڈال لیتا تھا اس روز

سے میں اِس کے ساتھ محبت کرتا ہُوں اور کل قیامت کے دن اس کی اور اس کے والدین کی شفاعت بھی کروں گا،،

حکیم والٰہی فرماتے ہیں،،

پسرِ مُرتضٰی اِمام حسین
کہ چُوں اُولٰی نبودہ دَر کونین
مُصطفٰی مرورا کشیدہ بدوش
مُرتضٰی پَروریدہ دَر آغوش
عقل دَر بندِ عہد و پیمائش
بودہ جبریل مہدِ جنبائش

حسین علیہ السلام کی کُشتی

شیخ کمال الدین ابن الخشاب روایت لائے اور ''شواہد النّبوت'' میں بھی مذکور ہے کہ ایک روز جناب حسنین کریمین علیہم السلام حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کشتی کر رہے تھے اور جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا بھی وہاں پر موجود تھیں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن کو فرمایا حسین کو پکڑ لے،،

جناب سیدہ نے عرض کی ابا جان! آپ بڑے کو فرماتے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑ لے؟

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اُدھر جبریل حسین کو کہہ رہا ہے کہ حسن کو پکڑ لے،،

عرش و جنّت کی زینت

"عیون الرضا" میں امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا ایک روز میں اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا وہاں پر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے مجھے نانا جان نے فرمایا،،

مرحبكَ يا ابا عبداللّٰه يازين السَموٰاتِ والارض

''خوش آمدید اے اباعبداللہ اے آسمانوں اور زمین کی آرائش''

ابی بن کعب نے عرض کی یارسول اللہ! آپ کے سوا بھی کوئی شخص آسمانوں اور زمین کی زینت ہے؟

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے ابی اُس خدا کی قسم جس نے مجھے نبی بنا کر حق کے ساتھ مبعوث فرمایا حسین آسمانوں میں زمین سے بڑھ کر بزرگ تر ہے اسے عرش کی دائیں طرف مصباحِ ہدایت اور سفینۂ نجات لکھا ہے اس حدیث کے تتمّہ سے اُولادِ حسین کی صفات اُن کے اسماء اور اُن کی دُعائیں ہیں،،

عرش کے گوشوارے

ابن الخشاب اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابی عوانہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

حسن و حسین عرش کے گوشوارے ہیں جس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنّت کو بنایا تو اُسے کہا ہم نے تجھے فقراء ومساکین کا ٹھکانہ بنایا ہے،،

جنت نے عرض کی !

یارب لم جعلتنی مسکن المساکین

یارب تو نے مجھے مسکینوں اور درویشوں کا مسکن کیوں بنایا؟

آواز آئی! کیا تو اِس پر خوش نہیں کہ میں نے تیرے ارکان کو حسن و حسین علیہم السلام سے زینت دی ہے؟

بہشت نے اس اَمر پر فخر ومباہات کرتے ہوئے عرض کی! میں خوش ہوں میں خوش ہوں اگر بہشت ہے تو اس کے ارکان کی زینت حسن و حسین علیہم السلام ہیں اگر عرش ہے تو اُس کے گوشوارے حسن و حسین علیہم السلام ہیں اکابرین اُمّت سے ایک بزرگ فرماتے ہیں،،

بسطے رسول اللہ صدری منور

وحبهما فی حبة القلب یزهر

بہر دوسبطِ نبی ہست دیدہ اَم روشن
ہوائے ہر دو شدہ جائے گیر دَر دلِ مسکیں
ودو دُرِّ دُرجِ کرامت و بدرِ برجِ کمال
دو مہرِ اَوجِ ہدایت دو صدرِ مسندِ دیں
فلک متابعِ ایں و ملک ثنا گرآں
جہاں مُنور ازاں و زماں مُزیّن ازیں

ہرنی نے بچہ پیش کر دیا

"کنز الغرائب" میں روایت آئی ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک اعرابی آیا اور اُس نے کہا! یارسول اللہ! میں نے ہرن کا ایک بچہ شکار کیا ہے وہ آپ کے لئے بطور ہدیہ لایا ہوں خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ہدیہ قبول فرمالیا"

اسی اثناء میں حضرت امام حسن علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے اور ہرن کے بچے سے پیار کرنے لگے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہرن کا بچہ امام حسن کو عطا فرما دیا اور وہ گھر چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد امام حسین علیہ السلام آئے اور اپنے بھائی کو ہرن کے بچے سے کھیلتے دیکھا تو پُوچھا بھائی جان یہ بچہ آپ نے کہاں سے حاصل کیا؟

حسن علیہ السلام نے فرمایا یہ مجھے نانا جان نے دیا ہے امام حسین

علیہ السلام مسجد میں آئے اور کہا نانا جان! آپ نے میرے بھائی کو ہرن کا بچہ دیا ہے اور مجھے نہیں دیا،،

شہزادۂ رسول بار بار ہرن کا بچہ طلب کر رہے تھے اور آپ اُنہیں بہلانے میں مصروف تھے کہ کہیں وہ رونا نہ شروع کر دیں اسی اثناء میں اچانک مسجد میں شور اُٹھا اور ایک ہرنی اپنے بچے کو پہلو سے لپٹائے تیزی سے بھاگتی ہوئی آپ کے پاس پہنچ گئی اور فصیح زبان میں گویا ہوئی یارسول اللہ! میرے دو بچے تھے ایک کو شکاری پکڑ کر آپ کے پاس لے آیا اور دوسرا خوشی خوشی میرا دودھ پی رہا تھا کہ مجھے آواز آئی جلدی سے اپنے اس بچے کو لے کر سیّدِ عالم کے حضور میں چلی جا کیونکہ حسینؑ آپ کے سامنے کھڑے ہو کر ہرن کا بچہ مانگ رہے ہیں اور فرشتے اپنی عبادت گاہوں سے سر نکالے اُن کی طرف دیکھ رہے ہیں اگر حسینؑ نے رونا شروع کر دیا تو اُن کے ساتھ ملائکہ مقربین بھی اشک بار ہو جائیں گے اِس لئے حسینؑ کے رونے سے قبل اپنا بچہ اُنہیں پیش کر دے،،

یارسول اللہ! میں تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتی ہوئی فاصلہ قطع کر آئی ہوں خدا کا شکر ہے کہ ابھی آپ کے جگر گوشہ کی آنکھوں میں آنسو نہیں آئے،،

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ منظر دیکھ کر شور مچ گیا اور آپ نے اُس ہرنی کے لئے دعا فرما کر اس کا بچہ امام حسین علیہ السلام کو دے

دیا شہزادۂ رسول ہرنی کا بچہ لے کر اپنے بڑے بھائی کے ساتھ خوشی خوشی اپنی والدۂ محترمہ جنابِ سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے پاس آ گئے اور اُنہیں تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ سُنا دیا،،

اُے عزیز! ملائکہ مقربین اور رسولِ ربّ العالمین تو حسین کے رخساروں پر آنسوؤں کے قطرات گوارا نہیں کرتے اُن کے رُخساروں پر سرِ مبارک سے بہنے والے خون کے دھارے کس طرح برداشت کر سکتے ہیں،،

رُخے کہ بوسہ گہِ شاہِ انبیاء باشد
بخاک و خوں شدہ پنہاں کجا روا باشد
کسے کہ چشمۂ کوثر عطائے جدِّ وے ست
بدشتِ کرب و بلا تشنہ لب چرا باشد
روا بود کہ جگر گوشہ ء رسولِ خدا
فتادہ غرقہ بخوں سر زتن جدا باشد

اوصافِ حمیدہ

امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کے اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ پسندیدہ کا وہ مقام نہیں کہ تیز زبان قلم اُس کی تحریر کے قریب پھٹکنے کی جرأت کر سکے اور خامۂ سبک رَو اُس کی بساطِ تقریر کے پاس جانے پر قادر ہو سکے،،

خامۂ وہم ہوس کردہ کہ تحریر کند
صُورتِ مدحتِ او برورقِ گویائی
خروش گفت کہ ایں پایہ رفعت کوراست
تو بدیں فہم کے از عہدہ بروں میائی

سخاوت وشجاعت

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی سخاوت بارنامہ حاتم کو طے کرنے والی اور دفاترِ زمانہ پر مسطور ہے آپ کی شجاعت رستمِ دستان کی داستان کومنسوخ کرنے والی ہے جس کا ایک شمہ معرکۂ کربلا کی صُورت میں جرائد اخبار میں مذکور ہے جب آپ کی آتشِ غضب مشتعل ہوئی تو برق بارتیغ کے شراروں نے دشمن کے خرمنِ حیات کو بجلیاں بن کر جلا کر رکھ دیا اور آپ کے سرچشمۂ لطف وعنایت کے پانی کے چھینٹوں نے ہر گنہگار کے صفحۂ حال سے گناہوں کے غبار کو دھوڈالا،،

خُلق وبُردباری

آپ کی کمال بردباری اور خُلق عظیم کے بارے میں امام نجم الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ زیرآیت

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ
يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ○

﴿سورۃ آل عمران آیت ۱۳۳۔۱۳۴﴾

روایت لائے ہیں کہ ایک روز بوستانِ ولایت اور حدیقۂ ہدایت کا ثمرِ اوّلین سبطِ نبی ولی حسین ابن علی علیہما السلام اشرافِ عرب اور بڑے بڑے علماء مہمانوں کے ساتھ دستر خوان پر تشریف فرما تھے کہ آپ کا خادم شوربے کا پیالہ لے کر آیا اس خادم کے قدم لڑکھڑا گئے اور گھبراہٹ کے عالم میں پیالہ ہاتھ سے چھوٹ کر امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے سر پر گرا اور ٹوٹ گیا تمام شوربہ آپ کے سرِ انور اور چہرہ مبارک پر پڑا تو آپ نے ناراضگی اور تعذیب کے بجائے نگاہِ تادیب سے اُس کی طرف دیکھا تو خادم کے ہوش اُڑ گئے خوف اور پریشانی کے عالم میں اچانک اُس کی زبان سے نکلا

وَ الْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ

امام عالی مقام نے فرمایا! ہم نے اپنی ناراضگی ختم کردی،،

خادم نے کہا! وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ

امام نے فرمایا! ہم نے تجھے معاف کردیا،،

خادم نے آیت کریمہ کا آخری حصہ تلاوت کیا !

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

سبطِ رسول نے فرمایا! ہم تجھے اپنے مال سے آزاد کرتے ہیں اور جب تک تو زندہ ہے تیری ضروریات زندگی کے تمام اخراجات ہمارے ذمہ

ہوں گے۔

آں کہ در اُو سیرتِ نیکو بوَد
آدمی از آدمیاں اُو بوَد
نیکی مردم بنکو خوئیست
خوُئے نکو مایہ نیکوئیست

حاضرینِ مجلس نے آپ کے اِس خُلق کریمانہ اور پاکیزہ فطرت سے متعجّب ہو کر کہا واللّٰہ اعلم یجعل رسالت یعنیؔ خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کس کو دیتا ہے اور کیا دیتا ہے۔"

کون پہنچ سکتا ہے

ولایت مآب خواجہ ابونصر محمد پارسا قدّس سرّہٗ العزیز اپنی کتاب "فصل الخطاب" میں اس واقعہ کو نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں یہ اُن کے مناقب ہیں جو جگر پارۂ رسول ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کے حق میں فرمایا ہے"

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ○

﴿سورۃ الاحزاب آیت ۳۳﴾

ان کے مقام و مرتبہ تک کون پہنچ سکتا ہے اور اُن کی مثل کس کے

مناقب ہوسکتے ہیں جبکہ وہ سمندر ہے جس کا کنارا نہیں،،

چونکہ اس کتاب میں آپ کے بعض احوال کو پیش کرنا مقصود ہے اس لئے اس مقام پر مختصراً آپ کے فضائل ومحامد بیان کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے اور بعض دیگر احوال اپنے اپنے مقام پر بیان ہونگے،،

روایات میں آتا ہے کہ جب امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام اپنا سامانِ حیات منزل فانی سے سرائے جاودانی کی طرف لے گئے،،

آں والیٔ خطہ ء ولایت گر رفت
زیں خانۂ بخانہ ازیں بہتر رفت

یزید کی ولی عہدی

یعنی سیدنا امام حسن علیہ السلام کا وصالِ پاک ہوگیا تو امیرِ شام نے اپنے بیٹے کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اہلِ شام وعراق سے اُس کی بیعت لینے کے بعد ارادہ کیا کہ اہلِ حجاز بھی اس امر کی موافقت کریں اہلِ مدینہ ومکہ نے اس سلسلہ میں توقف کیا جس سے عجیب واقعات ظہور میں آئے جن کا ذکر مبسوط کتابوں میں موجود ہے،،

بہر کیف! حاکمِ شام کو اس سلسلے میں خود مدینہ منورہ میں آنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور سوائے چار افراد کے لوگوں کو جریدۂ بیعت میں داخل کرلیا،،

جن چار افراد نے اس صورت میں بیعت سے انکار کیا اُن میں سے ایک امام حسین بن علی علیہ السلام دوسرے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تیسرے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور چوتھے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہٗ ہیں ان پر سختی اور نرمی کے سب طریقے آزمائے گئے مگر یہ لوگ نہ مانے اور چاروں ساتھی مدینہ طیبہ سے مکّہ مبارکہ زاداللہ تعظیماً وتکریماً میں تشریف لے آئے والیِ شام نے ان کے پیچھے آ کر مکہ معظّمہ میں بھی پُوری کوشش کی مگر معاملہ جوں کا توں رہا یہاں تک کہ والیٔ شام نے کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ کا تلخ انجام پیالہ پی کر خاکدانِ دنیا سے دارالجزا کی طرف رُخ کر لیا،،

ارکانِ سلطنت نے جمع ہو کر یزید کو تختِ حکومت پر بٹھایا اور اُس کی امارت کی خبر شام و عراق کے خواص و عوام کو پہنچادی اسی اثناء میں حکومت کے خیر خواہوں اور سر کردہ لوگوں نے اُسے کہا! اگر تو اپنی حکومت کو مضبوط کرنا چاہتا ہے تو حجاز کے اُن چار اکابر کو جنہوں نے تیرے باپ کی زندگی میں تیری بیعت سے انکار کر دیا تھا بہر صورت اپنی بیعت پر مجبور کر اگر وہ لوگ عناد وجدال پر آمادہ ہوں تو اُن کے ساتھ مناسب کاروائی عمل میں لانے کی کوشش کرنا چاہیے،،

یزید نے اُن کی بات مان لی اور مدینہ منّورہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو خط لکھا! خلیفہ نے عالمِ فانی سے سرائے باقی کی طرف کوچ کر لیا ہے اور مجھے

اُس نے اپنی زندگی میں ہی خلیفہ بنا دیا تھا میں اُولادِ ابوتُراب پر جرأت کرنے اور بوڑھوں اور جوانوں کا خون بہانے سے ڈرتا ہوں تو یہ خط ملتے ہی اِس کے مطابق اہلِ مدینہ سے میری بیعت لے،،

علاوہ ازیں ایک رقعہ حُسین ابن علی عبداللہ بن عمر عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر کے متعلق ہے اِن لوگوں کو میری بیعت پر آمادہ کر اس معاملہ میں تساہل اور کوتاہی خون ریزی اور ہنگاموں کا باعث ہوگا اس لئے تاخیر نہ کی جائے،،

فرصت غنیمت ست دَر جہد برکشائی
چُوں وقت فَوت شُد تتوانی بداں رسید
فُرصت چُوں دَرگذشت و محصل نہ شُد مُراد
تاچند پُشت دست بدنداں تواں گزید

اگرچہ چاروں افراد میری بیعت سے انکار کریں تو ان کے سر کاٹ کر شام کی طرف بھیج دے حضرت ولید رضی اللہ عنہ کو جب اِس خط کے مضمون پر اطلاع ہوئی تو اُنہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے ہوئے کہا میری جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بیٹے سے کیا دشمنی ہے؟ اُس نے اِس فتنہ کے خوف سے گھبرا کر جلدی سے مروان کو بلایا اور تمام حالات بتا کر مشورہ پوچھا،،

مروان اُن دنوں مدینہ منورہ میں ہی تھا اس نے مشورہ دیا کہ اسی

وقت ان چاروں کو بلا کر اُن سے "یزید" کے لئے بیعت طلب کر اگر مان جائیں تو فبہا ورنہ تیز تلوار کا حکم اُن پر نافذ کر،،

بالخصوص حسین ابن علی اور عبداللہ بن زبیر کے سلسلہ میں ہر گز تاخیر نہ کر اور والیِ شام کی موت کا راز افشا ہوسے پہلے پہلے ان دونوں سے یزید کی بیعت لے کر اُس کی حکومت کو مجبوو مستحکم کردے،،

ولید کا پیغام امام کے نام

ولید نے حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر کو بلانے کے لئے ایک شخص کو روانہ کیا جب وہ شخص مسجد نبوی میں پہنچا تو ہر دو حضرات اُس وقت آپس میں باتیں کر رہے تھے اُس نے دونوں کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کو امیرِ ولید نے بُلایا ہے اُنہوں نے کہا کہ تُو جا ہم تیرے پیچھے آتے ہیں جب وہ شخص واپس چلا گیا تو ابن زبیر نے امام حسین علیہ السلام سے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ ولید نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟

امام عالی مقام نے فرمایا میرے خیال میں حاکمِ شام کی موت واقع ہوگئی ہے میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ اُس کا منبر اُلٹ گیا ہے اور اُس کے محل میں آگ گر رہی ہے اب جو ہمیں بلایا گیا ہے تو اِس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ ہم سے یزید کی بیعت طلب کریں،،

ابن زبیر نے کہا! اگر اُن کی یہی روش ہوئی تو آپ کیا کریں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا! میں نے سُنا ہے کہ یزید شراب وغنا کا رسیا ہے اور ہم لوگ بقیہٗ آلِ رسول ہیں ہم ایسے شخص کی اِتباع کیسے کر سکتے ہیں یہ دونوں حضرات ابھی یہ بات کر رہے تھے کہ ولید کے ایلچی نے دوبارہ آ کر کہا! ولید آپ کا انتظار کر رہا ہے،،

امام عالی مقام نے فرمایا یہ سب کیا ہے اور کس بات کی جلدی ہے مُجھے بلانے کی ضرورت نہیں میں خود ہی آ جاؤں گا قاصد نے واپس جا کر ولید کو صُورتِ حال سے آگاہ کیا۔

تو مروان لعین نے کہا! اَے ولید حسین علیہ السلام بغاوت پر آمادہ ہے اس لئے وہ تجھ سے نہیں ملے گا،،

ولید نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا خاموش رہ حسین بدعہد نہیں ہیں اور وہ جو وعدہ کریں گے اُسے پُورا کریں گے،،

کو ملکے بر صفتِ آدمی است
اُوست کہ سر تا قدم مردمی است
تاجِ وفا بُرسرِ اُو افسر است
افسرِش از فرقِ فلک بر تر است

روایات میں آتا ہے کہ حضرت ولید خُدا ترس انسان تھے اور اہلِ بیت کا احترام واکرام کرتے تھے جب اُنہوں نے امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی وفاداری اور پاکیزگی کا اظہار کیا تو مروان خاموش ہوگیا،،

وقت ان چاروں کو بلا کر اُن سے "یزید" کے لئے بیعت طلب کر اگر مان جائیں تو فبہا ورنہ تیز تلوار کا حکم اُن پر نافذ کر،،

بالخصوص حسین ابن علی اور عبداللہ بن زبیر کے سلسلہ میں ہرگز تاخیر نہ کر اور والیِ شام کی موت کا راز افشا ہوسے پہلے پہلے ان دونوں سے یزید کی بیعت لے کر اُس کی حکومت کو مجبوو مستحکم کردے،،

ولید کا پیغام امام کے نام

ولید نے حضرت امام حسینؑ اور حضرت عبداللہ بن زبیر کو بلانے کے لئے ایک شخص کو روانہ کیا جب وہ شخص مسجد نبوی میں پہنچا تو ہر دو حضرات اُس وقت آپس میں باتیں کررہے تھے اُس نے دونوں کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کو امیرِ ولید نے بُلایا ہے اُنہوں نے کہا کہ تُو جا ہم تیرے پیچھے آتے ہیں جب وہ شخص واپس چلا گیا تو ابن زبیر نے امام حسین علیہ السلام سے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ ولید نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟

امام عالی مقام نے فرمایا میرے خیال میں حاکمِ شام کی موت واقع ہوگئی ہے میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ اُس کا منبر اُلٹ گیا ہے اور اُس کے محل میں آگ گر رہی ہے اَب جو ہمیں بلایا گیا ہے تو اِس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ ہم سے یزید کی بیعت طلب کریں،،

ابن زبیر نے کہا! اگر اُن کی یہی روش ہوئی تو آپ کیا کریں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا! میں نے سُنا ہے کہ یزید شراب وغنا کا رسیا ہے اور ہم لوگ بقیہ آلِ رسول ہیں ہم ایسے شخص کی اِتباع کیسے کر سکتے ہیں یہ دونوں حضرات ابھی یہ بات کر رہے تھے کہ ولید کے ایلچی نے دوبارہ آ کر کہا! ولید آپ کا انتظار کر رہا ہے،،

امام عالی مقام نے فرمایا یہ سب کیا ہے اور کس بات کی جلدی ہے مُجھے بلانے کی ضرورت نہیں میں خود ہی آ جاؤں گا قاصد نے واپس جا کر ولید کو صُورتِ حال سے آگاہ کیا،

تو مروان لعین نے کہا! اے ولید حسین علیہ السلام بغاوت پر آمادہ ہے اس لئے وہ تجھ سے نہیں ملے گا،،

ولید نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا خاموش رہ حسین بدعہد نہیں ہیں اور وہ جو وعدہ کریں گے اُسے پُورا کریں گے،،

کو ملکے بر صفتِ آدمی است
اُوست کہ سر تا قدم مردمی است
تاجِ وفا بر سرِ اُو افسر است
افسرش از فرق فلک بر تر است

روایات میں آتا ہے کہ حضرت ولید خُدا ترس انسان تھے اور اہلِ بیت کا احترام واکرام کرتے تھے جب اُنہوں نے امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی وفاداری اور پاکیزگی کا اظہار کیا تو مروان خاموش ہوگیا،،

امام حسین کی ولید سے ملاقات

امام حسین علیہ السلام ولید کے قاصد کو واپس کرنے کے بعد جب اپنے گھر تشریف لے گئے اور اپنے تیس ۳۰ غلاموں اور موالی کو مسلح کر کے فرمایا ہمارے ساتھ دارالامارت کی طرف چلو اور ولید کے دروازے پر بیٹھ جانا اگر میری آواز بلند ہوتے سنو تو فوراً اندر آ جانا اور جب تک تمہیں یقین نہ آ جائے کہ وہ لوگ میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں تو اُس وقت تک کسی سے جھگڑا نہ کرنا

بعد ازاں امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عصا مبارک ہاتھ میں لیا اور اپنے موالی کو دوبارہ ہر بات سمجھانے کے بعد ولید کے گھر تشریف لے گئے اور دیکھا کہ ولید مروان کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے جب آپ اُن کے پاس پہنچے تو ولید نے اُٹھ کر آپ کی تعظیم کی آپ نے اپنی جگہ پر بیٹھ کر فرمایا مجھے کس لئے بلایا گیا ہے،،

اُنہوں نے باپ کی وفات اور بیٹے کی بیعت کے سلسلے میں تمام باتیں آپ نے فرمایا مجھ جیسے شخص کا چھپ کر بیعت کرنا مناسب نہیں کل اس خبر کا اعلان کر کے سب لوگوں کو جمع کر و اس وقت جو مناسب ہو گا عمل میں لایا جائے گا،،

ولید نے کہا! اے ابا عبداللہ آپ نے نہایت سنجیدہ اور مناسب گفتگو فرمائی ہے آپ بصد شوق واپس تشریف لے جائیں اور کل دوبارہ

تشریف لے آئیں،،

ولید نے بات ختم کی تو مروان نے اُسے کہا اُے امیر! حسین علیہ السلام کو ابھی پکڑ لے اگر تُو نے اسے ایک مرتبہ چھوڑ دیا تو دوسری بار اسے پکڑ لینے پر قادر نہیں ہو سکے گا اسے پکڑ کر قید کر لیا جائے یہاں تک کہ یہ یزید کی بیعت کرے اور اگر انکار کرے تو اس کا سر کاٹنے کا حکم دیا جائے،،

امام حسین علیہ السلام یہ سُن کر غضب ناک ہو گئے اور مَروان کی طرف دیکھ کر فرمایا اُے ابن زرقاء کس کی طاقت ہے کہ میرے متعلّق ایسی حرکت کا خیال بھی دل میں لا سکے تو تو میرا سر کاٹنے کا حکم دے کر دیکھ لے جو شخص بھی اس ارادے سے میری طرف بڑھے گا میں اس کے خون سے زمین کو رنگین کر دوں گا پھر آپ نے ولید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا! تو جانتا ہے ہم اہلِ بیتِ نبوّت اور معدنِ رسالت ہیں ہمارا گھر مقامِ رحمت اور فرشتوں کے آنے کی جگہ ہے ہم یزید کی بیعت کس طرح کر سکتے ہیں جب کہ وہ شراب پیتا ہے اور مختلف قسم کے فسوق اُس سے صادر ہوتے ہیں کل جب انعقادِ مجلس ہوگا تو جو کچھ کہنا ہوگا ہم کہیں گے اور سُنیں گے اور دیکھیں گے کہ خلافت کا زیادہ مُستحق کون ہے جب امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی آواز بلند ہوئی تو دروازے پر بیٹھے ہوئے آپ کے غُلام دار الامارۃ کے اندر آنا چاہتے ہی تھے کہ آپ تیزی کے ساتھ باہر آ گئے اور اُنہیں اندر جانے سے منع فرمادیا اور اپنے بیت الشرف کو تشریف لے گئے،،

مروان اور ولید کی گفتگو

آپ کے جانے کے بعد مروان نے ولید کو کہا! اے امیر تو نے میری بات پر عمل نہیں کیا اور حسین علیہ السلام کو ہاتھ سے نکل جانے دیا خُدا کی قسم اَب تیرا دوسرا حکم اس پر کبھی جاری نہیں ہو سکے گا۔

ولید نے کہا! افسوس اَے مروان تو مجھے قتلِ حسین پر اکسا رہا ہے خدا کی قسم اگر مشرق و مغرب کی دُنیا بھی مجھے دے دی جائے تو میں جب بھی اُنہیں قتل کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

اُے مروان کل قیامت کے دن قاتلانِ حُسین کا دامن نیکیوں سے خالی ہوگا اور جس شخص کے میزان کے پلڑے میں ایسی چیز ہو گی یقیناً قیامت قائم کرنے والے اللہ تعالیٰ کی نگاہِ رحمت اُس پر نہیں پڑے گی بلکہ وہ شخص عذابِ الیم اور عتابِ عظیم کی مستحق گردانا جائے گا۔

روزِ جزا کشندۂ فرزندِ مُرتضیٰ
بے شُبہ لائقِ درکاتِ جہنّم است
بس کور دل کسے کہ کُند قصدِ سرِ وی
کو نورِ چشمِ سیّدِ اولادِ آدم است

مروان یہ باتیں سن کر خاموش ہو رہا اور ولید نے ایک شخص کو ابن زبیر کو بلانے کے لئے بھیج دیا حضرت ابن زبیر نے کچھ دیر تاخیر کا بہانہ بنایا

اور جب رات ہوگئی تو اپنے خاص ساتھیوں کو لے کر عام راستے سے ہٹ کر عازمِ مکہ معظّمہ ہوگئے،

ولید نے کچھ لوگوں کو اُن کے پیچھے روانہ کیا مگر وہ اُنہیں راستے میں کہیں نہ پا کر واپس آگئے۔

ولید اور یزید کی خط و کتابت

ولید نے یہ سب صُورتِ حال لکھ کر یزید کی طرف قاصد بھیج دیا جس کے جواب میں یزید نے لکھا! لوگوں کو دوسری بار جمع کیا جائے اور ابنِ زبیر کو اُس کے حال پر چھوڑ دیا جائے وہ جہاں کہیں بھی جائے گا میرا تشدّد اُس کے ساتھ جائے گا البتہ حُسینؑ علیہ السلام کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے اور میری نوازشات کی اُمید رکھ میں تیرے مناصب میں اور بھی اضافہ کر دوں گا۔

ولید نے یہ خط پڑھا تو کہا !

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

اگر یزید مجھے تمام زمین کی بادشاہی بھی دے دے تو جب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو شہید کرنے کی جرأت و جسارت نہیں کر سکتا جب کہ یزید کی حکم عدولی کے صلہ میں جو نقصان بھی مجھے پہنچے گا اُسے برداشت کرلوں گا۔

ولید کا پیغام امام کے نام

روایت آئی ہے کہ ولید نے ایک راز دار کے ذریعے یزید کا مضمون سیّدنا امام حسین علیہ السلام کو لکھ کر بھیج دیا اور پیغام بھیجا اے ابنِ رسول اللہ! مجھے یزید کی طرف سے مسلسل خط اور پیغام آ رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر دوں ہیں۔

میں اس سلسلہ میں شدید حیران و سرگردان ہوں۔

بحالِ خویش فروماندہ و پریشانم
رہ بروں شدن از کارِ خُود نمیدانم

حسین روضہ رسول پر

امام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام اِس صُورت حال سے آگاہ ہوئے تو خاموش ہو رہے یہاں تک کہ رات ہو گئی تو آپ نے تاجدارِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر عرض کی!

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں آپ کی بیٹی جناب فاطمہ بتول کا بیٹا ہوں آپ نے اپنے وصال کے وقت اپنی اُولاد کے شرف کے بارے میں اُمت کو اذکرکم اللّٰہ فی اھل بیتی کا نکتہ سمجھایا تھا مگر ان لوگوں

نے آپ کے فرمان کان لم یکن کو نظر انداز کر دیا ہے اور مجھے ضائع و محروم اور بے بہرہ و مہجور کر دیا ہے۔ یہ اِن جفا کاروں کی بے وفائی کا اجمالی خاکہ ہے جب میں آپ سے ملاقات کروں گا تو اِن واقعات کو تفصیل کے ساتھ عرض کروں گا' یہ عرض کرنے کے بعد آپ بہت زیادہ روئے اور پھر نماز میں مشغول ہو گئے اور صبح طلوع ہونے سے کچھ دیر پہلے واپس گھر آ گئے'' دن گزر گیا تو آپ دوسری رات نانا جان کے مزارِ اقدس اور مشہدِ معطر و منور پر حاضر ہو گئے''۔

ہزار جانِ گرامی فدائے روضۂ اُو

نانا جان سے ملاقات

آپ بعد از مناجات رفع حاجات روتے روتے اپنا سرِ انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور پر رکھ کر سو گئے تو خواب میں دیکھا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملائکہ کے ایک عظیم لشکر کے ساتھ تشریف لائے اور اُن کا سر اپنے مبارک سینے سے لگا لیا پھر اُن کی پیشانی چوم کر فرمایا:

اے حسین تیرے ماں باپ اور بھائی تمام حُزن وملال کے ساتھ میرے پاس آئے ہیں اور تیرے دیدار کے مشتاق ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں تو بھی نہایت مغموم واندوہناک میرے پاس آیا ہے اور تیرے لئے جنت میں بہت بڑا مقام ہے جو سوائے شہادت کے حال نہیں ہو سکتا۔

امام عالی مقام نے عرض کی نانا جان مجھے دُنیا میں واپس جانے کی خواہش نہیں آپ مجھے پکڑ کر قبر کے اندر اپنے پاس ہی لے آئیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! میرے بیٹے تیرا دنیا میں واپس جانا ضروری ہے تاکہ تو شہادت کا درجہ حاصل کر کے ثواب عظیم کو پہنچے۔

امام عالی مقام خواب سے بیدار ہوئے تو آپ کی نگاہوں میں جدّ بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خیالِ جمال بسا ہوا تھا اور حصولِ درجات کی خوشخبری اور مژدہ شہادت آپ کے کانوں میں رس گھول رہا تھا چنانچہ آپ کا دل مدینہ منوّرہ سے اُٹھ گیا اور آپ نے مکّہ معظّمہ کی تیاری شروع کر دی بعدازاں آپ نے اپنے اہلِ بیت کو بُلا کر اس صُورتِ حال سے آگاہ کیا تو اُحباب واقربا اندوہگین اور غمزدہ ہو گئے۔

والدہ کے مزار پر

آئندہ شب کو امام عالی مقام اپنے برادرِ مکرّم سیّدنا امام حسن علیہ

السلام اور والدۂ مکرمہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے مزاراتِ مقدسہ کی زیارت کے لیے جنت البقیع میں تشریف لے گئے برادر مکرم سے رخصت ہو کر والدہ معظمہ کی قبرِ اطہر پر آئے اور کہا امّی جان آپ پر سلام ہو آپ سے رُخصت لینے اور آخری زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

روضۂ زہرا سے آواز آئی اُے ماں کے مظلوم وشہید تجھ پر بھی سلام ہو۔

سرکارِ دو عالم سے دُوسری ملاقات

امام عالی مقام اِس کے بعد دیر تک ماں کی قبر کے پاس روتے رہے اور پھر آدھی رات کے وقت الوداعی سلام کہہ کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشہدِ مقدّس پر حاضر ہوئے تا کہ آدابِ رخصت بجالائیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سلام عرض کرنے کے بعد قبرِ انور کا طواف کیا اور نماز میں مشغول ہو گئے بعد ازاں آپ پر نیند غالب آ گئی تو دُوسری مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خواب میں تشریف لا کر نواسے کا سر آغوش میں لے لیا امام عالی مقام نے عرض کی یارسول اللہ! میں اُمّت کی جفاؤں سے تنگ آ گیا ہوں اور مجبوراً آپ کی زیارت سے محروم ہو رہا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ دوبارہ آپ کی زیارت نہیں کر سکوں گا۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عنقریب تو میرے پاس آجائے گا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تُو بھوکا پیاسا کربلا کی زمین پر گرا پڑا ہے تیرا جسمِ نازنین کٹا پھٹا ہے اور سر مبارک تیرے جسم سے الگ پڑا ہوا ہے اے میرے حسینؑ صبر کا دامن تھام کر رکھ اور مردانہ وار اپنا کام پورا کر زیادہ دیر نہیں گذرے گی کہ تو بھی اپنے مغموم باپ مظلوم بھائی اور غمزدہ ماں کی طرح میرے پاس پہنچ جائے گا اور میرے ساتھ خوانِ بہشت پر بیٹھ کر خالق العباد کی شاخِ عنایت سے ثمرِ مراد حاصل کرے گا۔

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں! میں نے اسی اثناء میں اپنے جدِّ امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا تو آپ کا روئے گلنار زعفران کی طرح زرد تھا اور مشکبار گیسو گرد و غبار میں اَٹے ہوئے تھے میں یہ حال دیکھ کر ڈر گیا اور عرض کی یارسول اللہ آپ پر یہ کیسی حالت طاری ہے۔

آپ نے فرمایا! اے میری آنکھوں کے نُور اور پسندیدہ بیٹے یہ خاکِ کربلا کی نشانی ہے اس کے ساتھ ہی امام حسین علیہ السلام بیدار ہو گئے اور آپ کو اپنی شہادت کا یقینِ کامل ہو گیا بعد ازاں آپ نے مکہ معظمہ چلے جانے کا عزمِ صمیم کیا اور چار شعبان ساٹھ ہجری جمعرات کے دن مدینہ منورہ کو خیر باد کہا مکہ معظمہ جانے والی بڑی شاہراہ کا انتخاب کر لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرگردانی مصر سے فرار اُن پر قبطیوں کے حملے اور فرعون کے

خوف کو یاد کر کے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

فَخَرَجَ مِنۡهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیۡ مِنَ
الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ

پس اس شہر سے نکلا ڈرتا ہوا اس انتظار میں کہ اب کیا
ہوتا ہے عرض کی اے میرے رب مجھے ستمگاروں سے
بچالے۔

﴿سورۃ القصص آیت ۲۱﴾

مدینہ سے بجانب مکہ

آپ روانہ ہونے لگے تو آپ کے آزاد کردہ غلاموں اور بہی خواہوں نے عرض کی اے ابن رسول اللہ! آپ اپنے نانا جان کے غیرتِ خُلد بریں روضۂ اقدس کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا! پیارے دوستو میں اپنی مرضی اور اپنے اختیار سے نہیں جارہا۔

بکامِ عاشقِ بیدل زکوئے یار نرفت
کسے ز روضۂ جنّت با ختیار نرفت

امام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام نے اس بارے میں جو کلام فرمایا اس مضمون کا ترجمہ یہ ہے۔

بمراد دل خود من زسرِ قبرِ نبی
بسوئے ہیچ سفرداں کہ مقید نروم
گر خزائن سویم از لعل وزبرجد آرند
من بداں لعل و زبر جد آرند
من بداں لعل و زبر جد زبر جد نزدم
لیکن از جو را عادے زچنیں جا و مقام
با یدم رفت ولیکن بدلِ خود نروم

عبداللہ بن مطیع سے ملاقات

راستے میں ایک مقام پر عبداللہ بن مطیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی جو کہ مکہ معظمہ سے آرہے تھے اُنہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی اے ابنِ رسول اللہ! آپ کہاں جارہے ہیں اور کیا ارادہ رکھتے ہیں؟

کر دہ ای عزمِ سفر لطفِ خُدا یار تو باد
فضلِ حق از ہمہ آفات نگہدار تو باد

امام عالی مقام نے فرمایا اے عبداللہ ظالموں کے ہاتھوں تنگ آ کر اپنے شہر اور وطن کو چھوڑ رہا ہوں احباب واصحاب کی صحبتوں کو خیر باد کہہ کر حرم کی طرف جارہا ہوں کہ ارشادِ ربانی ہے وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا مجھے اپنے

شہر میں ہر روز ایک رنج وغم اور ہر ساعت ایک نئی مصیبت اور نئے الم سے واسطہ رہتا تھا۔

گردوں ہمہ اسباب غم می سازد
وزمن بکسے دگرنمی پر دازد
از خاکِ در جد خُودم دُور انداخت
چوں باد بگردِ عالم می تازد

اس وقت تو مکۂ معظمہ جا رہا ہوں وہاں جا کر اقتضائے حالات کے مطابق عمل کیا جائے گا

• عبداللہ نے کہا! اللہ تبارک وتعالیٰ آپ لوگوں کو صحت وسلامتی اور عافیت وکرامت کے ساتھ رکھے۔

اقبال مطیع و بخت یارت بادا
توفیقِ رفیقِ روز گارت بادا

اے ابنِ رسول! میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا ہے اگر اجازت فرمائیں تو عرض کروں؟

امام عالی مقام نے فرمایا! تو میرا دوست ہے اور دوستوں کی باتیں سُنی اور مانی جاتی ہیں جو کہنا ہے کہو۔

عبداللہ نے کہا! اُے ابنِ رسول اللہ آپ اس وقت تمام عالم کے سردار اور اولادِ آدم میں سب سے بہتر ہیں آپ مکہ معظمہ تشریف لے جائیں

اور وہیں پر رہیں اہلِ مکہ کسی دوسرے کو آپ پر ترجیح نہیں دیں گے۔

جبکہ اہل کوفہ اُلجھانے کی کوشش کریں گے اُن کی چاپلوسی اور فریب میں ہرگز نہ آنا، آپ کے والد گرامی نے اسی علاقے میں شربتِ شہادت نوش فرمایا تھا، نیز اُن لوگوں نے آپ کے برادرِ مکرّم سے بھی وفا نہ کی اور اُنہیں طرح طرح کے دُکھ دیئے، مجھے معلوم ہے کہ وہ آپ کو بھی بلانے کی کوشش کریں گے اور پھر آپ کو بلا کر اکیلا چھوڑ دیں گے اور ہرگز وعدہ وفائی نہیں کریں گے کیونکہ ان کوفیوں کی جبلّت میں وفا نہیں ہے۔

امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ کی باتوں کی تصدیق وتائید فرماتے ہوئے اس کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

بعدازاں آپ منازل ومراحل طے کرتے ہوئے جوارِ مکہ مکرمہ میں پہنچ گئے اور جب آپ کی نگاہیں مکہ معظمہ کے پہاڑوں پر پڑیں تو آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال اور مدین پہنچنے کو یاد کر کے یہ آیت کریمہ تلاوت کی!

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ
يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ

اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوا کہا قریب ہے کہ میرا
رب مجھے سیدھی راہ بتائے۔

﴿سورۃ القصص آیت ۲۲﴾

اہلِ مکّہ کا حُسنِ سلوک

اہلِ مکہ کو آپ کی تشریف آوری کا پتہ چلا تو آپ کے اعزاز و اجلال اور استقبال کے لئے مکہ معظّمہ سے باہر نکل آئے اور آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور کمال مسّرت وشادمانی کا اظہار کرتے ہوئے زبانِ حال سے یہ نغمہ اہلِ وجدان وحال کی سماعت تک پہنچایا۔

دولتِ وصلِ تو دائم زِ خُدا می جستیم
کعبۂ کُوئے تو از راہِ صفا می جستیم
ہر سحر گاہ باخلاص تمام از سرِ صدق
دست برداشتہ بودیم و ترا می جستیم
طاقِ ابرُوے تو کاں قبلۂ مشتاقاں ست
گاہ و بے گاہ بمحرابِ دُعا می جستیم

امام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام نے جس گھر میں نزول اجلال فرمایا وہاں پر لوگ گروہ در گروہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضری دیتے۔

جب یزید کو یہ خبر پہنچی کہ امام حسین علیہ السلام اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ معظّمہ چلے گئے ہیں تو اُس نے اُنہیں گرفتار نہ کرنے کی سزا کے طور پر ولید کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ ابنِ اشدق

کومدینہ منورہ کا گورنر بنادیا۔

مکہ معظمہ کا گورنر سعید بن عاص تھا چنانچہ امام حسین علیہ السلام کا موذن انتہائی بلندی پر جا کراذان کہتا تو لوگ جوق در جوق جمع ہو کرامام عالی مقام کے ساتھ نماز ادا کرتے سعید اس صورت حال سے خوفزدہ تھا کہ اچانک حج کے دنوں میں اطراف و جوانب کے لوگ جمع ہوئے تو امام حسین علیہ السلام کے ہواخواہوں نے اُسے قتل کر دینے کا ارادہ کرلیا۔

سعید مکہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ میں چلا گیا اور وہاں یزید کو خط لکھا جس میں امام عالی مقام کی مکہ معظمہ میں آمد اور آپ کی طرف لوگوں کے مائل ہونے کا حال درج تھا۔

اہلِ کُوفہ کی خط و کتابت

جب اہلِ کوفہ نے سُنا کہ حاکمِ شام کا انتقال ہو گیا ہے اور امام حسین علیہ السلام یزید کی بیعت سے انکار کرتے ہوئے مدینہ منوّرہ کو چھوڑ کر مکہ معظّمہ عظمہا اللہ تشریف لے گئے ہیں تو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے تعلق رکھنے والے لوگ سلیمان بن صُرد کے گھر میں جمع ہو گئے۔

سلیمان نے کہا! دوستو یزید چاہتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام اُس کی بیعت کرلیں مگر اُنہوں نے انکار کر دیا ہے اور اپنا شہر چھوڑ کر مکہ معظمہ چلے گئے ہیں تم لوگ اُن کے اور اُن کے باپ کے شیعہ ہو اُن کا ساتھ دو تا کہ حق

اپنے مرکز پر قائم ہو جائے سلیمان کے جواب میں میتب فزاری، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر، محمد بن کثیر، رقاء بن عازب، محمد بن اشعث عبدالرحمٰن بن ابی مخنف عبداللہ بن عضیف، طارق بن اعمش اعمش بن طارق، مختار بن ابی عبیدہ ثقفی، اوران کی مثل دُوسرے ستر سردارانِ کوفہ نے قاضی شریح کے ہاتھوں پر قسم کھائی کہ ہم لوگ حضرت علی علیہ السلام کی خیر خواہی میں کوئی خطا نہیں کریں گے اور امام حسین علیہ السلام کی اُمّت پر مال و جان فدا کر دیں گے۔

بعد ازاں اُن لوگوں نے ایک خط لکھا جس میں اظہارِ نیاز مندی کرتے ہوئے لکھا کہ فلاں فلاں شخص آپ کو بہت بہت سلام و نیاز پیش کرنے کے بعد اِلتجاء کرتا ہے کہ آپ کے باپ کے دشمن کا بیٹا کیسا ہے کہ مُسلمانوں سے مشورہ کیئے بغیر آمرانہ حکومت قائم کر لے۔

ہم لوگ جو کہ آپ کے مُحبّ اور آپ کے والدِ گرامی کے شیعہ ہیں اُس کی خلافت و امامت پر خوش نہیں اور ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ کے زیرِ کمان دشمنوں سے جنگ کریں اور اپنے اُموال اور جانیں آپ کی بے بدل ذات پر نثار کریں، لہٰذا آپ اپنی اقبال مندی کی وجہ سے ہماری طرف توجہ دیں آپ کی تشریف آوری ہمارے لئے وجہ فرحت و سُرور اور بہجت و حبور ہو گی کیونکہ آپ مضبوط امام، ہمارا بڑا [illegible] سردار اور واجب الاتباع خلیفہ ہیں،

اس وقت ہمارے پیشوا اور امام حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ہیں وہ بوڑھے اور کمزور انسان ہیں اِس لئے نہ تو کوفہ کے امیر لوگ اُن کے پاس جمع ہوتے ہیں اور نہ کوئی فقیر اُن کی بات سُنتا ہے وہ اکیلے قصرِ امارات میں بیٹھے رہتے ہیں اور سوائے عید اور جمعہ کی نمازوں کے اپنے دروازے بند رکھتے ہیں اگر آپ قدم رنجہ فرمائیں تو آپ کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے ہم نعمان کو کوفے سے نکال دیں گے اور بنا بنایا لشکر لے کر شام کی طرف چڑھائی کر دیں گے۔

زتو رایتِ دولت افراختن
زما لشکرے بیکراں ساختن
سپاہے چوں آشفتہ پیلانِ مست
ہمہ نیزہ و گرز و خنجر بدست
چوں با تیغ آہنگ خون آورند
زِسنگ آب و آتش بروں آورند
چوں تیر از کماں در کیں آورند
سرِ آسماں بر زمیں آورند

جو شخص سرکشی کی بناء پر امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کے دامنِ اطاعت میں خیمے کے پائے کی طرح نہیں کھینچے گا اُس کی گردن میں طناب ڈال کر خیمہ کی میخ کی طرف کوٹ کوٹ کر زمین میں ٹھونک دیا جائے

گا، اور جو قلم خلوص کے ساتھ آپ کی غلامی پر کمر بستہ نہیں ہو گی سپاہِ ظفر پناہ اُس کی آنکھوں کے چشمے میں سنان کے ساتھ سیاہ پانی اُتار دے گی اور ہم اُس کا بند بند الگ کر دیں گے۔

آں جا کہ گردنانِ جہاں سَر بر آورند
جُز تیغِ آب دار تو مالک رقاب نیست
دُشمن گہ قتال سوالے کند اگر
غیر از زبانِ تیرِ تو او رُا جواب نیست

القصّہ ان لوگوں نے بے حد مبالغے سے کام لیتے ہوئے اور باتوں کا طومار باندھتے ہوئے امامِ عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے جمالِ باکمال کے اشتیاق کا اظہار کیا۔

اُے آرزوے دیدۂ دل اندر ہوائے تُست
جانہا اسیرِ سلسلۂ مُشکسائے تست
ماجاں فدائے خنجرِ تسلیم کردہ ایم
خواہی بدارو خواہ بکش رائے رائے تست

امام حسین کا سکوت

بہر کیف! اُن لوگوں نے یہ خط عبید اللہ بن سبلع ہمداری اور عبد اللہ بن مسمع بکری کو دے کر امامِ عالی مقام کی خدمت میں بھیج دیا امامِ عالی مقام

نے خط پڑھا اور قاصدوں کو ہاں یا نہ کسی بھی صُورت میں کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی اس خط کو جواب دیا یہاں تک کہ قاصدوں کی واپسی میں کافی دیر ہوگئی جب یہ لوگ ناکام واپس گئے تو کوفہ کے سرداروں نے بشیر بن مشہر صیدادی اور عبدالرحمٰن بن عبید ارجعی کو بھیجا کہ وہ امام عالی مقام کو ساتھ لے کر آئیں ان لوگوں کے پاس کوفے کے سرداروں کے پچاس خط تھے۔

"نُورالائمہ خوارزمی" میں روایت آئی ہے کہ اہلِ کوفہ نے ایک سو بیس خُطوط امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجے مگر آپ نے ان میں سے کسی خط کا بھی جواب نہ دیا۔

خُطوط پر خُطوط

بعدازاں اہلِ کُوفہ نے ہانی بن سبیعی اور سعید بن عبداللہ خثعمی کو بہت زیادہ خطوط دے کر بھیجا اور ان لوگوں کے جانے کے بعد شیث بن ربعی، عروہ بن قیس، عمرو بن الحجاج اور کوفہ کے جمیع اَربابِ اقتدار و اختیار نے بالاتفاق ایک خط لکھا اور سعید بن عبداللہ ثقفی کے ہاتھ مکّہ معظّمہ کی طرف بھیجا یہ لوگ یکے بعد دیگرے آستانۂ اقدس ولایت پناہ پر حاضر ہوئے اور امام عالی مقام کی خدمت میں عریضے پیش کیے تمام خطوط کا مضمون پہلے خط کے مطابق تھا۔

ابوالمفاخر رازی نے جو کتاب "مقتل" لکھی ہے اُس میں وہ چند شعر اہلِ کوفہ کی ترجمانی کرتے ہوئے اپنی نظموں سے لائے ہیں اُن میں سے

دوشعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

ہیچ رائے نیست مارا جُز وِصالِ رُوئے تو
ہیچ دا ے نیست مارا جز خمِ گیسوئے تو
بر عدو بکشا کمیں و ز دوستاں نصرت طلب
اے نہادہ حق تعالیٰ فتح در بازوے تو

اِمامِ حسین کا خط

کُوفیوں کا سلسلۂ خط و کتابت حد سے بڑھ گیا تو امامِ عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام نے اُنہیں گرامی نامہ تحریر فرمایا!

ہمیں تمہارے محبت و مودّت بھرے خطوط ملے اور تمہارے اشتیاقِ ملاقات اور شدتِ انتظار پر اطلاع ہوئی، ہم تمہارا مقصد پورا کرنے کے سلسلے میں تاخیر و تساہل کو مناسب نہیں سمجھتے اس لئے ابھی اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو تمہارے پاس بھیج رہے ہیں تاکہ وہاں کی صُورتِ حال اور تُمہاری باتوں کی تصدیق ہو سکے، اگر تم لوگ اپنی سابقہ باتوں پر قائم ہو تو اُن کی بیعت کر وہ وہ جس وقت ہمیں تُمہاری بیعت کی اطلاع دیں گے ہم اُسی وقت تمہاری طرف متوجہ ہو جائیں گے، تمہیں چاہیے کہ مُسلم کے ساتھ محبّت اور تعاون کے ساتھ پیش آؤ اور اُن کی طرف سے منہ نہ پھیرو اِس لئے کہ کتاب اللہ پر عمل کرنے والا عالم و عادل امام فاسق و ظالم حاکم کے برابر نہیں ہوتا۔

امام حسین اور ابن عباس کی گفتگو

روایت آئی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے مُلاقات کی تو اثنائے گفتگو میں اہلِ کُوفہ کا تذکرہ چھڑ گیا،

امام عالی مقام نے فرمایا! اے ابنِ عباس آپ جانتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیٹی کا بیٹا ہوں؟

حضرت ابن عباس نے کہا! اللّٰھم نعم

ہاں آپ نے سچ فرمایا ہے میں عرصۂ عالم میں سوائے آپ کے اور آپ کے بھائی امام حسن علیہ السلام کے کسی شخص نہیں جانتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیٹی کا بیٹا ہو جبکہ اس وقت تمام رُوئے زمین پر سوائے آپ کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی نواسہ موجود نہیں اور آپ کی نُصرت و معاونت تمام اُمّت پر فرض ہے،

امام عالی مقام نے فرمایا! اے ابنِ عباس آپ اُن لوگوں کے حق میں کیا کہتے ہیں جنہوں نے مجھے میرے گھر اور ولادت کدہ سے باہر نکال دیا اور مجھے میرے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پڑوس سے دُور کر دیا ہے مجھے قتل کر دینا چاہتے ہیں یہاں تک کہ وہ مجھے کسی جگہ بھی قرار نہیں لینے دیتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آیت کریمہ یُخَادِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَخَادِعُھُمْ آخر تک تلاوت فرما کر کہا یا ابن رسول اللہ آپ گروہِ ابرار واخیار میں سے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ اُس خدا کی قسم جس کے قبضہ قُدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے میری اولاد کو ایسے لوگوں کے درمیان شہید کر دیا جائے گا جو امداد و تعاون کا وعدہ کریں گے مگر مدد نہیں کریں گے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے دِلوں اور زبانوں کے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔

اُے حسین! وہ لوگ آپ سے منہ موڑ جائیں گے اُس علاقہ میں نہ تو کچھ حظّ حاصل ہوگا اور نہ ہی اُن لوگوں سے کچھ ملے گا۔

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اللّٰھم اشھد، یا اللہ تو اس پر گواہ ہو جا،،

ابنِ عباس نے عرض کی! میری جان آپ پر قربان آپ کی باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھے اپنی شہادت کی خبر خود ہی دے رہے ہیں اور مجھے اپنے واقعات سے آگاہ کرتے ہوئے مُجھ سے نُصرت و معاونت کے طلبگار ہیں،

خدا کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے تلوار چلاتے چلاتے میرے دونوں ہاتھ گر جائیں مگر اِس کے باوجود بھی آپ کے حقوق کا حق ادا

نہیں کر سکوں گا میں اس وقت مدینہ منورہ کو جا رہا ہوں آپ بھی میرے ساتھ تشریف لائیں اور اپنے بزرگوار نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس کے پاس رہیں۔

امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا، مجھے دشمن کب قرار لینے دیتے ہیں میں اگر وہاں رہ سکتا تو ہرگز وہاں سے نہ آتا اور اُس نزہت گاہِ وصال سے مصیبتوں کی دُنیا طرف رُخ کر کے جدائی کے صدمات نہ جھیلتا۔

بیدلاں را نیست رہ در عشرت آبادِ وصال
بعد از ایں ما و فراق و گوشۂ ویرانہ ای
خانماں گر گشت ویراں شکر کز اقبالِ دوست
بر سرِ کوئے بلا داریم محنت خانہ ای

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی اے حسین علیہ السلام اگر آپ میرے التماس پر مدینہ منورہ جانے پر آمادہ نہیں تو خدا کے لئے کوفیوں کے خطوط کے فریب میں نہ آئیں اور اُن کے جھوٹے وعدوں پر حرم محترم کو چھوڑ کر نہ جائیں۔

امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام نے اپنے پروگرام کے مطابق حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی طرف روانہ فرما دیا اور حضرت ابنِ عباس کے مشورہ پر کچھ توجہ نہ دی کیونکہ قائدِ قضا آپ کی عنانِ طبع کو مع

اہل بیت کے سعادتِ شہادت کے حصول کی طرف کھینچ رہا تھا۔

با قضا بَر نمی تواں اویخت
با قدر بَر نمی تواں آمد
بر درے کز قدَر کُشادہ شوَد
جُز آں دَر نمی تواں آمد

یزید کی اصلی اور فرعی دُشمنی

راوی نے کہا ہے کہ مکہ معظّمہ کا گورنر بھاگ کر مدینہ منّورہ چلا گیا اور وہاں سے اُس نے شام کی طرف خط لکھا کہ سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی مکہ معظّمہ میں تشریف آوری ہو چکی ہے اور لوگوں نے اُن کی طرف رجوع کر لیا ہے اُس شقی کی اصلی اور فروعی دشمنی حرکت میں آ گئی اور اُس نے اپنی تمام ہمت و قُوّت امام حسین علیہ السلام کو روکنے کے لئے صرف کر دی اور اہلِ رائے لوگوں سے اِس باب میں مشورہ کیا۔

کنز الغرائب میں آتا ہے کہ یزید کو سیّدنا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اصلی اور فرعی دو قسم کی عداوت تھی درحقیقت فرع اصل کے تابع ہوتی ہے اور صُورتیں معنوں کے تابع ہوتی ہیں اور یہ اَرواح کے انکار کی وجہ سے ہے جو اشباح و اجسام کے درمیان ظاہر ہوئی اس میں پوشیدہ مفہوم کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کرام مومنین و اطاعت گُذار اور صالحین عظام کی ارواح

درجات کے فرق کے ساتھ حق تعالیٰ کے لُطف و رحمت کی مظاہر ہیں جبکہ کافروں، فاجروں، مُشرکوں، منافقوں اور فاسقوں کی اُرواح مقامات کے فرق سے حق تعالیٰ کے قہر و غضب کی مظاہر ہیں اور ہر طائفہ اپنی اصل کی طرف متوجہ ہے۔

كُلّ شيءٍ يرجع اِلىٰ اصلهٖ

یعنی ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔

پس وہ اُرواح جو لُطف و رافت کی مظہر ہیں اور آپس میں تناسبِ معنوی رکھتی ہیں انبیاء و اولیاء اور مومنوں کی اُرواح کی مانند ہیں چنانچہ میثاق کے دن قربتِ مناسبت کی مقدار پر جو موافقت اُن کے درمیان متعارف ہوئی تھی وہ اِس دنیا میں اُن کے اجسام کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ اُلفت و اُنس اور تالیف و استیناس ظاہر کرتی ہیں۔

اور وہ اُرواح جو قہر کا مظہر ہیں اور قُربتِ میثاقی رکھتی ہیں اُن کے اجسام تعارفِ اَرواح کی مقدار آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مالوف و مانوس ہیں۔

فما تعارف منها ایتلف

پس جو اُس سے پہچانتا ہے اُلفت کرتا ہے۔

چونکہ انبیاء کرام مومنین اور اُن کے پیروکاروں کی اُرواح اور کفّار اہلِ بدعت کی اُرواح کے درمیان اُلفت کی پہچان نہیں اور وہ آپس میں قربت

ومناسبت نہیں رکھتی ہیں چنانچہ انہوں نے میثاق کے دن لازماً ایک دوسرے کو نہیں پہچانا تھا اور وہی انکار آج ان کے درمیان اختلاف کی صُورت میں ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ وہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

وما تناکر منھا اختلف

اور جس نے اُس سے انکار کیا وہ اختلاف کرتا ہے۔

اِس اختلاف کا باعث وہ ہی ہے جو کچھ طائفہ کی ایک دوسرے کے ساتھ نسبت میں پوشیدہ تھا اپنے ظہور کو پہنچا، جیسا کہ مثنوی شریف میں بیان ہوا۔

دوستی و دُشمنی دَر عرنہاد
زاختلاف روزِ میثاق اُوفتاد
چُوں جہانِ کون درہم بستہ شُد
جنس با جنس اندر و پیوستہ اند
رُومیاں مَر رُومیاں را طالبند
زنگیاں ہم زنگیاں را راغبند
وآنکہ جنسِ ہم نبودند از نخست
ایں زماں دَر دُشمنی ہستند جست

انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ کافروں کی مخالفت، اشرار کی اخیار کے ساتھ معاندت اور صالحین کے ساتھ فاجروں کی مشاجرت اس جگہ پر

ظاہر ہوئی اور یہ عداوت و دشمنی ہمیشہ باقی ہے۔

لاجرم جب یزید تختِ حکومت پر بیٹھا اور قوّت حاصل کی تو فرصت ملتے ہی اپنی ضد سیّدنا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کیا جو کیا "

دو قسم کی مخالفتیں

کہا گیا ہے کہ صُوری مخالفت معنوی مخالفت کے تابع ہے پھر اِس صوری مخالفت کی دو نوعیتیں ہیں۔

﴿۱﴾ نوعِ اصلی

﴿۲﴾ نوعِ فرعی

اصلی نوع وہ ہے جو بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کے درمیان واقع ہوئی۔

یہ واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عبد مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار بیٹے تھے جن میں سے دو بیٹے حضرت ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبد الشمس جڑواں تھے جب یہ دونوں پیدا ہوئے تو دونوں کی پیشانیاں آپس میں جڑی ہوئی تھیں، گھر والوں نے اُنہیں الگ کرنے کی ہر چند کوشش کی مگر پیشانیاں الگ نہ ہوئیں، بالآخر دونوں کے چہروں کو تلوار کے ساتھ الگ کیا گیا،

جب یہ بات ایک عربی دانشور کو پہنچی تو اُس نے کہا ! انہیں چاہیے تھا کہ تلوار کی بجائے کسی دوسری چیز سے چہروں کو الگ کرتے کیونکہ تلوار سے الگ الگ کرنے کے باعث ان کی اُولاد کے درمیان ہمیشہ عداوت اور

دشمنی رہے گی اور ایک دُوسرے سے مخالفت کی تلوار کبھی نیام میں آرام نہیں کرے گی۔

نفس الامر میں وہ سب اِسی صُورت کے معنیٰ میں متحقق ہوا تھا جو رفادہ یعنی کھانا کھلانے کے سلسلہ میں حضرت ہاشم اور عبدالشمس کے بیٹے اُمیّہ کے درمیان واقع ہوا تھا اور حضرت ہاشم نے اُسے مکہ معظّمہ سے نکال دیا تھا،

اور وہ جو حضرت عبدالمطلبؓ اور حرب بن اُمیہ کے درمیان جھگڑے کی صُورت بنا اور وہ جو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوسفیان کی جنگوں کی صورت وقوع پذیر ہوا،

اور وہ جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور امیر معاویہ کے درمیان ظہور میں آیا،

اور وہ جو سب کچھ جو یزید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کیا یہ اُسی عداوتِ صوری کا نتیجہ تھا۔

عداوتِ فرعی

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے ساتھ یزید کی فرعی دشمنی کے دو سبب تھے۔

نمبر ایک (۱) امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے یزید کی

بیعت کرنے اور اُس کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا، نہ تو آپ نے یزید کے باپ کی زندگی میں اُس کی اطاعت کو اپنے صحیفۂ دل پر تحریر فرمایا اور نہ ہی اُس کے باپ کی موت کے بعد اُس کی بیعت کی بات سُن کر شرفِ قبولیت بخشا۔

نمبر دو ﴿۲﴾ یہ کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہٗ کے حرم میں اپنے وقت کی ایک بہت ہی خُوبصورت اور خوش جمال خاتون تھیں، یزید کو کسی نے اُس کے حسن و جمال کے بارے میں بتایا تو بِن دیکھے ہی اُس کا دل اُس کی محبّت میں بندھ گیا چنانچہ اُس کے خیال کے ساتھ زبانِ حال سے کہا!

بخبر عاشقِ جمال تو ایم
لاَ جرم طالبِ وصالِ تو ایم

مختصر یہ یزید نے متعدد حیلوں بہانوں اور تدبیروں سے کام لینا شروع کر دیا یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے اُس خاتون کو طلاق دے دی، یزید کو اس خبر سے بڑی خوشی حاصل ہوئی اور اُس نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو بھیجا کہ ابن زبیر کی مطلقہ کو اُس کے لئے حاصل کرے۔

ایک روز حضرت ابو موسیٰ اُس خاتون کے پاس یزید کی وکالت کے لئے جا رہے تھے کہ اثناء راہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہٗ سے ملاقات ہو گئی تو اُنہوں نے پوچھا! آپ کہاں جا رہے ہیں؟

ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا! ابن زبیر کی مطلقہ کے پاس جا رہا ہوں تا کہ اُس سے وکالتاً اور اصالتاً اُس کی خواستگاری کروں کیونکہ میں

نہیں جانتا وہ کس اُمر کو قبول کرے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر نے کہا! اُس سے کس کی وکالت کرنا ہے اور اصالت کا کیا معنیٰ ہے۔

ابو موسیٰ نے کہا! اصالت یہ کہ اگر وہ مجھے قبول کر لے اور وکالت یہ کہ اگر وہ یزید کو پسند کرے اور راضی ہو جائے۔

ابن عمر نے کہا! میری وکالت کے بارے میں بھی بات کریں اگر وہ رضامند ہو جائے تو اس کا نکاح میرے ساتھ کروا دینا۔

ابو موسیٰ نے کہا! ایسا ہی ہوگا راستے ہی میں حضرت ابو موسیٰ کی ملاقات حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہوگئی اور آپ کو اِس امر کا پتہ چلا تو فرمایا! ہم بھی آپ کو اپنی وکالت دیتے ہیں کہ اُس خاتون کا نکاح ہمارے ساتھ کروا دیں۔

چار میں سے ایک کا انتخاب

القصّہ حضرت ابو موسیٰ اشعری اُس خاتون کے پاس تشریف لائے اور سلام کے بعد اشارا کنایہ اور رُمز و اخفیٰ کے طریق پر گُفتگو کا آغاز کیا۔

خاتون نے کہا! آپ اشارہ و کنایہ کی بجائے واضح طور پر اپنا مقصد بیان کریں۔

حضرت ابو موسیٰ نے اِس مسئلہ سے پردہ اُٹھاتے ہوئے کہا آپ کی

ذات میں چار اشخاص کو دلچسپی ہے اور میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ ان میں سے جسے پسند کریں اُس کے ساتھ آپ کا نکاح کردوں۔

اوّل میں ہوں،

دوم یزید

سوم عبداللہ بن عُمر

اور چہارم حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام ہیں

خاتون نے کہا! میں جوان اور مالدار عورت ہوں جب کہ آپ سال خوردہ بوڑھے ہیں اور میں جوانِ نورسیدہ آپ کے اور میرے درمیان مناسبت نہیں اس لئے آپ اپنے لالچ کا پاؤں باہر نکال لیں اور بے غرض ہو جائیں تا کہ میں آپ سے مشورہ کروں۔

حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا! آپ نے میرے متعلّق جو کچھ فرمایا درست فرمایا ہے میں نے اب اس سودا کو سر سے نکال دیا ہے اور اس خیال سے باز آ گیا ہوں۔

تشریفِ وصال تو باندازۂ من نیست

خاتون نے کہا! اب آپ میری راہنمائی فرمائیں اور بتائیں کہ ان تینوں میں سے زیادہ حق دار کون ہے؟

ابوموسیٰ نے کہا! میں آپ کو ان کے اُمور کا پس منظر بتا دیتا ہوں بعد ازاں آپ جسے مناسب خیال کریں پسند کر لیں۔

خاتون نے کہا! بیان کریں؟

ابو موسیٰ نے کہا! اگر آپ مُلک و سلطنت کی خواہاں ہیں اور جاہ جلال کی طرف مَیلان رکھتی ہیں تو استیفائے لذّت و معاشرت خود یزید کو پسند کر لیں۔

اگر آپ ایک عابد و زاہد جوان اور خُوش جمال مرد کو چاہتی ہیں تو عبد اللہ ابن عمر مناسب رہیں گے۔

اور اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کو دُنیا میں حُسنِ خُلق اور لطافتِ خُلق مل جائے اور آخرت میں دوزخ سے نجات اور جنّت کے درجات حاصل ہوں اور باغِ رضوان میں آپ کو سیّدہ فاطمۃ الزہرا اور تمام اہل بیت کرام سلام اللہ علیہم کی ہمنشینی نصیب ہو تو آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کا انتخاب کر لیں کیونکہ !

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا ہے آپ نے فرمایا! جو عورت حُسینؑ کے نکاح میں آئے گی اور اُسے چھُو لے گی اُس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔

اگر آپ چاہتی ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہما کی عروسہ بنیں تو حرمِ حسین علیہ السلام کی خادمیت قبول کر لیں۔

خاتُون کا انتخاب

اُس خاتون نے کچھ عرصہ غور وفکر کرنے کے بعد کہا! دُنیا کا جاہ و مال فانی ہے اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مُجھے اس قدر عطا کر رکھا ہے کہ میری تمام عمر کے لئے کافی ہے اور اگر جوانی اور خوبصورتی ہے تو یہ بھی بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے جلد ہی زائل ہو جاتی ہے ولیکن اہل بیت عظام کی خدمت دولتِ ابدی اور سعادتِ سرمدی ہے،

پس حضرت ابوموسیٰ نے حکمِ وکالت کے ساتھ اُس کا نکاح حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کر دیا، اور اُس خُوش بخت نے دنیا وآخرت میں پیشوائے دو جہان کی غلامی اختیار کرلی۔

آں بندۂ ای کہ خدمتِ اُو اختیار کرد
اُورا خُدا دُر دوجہان بختیار کرد

جب اِس مبارک عقد کی خبر شام پہنچی تو یزید کے دل میں امام حسین کی دشمنی اور زیادہ ہوگئی اور اُس نے کہا کہ میں کس قدر مکر وحیلہ کرتا رہا یہاں تک کہ وہ عورت ابن زبیر کے حبالۂ عقد سے باہر آئی تو حُسین نے میرے احترام کونظر انداز کرتے ہوئے اس سے نکاح کرلیا،

چنانچہ جب عداوتِ اصلی کے ساتھ ان فروعی دشمنیوں کا الحاق ہوگیا تو اس نے امام حسین علیہ السلام کی ہلاکت کے لئے کمرِ عداوت باندھ لی اور

مکّاریوں میں مشغول ہو گیا یہاں تک کہ باغِ رسالت کا شجر اور اُس کی ذُرّیت کربلا میں پیاس سے پژمُردہ ہو گئے اور اب دوستوں اور محبّوں کے چشمۂ چشم سے پانی طلب کرتا ہے۔

دایم ز جُوئے دیدۂ ما آب می رَوَد
بہرِ نہالِ تشنۂ صحرائے کربلا
اَے دل فغاں برآر کہ دَر ماندہ گشتۂ است
شہزادۂ دوکون بغم ہائے کربلا

باب ہشتم

مُسلم بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور اُن کے بیٹوں کی شہادت

ہمائے ہوائے سیادت،

آفتابِ آسمانِ سعادت،

دلیلِ سبیلِ شہادت،

رفیقِ راہِ منزل محاسن وزیادت،

مُقتدائے زُمرۂ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰه ،

پیشوائے فرقۂ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰه،

شہسوارِ معرکۂ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ ،

صف شکنِ میدانِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ،

شاہِ مُلک سپاہ ماہِ فلک پناہ،

اُے حق ترا ستودہ و احمد نہادہ نام

جاں ہا فدائے نامِ تو یاسیّدِ اَنام

سُلطانِ تختِ اصطفیٰ حضرت بانُصرت یعنی جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المقر بین لر یہ والمنتسبین الیہ کاارشادگرامی ہے۔

ان العبد اذا سبقت له من اللّٰه منز لة لم یبلغها بعمله

یقیناً جب خُدا کا بندہ خُدا کے لئے خُدا کی طرف سے سبقت کرتا ہے تو یہ وہ مرتبہ ومنزلت ہے کہ بندہ اپنے عمل کے ساتھ وہاں نہیں پہنچ سکتا۔

یعنی وہ شائستہ انسان جس کی قدر و منزلت عظیمہ کے ساتھ منشور وصول اور بلند و بالا درجہ میں نزولِ ازل ہی میں اُس کے نام لکھا ہوا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے لا متناہی فضل و عنایت سے اُس کے لئے عزّت و کرامت مقرر کردہ اور مقدر شدہ ہے،

اِبتلاءوآزمائش راہِ منزل ہے

اِس مقام کی بلندی اور اِس مرتبہ کی عظمت میں زیادتی کا باعث یہ اَمر ہے کہ بندہ اچھے اعمال کے ذریعہ سے وہاں تک پہنچے، پس حکمتِ بالغہ کے بارے میں فرمایا !

ابتلاہ اللّٰہ فی جسدہ او فی ما لہ او فی ولدہ ثم صبرو اعلی ذلك حتیٰ یبلغہ المنز لة التی سبقت لہ

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اُس منزلت کو پانے اور اُس مرتبے پر پہنچانے کے لئے اُسے اُس کے جسم میں مبتلا فرما دیتا ہے ﴿یعنی اُس کے جسم کو امراض و اسقام اور آلام میں گرفتار کر دیتا ہے﴾۔

او فی ما لہ یا اُسے مال ومنال کی آزمائش میں ڈال دیتا ہے یعنی وہ مال ومنال جو اُسے دیا گیا تھا اُسے تلف کر دیتا ہے اور اُس شخص کو محتاج اور

بے برگ ونوا بنا دیتا ہے۔

او فی ولدہ ! یا اُس کا امتحان اُس کے بیٹے کے سلسلے میں ہوتا ہے یعنی اُس کے دل کے باغ کا ثمر فنا کی خزاں کے ساتھ شاخسارِ حیات سے گرا دیا جاتا ہے، اور اُس کی آنکھوں میں چراغ کی روشنی صرصرِ موت وہلاکت سے بجھادی جاتی ہے۔"

ثم صبرو اعلی ذالك پس اُس شخص کو اِن بلیّات وآفات پر صابر رکھا جاتا ہے اور اُسے اِن اذیتوں کو برداشت کرنے کے لئے توفیقِ شکیبائی عطا فرمادی جاتی ہے۔

حتیٰ یبلغه المنزلة التی سبقت لهٗ یہاں تک کہ اُسے اِن مصیبتوں کو صبر وتحمل سے برداشت کرنے کی بناء پر اُس منزل پر پہنچا دیا جاتا ہے جو اُس کیلئے حکمِ ازلی اور دیوانِ لم یزلی میں پہلے ہی سے مقدر کر رکھی تھی۔

اُے عزیز! رفیع وبالا منزلتیں، منیع واعلیٰ مناصب، بلند درجے، ارجمند رُتبے، صحرائے مصائب کے بلا کیشوں اور گوشۂ مشقت کے نامرادوں کے لئے مخصوص اور نامزد کئے ہوئے ہیں۔

ہر بلائے را عطائے در پے است
ہر کدورت را صفائے در پے است
زیرِ ہر رنج است گنجِ مُعتبر
خار دیدی چشم بکشا گل نگر

اولیاءاللہ کی جانوں میں مصیبتوں کی آگ کی چنگاری ڈال دینا اور شعلۂ حسرت سے صدیقوں کے جگر کو کباب بنانا بے فائدہ اور عبث کام نہیں"

کبھی معرکۂ محبّت کے دعویداروں کا خون تیغِ غیرت کے ساتھ میدانِ ہیبت میں گرایا جاتا ہے اور کبھی مملکتِ عشق و مودّت کے سروروں کا سر حکومت کے چاروں طرف زُلفوں کی تار کیساتھ لٹکا دیا جاتا ہے۔"

پس مردِ راہ، عارف آگاہ اور قربِ درگاہ کا متلاشی وہ ہے جو متاعِ ذِلّت و رسوائی کو جہاں کہیں بھی دیکھے اُس کا خریدار بن جائے،

اور ہر وہ جگہ جہاں مصیبت کا طمانچہ ظاہر ہوتا ہو رخسارۂ تسلیم پیش کر دے، اور ہر وہ جگہ جہاں دُکھوں کا خنجر ریاضت کے میان سے نکال لیتے ہیں اپنی جان کو اُس کے استقبال کے لئے روانہ کر دے۔

در دامِ ہوائے تو گرفتار منم
غم ہائے ترا بجاں خریدار منم
جانبازئ عشّاق گرت ہست ہوس
اوّل کہ قدم نہد دریں کار منم

منصور حلّاج کا معیارِ محبّت

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا بہت خوب بشارت ہے۔

﴿سورۃ طور آیت ۴۸﴾

حسین بن منصور سے مشہور روایت ہے، کہ ایک روز انہوں نے اپنی مناجات میں کہا الٰہی! تیرے حق و حقیقت کی قسم، تو نے مجھ پر مصیبتوں کا خزانہ کھول دیا، مجھے قسم قسم کی تکلیفوں کا چہرہ دکھایا اور غم واندوہ کی پوشاک پہنائی، مجھے رنج وملال کا پیانہ پلایا اور بلاؤں کو مجھ پر دو چند کر دیا، ہر دم اور ہر قدم میں مجھے رنج والم کا تحفہ پہنچایا اور میرے دل کو میدانِ بلاء کا کوچہ بنا دیا اور جس طرف چاہا قہر کے تیر برسائے اب جب کہ تو نے مجھے رنج ومحن اور حزن والم کے تیروں کا نشانہ بنایا ہے۔

تو مجھ پر نظر فرما اگر میرا دل دوستی سے ایک ذرّہ بھی عدول کرے تو حکم فرما کہ حسین مُرتدِ طریقت ہے اور اپنے دعوٰی میں جھوٹ کہتا ہے۔

تیری قسم! تو اگر ریاضت کی قینچی کے ساتھ میرے اجزائے وجود کا ذرّہ ذرّہ کاٹ دے تو سوائے تیری محبّت کی زیادتی کے کچھ نہیں ہوگا، اور کوچۂ تمنّا پر نقارۂ محبّت کی آواز ختم نہیں ہوگی۔

آنجا کہ منتہائے کمالِ ارادتست
ہر چند جورِ بیش محبّت زیادتست

بلاؤں سے لذّت حاصل کرے

ضرب الحبیب زبیب! جفائے دوست کا شربت بہت زیادہ میٹھا ہوتا ہے۔

"روح الا رواح" میں آیا ہے کہ ایک درویش کا عزیز اُس کی عیادت کو گیا اور اُسے دیکھا کہ وہ مختلف انواع کی مصیبتوں میں مبتلا ہے، اور رنج و محن کی مختلف اصناف میں امتحان دے رہا ہے، اُس عزیز نے تسلی دینے کے لئے کہا !

اے درویش وہ شخص جو ابتلائے دوست پر صبر نہیں کرتا دعویٰ دوستی میں سچا نہیں ہے"

درویش نے کہا! اُے عزیز تُو نے غلط کہہ دیا کہ وہ شخص جو ابتلائے دوست میں لذّت حاصل نہیں کرتا وہ محبت میں سچا نہیں ہے حالانکہ عاشق وہ ہے جس کے ہر سانس کے ساتھ ہزار قسم کی بلائیں اُس کی طرف متوجہ ہوں تو ہر لمحہ شورِ عشق اور ذوقِ وجد اُس کے دل میں زیادہ ہوتا جائے۔

ہر بلا کز دوست آید راحت است
واں بلا را بر دِلم صد منت است
اُے بلا ہائے تو آرامِ دِلم
حاصل از دردِ تو شُد کامِ دِلم
دردِ عشقت را خریدارم بجاں
منت از دردِ تو میدارم بجاں
جانم از درد و غمت شاداں شود
وز بلایت سینہ آباداں شود

دَرد باشد چارۂ درمانِ ما
دُرد می بخشد سرو سامانِ ما
دُرد کاں دَر عشق آں جاناں بود
دَرد نبود مایۂ درماں بود

اس تشبیب یعنی قصۂ عشق کو بیان کرنے کی غرض یہ ہے کہ یہ اہل بیتِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلاکشی سے ایک شمہ ہے،،

غمِ اہل بیت کی ایک تصویر

حضرت عبد اللہ بن مبارک نے اہل بیت کی مظلومی ومحرومی اور رنجوری ومجبوری کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک وقت میں حرم کی حاضری کے لئے توکل بخدا اکیلا ہی صحرا میں جا رہا تھا کہ اچانک میں نے بارہ تیرہ سال کی عمر کے ایک شہزادے کو دیکھا کہ وہ تنہا اور پا پیادہ چلا جا رہا ہے اس شہزادہ کے گیسو سیاہ اور چہرہ چاند کی طرح تھا، میں نے کہا! سبحان اللہ اس صحرا میں یہ کون شخص ہے؟

ایں کیست ایں ایں یوسفِ ثا نیست ایں
یا نُور یا نیست ایں یا فیضِ سُبحا نیست ایں
اِیں لُطف و رحمت رانگر و رساحتِ ایں بادیہ
خضراست والیاس ایں مگر یا آبِ حیوانیست ایں

میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا تو اُنہوں نے جواب عطا فرمایا۔

میں نے پُوچھا! آپ کون ہیں؟

فرمایا! میں عبداللہ یعنی خُدا کا بندہ ہوں،،

میں نے کہا! آپ کہاں سے آئے ہیں؟،،

فرمایا! من اللہ یعنی اللہ کی طرف سے آیا ہوں۔

میں نے کہا! آپ کو کہاں جانا ہے؟

فرمایا! اِلیٰ اللہ یعنی خدا کی طرف جانا ہے۔

میں نے کہا! آپ کیا چاہتے ہیں؟

فرمایا! رضاءاللہ یعنی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتا ہوں۔

میں نے کہا! آپ کا زادِ راہ اور سواری کہاں ہے؟

فرمایا! میرا زادِ دارہ توشۂ تقویٰ ہے اور میری سواری میرے دونوں پاؤں ہیں،،

میں نے کہا! یہ خونخوار بیابان ہے، اور آپ نَو رسیدہ اور چھوٹی عمر کے ہیں آپ کیا کریں گے؟

فرمایا! تو نے کسی ایسے شخص کو دیکھا ہے جو کسی کی زیارت کی طرف متوجہ ہو اور وہ شخص اسے بے بہرہ اور محروم کر دے۔

میں نے کہا! اگرچہ آپ کی عُمر چھوٹی ہے مگر بات بہت بڑی کی ہے آپ کا نام کیا ہے؟

فرمایا! اُے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ مصیبت زدگانِ روزگار کا کیا پوچھتے ہو، اور اُن کے نام سے کیا نشان تلاش کروگے؟

منم در غمش بیدلے ناتوانے

نہ اِسمے نہ رسمے نہ جسمے نہ جانے

ضعیفے ، نحیفے ، غمش را حریفے

بصورت خفیفے بمعنے گرانے

میں نے کہا! اگر آپ نام نہیں بتانا چاہتے تو خدا کے لئے یہی بتا دیں کہ آپ کس قوم اور قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں؟

اُنہوں نے دل پر درد سے آہِ سرد کھینچی اور فرمایا!

نحن قومِ مظلوم یعنی ہم ستم رسیدہ لوگ ہیں۔

نحن قوم مطرو بین ! یعنی ہم بے وطن اور غریب الدّیار قوم سے ہیں،

نحن قوم مقھو رون ! یعنی ہم اُس قوم سے ہیں جس پر قہرو غضب توڑا گیا،

میں نے کہا! میں کچھ نہیں جان سکا، آپ اپنے بیان میں اضافہ فرمائیں،،

انہوں نے چند شعر پڑھے جن کا مضمون یہ ہے۔

ہم آنے والوں کو حوضِ کوثر سے پانی پلانے والے ہیں،،

نجات پانے والا شخص ہمارے وسیلہ کے بغیر مراد کو نہیں پہنچے گا،
جو شخص ہم سے دوستی رکھے گا ہرگز بے بہرہ نہیں رہے گا،
اور جو ہمارا حق غصب کرے گا قیامت کے دن ہمارے لئے اور اسکے لئے محکمۂ جزاء کی وعدہ گاہ ہوگی

اُنہوں نے یہ بات کی اور مری نگاہوں سے غائب ہوگئے میں نے بہت تاسف کیا کہ میں نے اُنہیں نہ جان سکا کہ وہ کون تھے۔

وہ کون تھے

جب میں مکہ معظمہ میں پہنچا تو ایک دن طواف میں لوگوں کا ایک گروہ دیکھا جس نے ایک شخص کو حلقے میں لے رکھا تھا، اور بہت سے لوگ اُس کے قدموں میں کھڑے تھے، میں جب اُن کے سامنے ہوا تو دیکھا کہ یہ وہی صاحبزادے ہیں اور لوگ اُن کے اردگرد جمع ہو کر حلال و حرام کے مسائل اور قرآن و حدیث کے دقائق پوچھ رہے ہیں، اور وہ زبانِ فصیح اور بیانِ ملیح سے اُن کی مشکلات کی گرہیں کھول رہے ہیں۔

میں نے کہا! یہ کون ہیں؟

لوگوں نے کہا! افسوس ہے تو انہیں نہیں جانتا یہ وہ ہیں جنہیں وادیٔ مکہ کے سنگریزے بھی پہچانتے ہیں یہ آلِ عبا کے آدم، شہید کربلا کے قُرّۃ العین، علی بن حسین امام زین العابدین علیہما السلام ہیں۔

عبد اللہ بن مبارک نے یہ بات سُنی تو آگے بڑھ کر امام زین العابدین علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا، اور روتے ہوئے کہا! اے رسول اللہ کے بیٹے آپ نے مظلومی ومقہوری اور اہل بیت کی مہجوری کے بارے میں جو فرمایا ہے وہ درست ہے اس اُمت میں کسی جماعت کو وہ مصیبت نہیں پہنچی جو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اہل بیت کو پہنچی ہے ہر رات اور دن کو رنج وتعب اُن کے قریب ہوتے اور دم کے ساتھ وہ درد والم کے ہم نشین ہوتے اگر قبا پہنتے تو اس میں قہر کا بخیہ ہوتا اگر لقمہ کھاتے تو اس میں مصیبتوں کا زہر ہوتا۔

ان میں بعض زہر قہر سے گھائل ہونے والوں اور تیغ بے دریغ سے قتل ہونے والوں کے مشاہد ومقابر کے نشانات عراق وخراسان سے لے کر اقصائے ترکستان تک موجود ہیں،،

ہر دیار میں کسی شہر یار کا مزار ہے، اور ہر راہ پر مرقدِ شاہی موجود ہے
ہر ٹیلے پر اولادِ پیغمبر سے کسی قتل ہونے والے کا مزار بنا ہوا ہے۔

احوالِ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ

اہلِ بیت کے شہیدوں کے واقعات میں سے حضرت مسلم بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا المناک واقعہ ہے، آپ امام حسین علیہ السلام کے چچا زاد بھائی تھے،

اِس سے پہلے بیان ہوا کہ جب امام عالی مقام نے کوفیوں کے رسل ورسائل کا سلسلہ حدِّ اعتدال سے بڑھتا ہوا دیکھا تو آپ نے اُن کے جواب میں لکھا کہ یہ میرا خط گروہِ مومنین و مُسلمین کے ساتھ ہے جو تمہارے خطوط پہنچنے کے بعد لکھا گیا تم نے لکھا ہے کہ تمہارا کوئی امام اور پیشوا نہیں اور تمہاری طرف توجہ دوں، تمہاری یہ بات میں نے جان لی ہے تو فی الحال میں اپنے چچا زاد بھائی کو تمہاری طرف بھیجتا ہوں جو علم وحلم کے زیور سے آراستہ ہیں۔

اور میں اُنہیں اپنے بھائی کی جگہ سمجھتا اور رکھتا ہوں یہ تمہاری طرف آ کر اگر مجھے خط لکھیں گے اور تمہارے بڑے لوگوں کی رغبت سے آگاہ کریں گے تو میں بہت جلد تمہارے پاس آجاؤں گا۔ ﴿والسلام﴾

روانگی اور واپسی

اُسی وقت آپ نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے آنے والے گروہ

کے ساتھ روانہ فرمادیا، ابھی اُنہوں نے مکہ معظمہ سے ایک منزل بھی قطع نہ کی تھی کہ اُن کے دائیں ہاتھ ایک شکاری ظاہر ہوا جو ایک ہرن کو پکڑنا چاہتا تھا، پھر اُس نے ہرن کو پکڑ لیا اور ذبح کر دیا،

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو واپس آگئے اور امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی! اے ابنِ رسول اللہ کوفہ کی طرف جانے میں مصلحت نہیں کیونکہ میں نے راستے میں یہ حال دیکھا ہے اور مجھے یہ فال پسند نہیں آئی۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے میرے چچا کے بیٹے کیا آپ ڈرتے ہیں اگر آپ جانا نہیں چاہتے تو میں کسی اور کو بھیج دیتا ہوں؟

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے عرض کی! میری ہزار جانیں آپ پر قربان میں نے جو یہ صُورت راستے میں دیکھی تو چاہا کہ آپ کی خدمت میں عرض کر دوں اور میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ آپ کی بارگاہ اقدس سے دُور چلا جاؤں گا ورنہ میں آپ کے دائرہ حکم سے اپنے پاؤں نکال کر کیسے آپ کے حکمِ عالی اور فرمانِ مطاع سے سر پھیر سکتا ہوں۔

نتابم سر زفرمانت بتیغم گر زنی ہردم
مرا عید آں زماں باشد کہ قُربانِ رہت گردم
من اوّل روز دانستم بہ پیمانخانہ عشقت
کہ جز خونِ جگر خُوردن غذائے نیست دَر خُوردم

اے ابنِ رسول اللہ میں جاتا ہوں مگر مجھے لگتا ہے کہ دوبارہ آپ کا دیدار مبارک نہیں کر سکوں گا، میں واپس آیا ہوں تا کہ ایک بار اور آپ کے رُخِ جہاں افروز سے آنکھوں کو روشن کروں، پھر امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں کو چوم کر رخصت ہونے لگے تو روتے روتے کہا جیسا کہ میں جانتا ہوں کہ دوبارہ یہ دیدار مشکل ہے۔

وداعت میکنم جاناں وداعِ آخری از دِل
زِ کویت میروم وز غُصّہ دارم قصہء مشکل
ندارم طاقتِ دُوری ندارم تابِ مہجوری
عجب دردیست بے درماں عجب کاریست بے حاصل
بود حاصل مرادِ من گرت بینم ولے دیدن
چہ ساں آید زِمہجوری بخوں آغشتہ زیرِ گل

کیوں روتا ہوں

امام حسین علیہ السلام بھی گریہ کناں ہو گئے اور اُنہیں آغوش میں لے کر بہت زیادہ نوازا اور دُعا فرمائی حضرت مُسلم رضی اللہ عنہٗ آپ سے الگ ہوئے تو روتے ہوئے اپنی راہ پر چل پڑے،،

لوگوں نے پُوچھا! اے مُسلم! کیا آپ موت کے ڈر سے رو رہے ہیں؟

فرمایا! نہیں میں امام حسین علیہ السلام کے فراق میں روتا ہوں کیونکہ میں اُن کی محبت کا گرفتار ہوں اور کبھی اُن کی خدمت سے دور نہ ہوتا تھا میں ڈرتا ہوں کہ اُنہیں دوبارہ نہیں دیکھ سکوں گا اور اُن کے وصل کے باغ سے ثمرِ محبت نہیں چن سکوں گا بہر حال!

می روم و زسرِ حسرت بقفا می نگرم
خبر از پائے ندارم کہ زمین می سپرم
می روم بے دلِ و بے یارو یقیں می دانم
کہ مَن بیدلِ بے یار نہ مردِ سفرم
پائے می پیچم و چُوں پائے سرم می پیچد
بارمی بندم و اَز بار فروبستہ ترم

سوزِ فراق کا جلایا ہوا ہی جانتا ہے کہ دوست کے ہجرت کے داغ کے ساتھ گرفتار ہو گیا ہوں،

اور جُدائی کا غم وہی شخص جانتا ہے جو بیمارستانِ جدائی میں ہلاکت کے سرہانے کھڑا ہو،،

نوائے دَردِ مَن مُرغے شناسد
کہ اُو از آشیانے دُور ماندست
چگو نہ زآتشِ حسرت نسوزد
ولے کز دلستانے دور ماندست

حضرت مُسلم بیٹوں کوساتھ لیتے ہیں

القصّہ! حضرت مُسلم رضی اللہ عنہ مدینہ منوّرہ زادہا اللہ تشریفاً میں پہنچ گئے اور رات کے وقت شہر میں داخل ہوئے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر نمازِ زیارت ادا کی شرائط طواف بجا لائے اور منزل کی طرف رخ کرلیا،

اُن کے دو چھوٹے بیٹے تھے جن کے ساتھ وہ بہت زیادہ محبّت کرتے تھے اور وہ اُن کی جدائی برداشت نہ کر سکتے تھے،،

اُنہیں ساتھ لیا اور تمام اہل وعیال کو سلام کہا، اور دو رہبر ساتھ لے لئے، تا کہ وہ صحرا کے راستے سے کوفہ پہنچا دیں، خدا کی قدرت کہ دونوں رہبر راستہ گم کر بیٹھے اور پیاس سے ہلاک ہو گئے اور حضرت مسلم ہزار مصیبتوں کے بعد اپنے بیٹوں کے ساتھ پانی تک پہنچ سکے مگر وہ امام حسین علیہ السلام کے فراق کی آگ میں جل رہے تھے۔

رِی زنم ہر نفس اُز دردِ فراقت فریاد
آہ اگر نالہ زادم نرساند تو باو

چہ کُنم گرنہ کُنم نالہ و فریاد و فغاں
کز فراق تو چنانم کہ بداندیش تو باد

جناب مسلم کوفہ میں

جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے تو مختار کے گھر کے ساتھ مشہور سرائے میں قیام فرمایا دوستوں کو خبر ہوئی تو وہ آپ کے پاس جمع ہوگئے، آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا خط پڑھ کر اُنہیں سنایا،

اور اُن لوگوں نے بلند آواز سے روتے اور فریاد کرتے ہوئے اشتیاقِ ملاقات کا اظہار کیا ہر روز کوفہ کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کا اظہار کرتے، یہاں تک کے آپ کے حلقۂ اِرادت وبیعت میں بہت سے لوگ جمع ہوگئے

حضرت مُسلم رضی اللہ عنہٗ نے حضرت امام
حُسین علیہ السلام کو خط لکھا

اُے ابن رسول اللہ کوفہ کے لوگوں نے بہت
زیادہ رغبت کا اظہار کیا ہے اور اٹھارہ ہزار جنگجو افراد
نے بیعت کرلی ہے۔

یہ کام پُوری رَونق پر ہے جب کبھی طبع مبارک چاہے تو
اس طرف توجہ فرمائیں کہ ان کا حال دگرگوں ہے۔

اُے خوش آں روزے کہ از الطافِ ربّ العالمین
وصلِ او روزی شوُد واللہ خیرُ الرّازِقینْ

کوفہ کے گورنر کا انتباہ

حضرت نُعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ پہلے سے کوفہ میں یزید کے گورنر تھے جب اُنہیں اس بات کا پتہ چلا تو وہ جامع مسجد میں تشریف لائے اور اہلِ کوفہ کو حاضر ہونے کا حکم دیا، جب مجلس منعقد ہوگئی تو منبر پر آئے اور کہا،

اُے اہلِ کوفہ! تم لوگوں نے یہ کیا فتنہ انگیزی اور نفاق شروع کر دیا ہے، تم نہیں جانتے کہ فتنہ انگیزی مصیبت کا موجب اور خُون بہانے کا باعث ہوتی ہے، خدا سے ڈریں اور اپنے آپ پر رحم کریں، میں جنگ کی ابتداء نہیں کروں گا اور سوئے ہوئے فتنوں کو نہیں اُٹھاؤں گا مگر میں اُٹھے ہوئے فتنے سے نہیں ڈرتا،، اگر تم اپنے جرائم سے توبہ کرو تو میں تمہیں معاف کر دیتا ہوں ورنہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تلوار کھینچوں گا تو یا قتل ہو جاؤں گا یا سب کو قتل کر دوں گا القصہ حضرت نعمان نے صرف دھمکی پر اکتفاء کیا اور منبر سے اُتر کر گورنر ہاؤس کی طرف چلے گئے۔

یزید کے جاسوسوں کا خط

کوفہ میں مقیم یزید کے جاسوسوں نے اُسے خط تحریر کیا جس میں یہ تفصیل تھی لوگ حضرت مُسلم سے مل گئے ہیں اور اُنہوں نے اُن سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت لے لی ہے۔

جب کہ نعمان بن بشیر گورنر نے اس سلسلہ میں کمزوری کا اظہار کیا ہے اگر تو کوفہ کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو کسی ایسے شخص کو گورنر بنا کر بھیج جو بارعب اور سیاستدان ہو اور جو دشمنوں کو دُور کرنے کے لئے اجتہاد کی کمر باندھ کر تیرے فرامین واحکام کو قوّت کے ساتھ نافذ کر سکے۔

ابنِ زیاد کا انتخاب

جب یزید پلید کو اس مضمون کے خط پر اطلاع ہوئی تو اُس نے سلطنت کے وزیر باتدبیر سرجون رومی سے مشورہ کیا۔

سرجون نے کہا! اس کام سے عہدہ برآ ہونے کے لئے عبیداللہ بن زیاد کے بغیر کوئی شخص باہر نہیں آئے گا اور وہ تیری طرف سے پہلے ہی بصرہ کا گورنر ہے میری نظر میں یہی بہتر ہے کہ تو کوفہ کی گورنری کا پروانہ اُسکے نام جاری کر دے اور حکم دے دے کہ اپنے آدمیوں میں سے کسی ایک کو بصرہ پر اپنا نائب بنا کر کوفہ چلا جائے اور اس فتنہ کو ٹھنڈا کرے۔

یزید پلید نے اس مشورہ کو پسند کیا اور ابن زیاد کو خط میں لکھا! مجھے بتایا گیا ہے کہ مُسلم بن عقیل نے کوفہ میں آ کر حسین ابن علی کے لئے بیعت لی ہے میں چاہتا ہوں کہ میں تُجھے کوفے کا گورنر بنا دوں اور تو وہاں جا کر مسلم بن عقیل کو تلاش کر کے اُسی وقت قتل کر دے اور اُس کا سر مُجھے بھیج دے اس سلسلہ میں تیرا کوئی عذر مطلقاً نہیں سنا جائے گا جلدی کر اور دیر کو جائز نہ رکھ۔"

ابنِ زیاد کی تیاری اور قاصد حسین بصرہ میں

جب یزید کا خط ابن زیاد کو پہنچا تو وہ بہت خوش ہوا اور کوفہ جانے کی تیاری کرنے لگا اسی اثناء میں اُسے خبر پہنچی کہ امام حسین علیہ السلام نے اشراف بصرہ کو خط لکھے ہیں اور اپنے غلام سلمان کو وہ خط دے کر بھیج دیا ہے اور ہر خط کا مضمون یہ ہے۔

میں تمہیں دینِ حق کے احیاء اور امانت و
دیانت کے آئین و مراسم کی دعوت دیتا ہوں اگر قبول
کرلو گے۔

ہر کہ اُو راہِ راست می طلبد
کو بیار و بجانبِ ما کن
قدمے دَر حدیقۂ دیں نہ
رُوضۂ قُدس رَا تماشا کن

اور اب ہم کوفہ کی طرف جارہے ہیں ہمارے دوستوں کو چاہئے اس طرف متوجہ ہوں ﴿والسلام﴾

ابنِ زیاد کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے لوگوں کو سلمان کی تلاش پر مامور کیا یہاں تک کہ جب وہ مل گیا تو اس سے وعدہ و وعید کے ذریعہ سے یہ اقرار کروالیا کہ وہ کن لوگوں کے لئے خط لایا ہے

بعد ازاں اُن تمام لوگوں کو بلا کر ابن زیاد نے کہا مجھے قاصد حسین نے بتایا ہے کہ میں فلاں فلاں کے نام خط لایا ہوں اور تم جانتے ہو کہ میں زیاد کا بیٹا ہوں اور سیاست و خونریزی میں اپنے باپ کی پیروی کرتا ہوں مجھے ابھی ابھی کوفہ کے بارے میں اطلاع دے کر کہا گیا ہے کہ میں اُس طرف توجہ کروں اور مسلم بن عقیل اور دیگر تمام ہوا خواہان حسین کو قتل کردوں میں کل ادھر چلا جاؤں گا اور اپنی جگہ اپنے بھائی کو چھوڑ رہا ہوں میں چاہتا ہوں کہ میری جگہ تم اُس کی اطاعت کرو اور اُس کا حکم مانو اگر مجھے معلوم ہو گیا کہ تم میں سے کسی شخص نے اس کی نافرمانی کی ہے تو میں اُس کے تمام گھر والوں سمیت اُسے سخت سزا دوں گا اور قہر و غضب کی آگ کے ساتھ اس کے دودمان سے دھواں باہر لاؤں گا۔

بیکسو نہم مہر و آزرم را
بجوش آورم کینہ گرم را
کسے کو در آید زراہِ ستیز
من و گردن او شمشیرِ تیز

بصرہ سے روانگی

اہل بصرہ نے ستمگار و نابکار ابن زیاد کی وعید و تہدید کی باتیں سُنیں تو ڈر گئے اور اُس نے اسی وقت سلمان کو طلب کیا اور قتل کروا دیا دوسرے روز

اس نے بصرہ کے اُن جانے پہچانے لوگوں کو جنہیں امام حسین علیہ السلام نے خط لکھے تھے ساتھ لیا اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

"تاریخ اعثم کوفی" میں لکھا ہے کہ ابن زیاد کوفہ کے قریب جا کر رک گیا یہاں تک کہ دو گھنٹے رات گذر گئی تو اُس نے سر اور چہرے پر چادر ڈال کر سیاہ پگڑی باندھی تلوار حمائل کی کمان بازو پر ڈالی ترکش کو کمان کے ساتھ باندھا چھڑی ہاتھ میں لی اور اُونٹ پر سوار ہو کر خدم و حشم اور ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہو گیا اور جنگل کے راستے کوفہ میں داخل ہو گیا۔

ابنِ زیاد کوفہ میں

جس رات ابنِ زیاد کوفہ میں داخل ہوا وہ ایک روشن اور چاندنی رات تھی اور کوفہ کے لوگوں نے سُن رکھا تھا کہ حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام پہنچنے والے ہیں جب اُنہوں نے اس جلوس کو دیکھا تو گمان کیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لے آئے ہیں اہلِ کوفہ گروہ گروہ آنا شروع ہو گئے اور سلام کہنے کے بعد کہتے مرحبا اے ابن رسول اللہ خوش آمدید

خیر مقدم اے بروئیت دیدہ را صد مرحبا

چشمِ جاں را نور بخشیدی و مردم را صفا

عبید اللہ بن زیاد نے سلام کا جواب دینے کے علاوہ اُن سے کوئی بات نہ کی اور غصہ کے ساتھ دانت پیستا رہا۔

روایت ہے کہ جب ابن زیاد گورنر ہاؤس پہنچا تو نعمان بن بشیر گورنر کوفہ نے دروازہ بند کر لیا اور چھت کے اوپر جا کر اس جلوس کو دیکھا تو خیال کیا کہ امام حسین علیہ السلام آ گئے ہیں چنانچہ اس نے کہا! اے ابنِ رسول اللہ آپ واپس تشریف لے جائیں اور فتنہ میں نہ پڑیں یزید اس شہر کو آپ کے لئے نہیں چھوڑے گا آپ آج رات کسی دوسری جگہ بسر کریں میں کل صبح دیکھوں گا کہاں مہم انجام دی جائے۔

کوفہ کے لوگوں نے نعمان کو گالیاں دیتے ہوئے دروازہ کھولنے پر اصرار کیا اور کہا کہ یہ پیغمبر کے بیٹے ہیں۔

انکشافِ راز

بالآخر مسلم بن عمرو اور عروہ بن باہلی نے نعرہ لگایا کہ اے اہلِ کوفہ یہ امیر عبید اللہ بن زیاد ہے اور ابنِ زیاد نے چہرے سے چادر ہٹا کر بات کی تو لوگوں نے اُسے پہچان لیا اور گورنر ہاؤس کے دروازہ سے منتشر ہو کر واپس آ گئے۔

ابنِ زیاد نے نعمان کو دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو اُس نے دروازہ کھول دیا اور ابن زیاد قصرِ امارت میں داخل ہو گیا۔

دوسرے روز ابنِ زیاد جامع مسجد میں گیا اور کوفہ کے اعیان و اشراف کو بلا کر اُنہیں کوفہ میں اپنی سرداری کا پروانہ پڑھ کر سُنایا اور اُن لوگوں

کو اچھے اچھے وعدوں کے خواب دکھائے۔

آئندہ روز اُس نے ایک مجمع قائم کیا اور اس روز بجائے وعدوں کے دھمکیوں سے کام لیتے ہوئے اہل کوفہ کو ڈرایا۔

حضرت مسلم بن عقیل کی پناہ گاہ

حضرت مسلم نے ابن زیاد کی آمد کے بارے میں سُنا تو آپ کے دل میں خوفِ عظیم غالب آ گیا آپ رات کو مختار کی سرائے سے باہر آئے اور ہانی بن عروہ کے گھر تشریف لے گئے اور اُسے کہا اے ہانی! میں اس شہر میں مسافر ہوں اور آپ کوفہ کے لوگوں کو جانتے ہیں میں آپ سے پناہ وحمایت کا مطالبہ کرتا ہوں تا کہ آپ دشمن کے شر سے بچائے رکھیں۔

حضرت ہانی نے آپ کا فرمان قبول کرتے ہوئے اپنے گھر میں آپ کے لئے حُجرہ آراستہ فرمادیا اور عرض کی بسعادت تشریف لائیں اور بسلامت قرار حاصل کریں۔

رواقِ منظرِ چشمِ من آشیانہ ءِ تُست
کرم نُما و فرد و آ کہ خانہ خانہ تست

جب شیعیانِ علی کو پتہ چلا کہ حضرت مُسلم کہاں ہیں تو وہ گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے حضرت مسلم نے اُن سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت لیتے ہوئے اُن سے وعدہ لیا کہ وہ وفاداری

کا ثبوت دیں گے۔

اور غدّاری سے پرہیز کریں گے اُن لوگوں نے اپنے وعدے کو حلف کیساتھ مزید مؤکد کیا یہاں تک کہ بیس ہزار سے زائد افراد نے بیعت امام سے سرفرازی حاصل کی۔

ایک روایت میں ہے کہ بیعت ہونے والوں کے رجسٹر میں اٹھارہ ہزار افراد کے نام مرقوم تھے۔

دلیراں گردن افگن شیر گیر
مرخروشندہ باجوشن و تیغ و تیر

ابنِ زیاد کا جاسوس تلاش مُسلم میں

ابنِ زیاد لعین حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی تلاش میں ہر قسم کی کوشش کے باوجود ان کے ٹھکانے کا پتہ نہ چلا سکا آخر اُس نے مکر و حیلہ سے کام لیتے ہوئے اپنے غلام معقل یا روزبہ کو بلا کر تین ہزار درہم دیئے اور کہا کہ شیعان علی میں جا کر مل جا اور خود کو اُن کا ہی ساتھی بتانا اور کہنا کہ میں محبّانِ حسین بن علی میں سے ہوں۔

اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے لئے کچھ رقم لے کر آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کا چہرہ مبارک دیکھوں اور یہ رقم اُن کی خدمت میں خود پیش کروں تا کہ وہ اہل بیت کے دشمنوں کے ساتھ جنگ

کرنے کے لئے گھوڑے اور اسلحہ خرید سکیں جب تو اس تجویز پر عمل کرنے کے بعد مسلم کے ٹھکانے کو پالے تو مجھے بتا دینا میں تجھے اپنے مال سے آزاد کردوں گا اور مختلف قسم کی مراعات سے تیرا دل خوش کردوں گا۔

معقل نے وہ رقم اپنی تھیلی میں ڈالی اور ابن زیاد کے سامنے باہر نکل گیا پھر وہ جامع مسجد میں آیا اور سوچنے لگا کہ میں اس کام کو کیسے شروع کروں اچانک اُس کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جس نے سفید اور پاکیزہ پوشاک پہن رکھی تھی اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ ارکانِ نماز ادا کر رہا تھا معقل نے اپنے آپ سے کہا کہ شیعانِ علی سفید اور پاکیزہ کپڑے پہنتے ہیں اور نماز میں کثرت سے خشوع و خضوع سے کام لیتے ہیں اغلب امر یہ ہے کہ یہ شخص اسی گروہ سے ہوگا۔

آں را کہ نشانِ عشقِ مولاست

بر چہرۂ اُو چوں نُور پیداست

جاسوس کی چالاکی

بہرحال! اُس نے قدرے توقف کیا یہاں تک کہ وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اُس کے پاس جا کر سلام کے بعد کہا! میری جان آپ پر فدا ہو میں اہلِ شام میں سے ایک شخص ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا اور میرے دل میں اہل بیت کرام کی محبّت و مودّت جا گزین فرما دی چنانچہ میں

نے تین ہزار درہم کی نذر مانی ہے کہ میں یہ اُس ہستی کی خدمت میں پیش کروں گا جو ابن رسول حضرت امام حسین علیہ السلام کی دعوت میں مصروف ہے۔

اگر میری رہنمائی اُن تک ہو جائے تو یہ انتہائی کرم ہوگا اور میں یہ مال اُن کی خدمت میں پیش کر سکوں گا۔

اُس شخص نے کہا! اُس مسجد میں اور بھی بہت سے لوگ موجود ہیں تو نے مجھے ہی کیوں پسند کیا اور اپنا راز مجھ پر ہی کیوں فاش کیا ہے؟

معقل نے کہا! میں نے آپ کے چہرے پر خیر و فلاح کے آثار اور رشد و اصلاح کے انوار دیکھے تو میرے دل نے تسلیم کر لیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے محبین سے ہیں۔

اُس سادہ دل پاک طینت شخص نے کہا! تیرا گمان غلط نہیں میں اہل بیت کرام کا محبّ ہوں اور میرا نام مسلم بن عوسجہ ہے، آ اور خدا کے ساتھ عہد و پیان کر کہ اس راز کو کسی دوسرے شخص پر فاش نہیں کرے گا تا کہ میں تجھے تیرے مقصد کا نشان بتا دوں،

معقل نے حلف اُٹھایا کہ جو راز آپ میرے سپرد کر رہے ہیں کسی دُوسرے پر افشاء نہیں کروں گا۔

مسلم بن عوسجہ نے کہا کہ آج چلا جا اور کل میرے گھر آنا تا کہ میں تجھے اپنے آقا مسلم بن عقیل کے پاس لے چلوں اور پھر اُسے اپنے گھر کا پتہ

بتادیا۔

معقل دوسرے دن اُس کے گھر گیا تو ابن عوسجہ اُسے لے کر مسلم بن عقیل کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس کا تمام حال آپ کی خدمت میں عرض کر دیا۔

معقل فوراً حضرت مسلم کے پاؤں پر گر پڑا اور پھر وہ درہم آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے حضرت مسلم نے فرمایا! قرآن مجید لائیں تا کہ میں اسے قسم دے دوں پس قرآن مجید لایا گیا اور معقل نے حلف اُٹھایا کہ میں آپ کا راز فاش نہیں کروں گا اور ہر قسم کے مکر وحیلہ اور دھوکے سے دور رہوں گا۔

پھر اُس نے نے آپ کی بیعت کی اور اس روز رات گئے تک حضرت ہانی کے گھر رہ کر شیعان علی کے حالات پر اطلاع حاصل کرتا رہا پھر وہاں سے باہر آ گیا اور ابنِ زیاد کے پاس جا کر اُن تمام حالات سے مطلع کر دیا۔

حضرت ہانی ابنِ زیاد کے چُنگل میں

دوسرے دن اسماء بن خارجہ اور محمد بن اشعث ابنِ زیاد کے پاس آئے تو اس نے اُن سے پوچھا! ہانی بن عروہ کہاں ہیں میں نے اُنہیں کئی دنوں سے نہیں دیکھا؟

اُنہوں نے کہا! وہ ایک عرصہ سے بیمار ہیں۔

ابن زیاد نے کہا! میں نے سنا ہے کہ وہ ان دنوں تندرست ہیں اور اپنے گھر میں بیٹھے رہتے ہیں آخر اُنہیں میرے سلام سے کس چیز نے روک رکھا ہے؟ میں اُن کی زیارت کا مشتاق ہوں۔

اُنہوں نے کہا! کہ ہم جاتے ہیں اگر وہ تندرست ہوئے تو اُنہیں تیرے پاس لے آتے ہیں۔

پھر وہ حضرت ہانی کے پاس آئے اور مبالغہ آمیز گذارشات سے اُنہیں ساتھ لے کر گورنر ہاؤس کی طرف چل پڑے۔

حضرت ہانی قصرِ امارت کے پاس جا کر فرمایا دوستو! میرے دِل میں اس شخص سے خوف پیدا ہو گیا ہے؟ محمد بن اشعث اور اسماء بن خارجہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ یہ امرِ نفسانی وسوسے اور شیطانی خیالات سے ہے۔

حضرت ہانی تقدیرِ ربّانی سے راضی ہو کر ان دو اشخاص کے ساتھ ابنِ زیاد کی مجلس میں آ گئے تو ابنِ زیاد نے اپنی گفتگو میں کنایوں کی زبان اختیار کر لی۔

حضرت ہانی نے فرمایا اے امیر کیا بات ہوئی ہے؟

ابن زیاد نے کہا! اس سے بڑی بات کیا ہو گی کہ تُو نے مسلم بن عقیل کو اپنے حرم سرا میں ٹھہرایا اور لوگوں کے انبوہِ کثیر کو بیعتِ حسین کے لئے بلایا اور تیرے خیال میں یہ بات کیسے آ گئی کہ میں تیری چالاکی اور مکر سے

غافل ہوں گا؟

حضرت ہانی نے اس بات کا انکار کیا تو ابنِ زیاد نے معقل کو طلب کرلیا اور کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے؟

حضرت ہانی نے معقل کو دیکھا تو جان لیا کہ یہ غدّار جاسوس ہے مخلص محب نہیں اِس جہت سے اُن کے چہرے پر شرمندگی اور خجالت کے آثار پیدا ہوگئے اور پھر کہا! اُے امیر میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے حضرت مسلم کو اپنے گھر نہیں بلایا اور نہ ہی میں نے فتنہ اُٹھانے میں کسی قسم کی کوشش کی ہے البتہ وہ ایک رات بن بلائے میرے گھر تشریف لائے اور میرے پاس رہنا چاہا اس پر مجھے انہیں مایوس کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی اُب میں قسم اُٹھاتا ہوں کہ میں واپس جا کر اُن سے معذرت کر لیتا ہوں کہ وہ میرے گھر سے تشریف لے جائیں۔

ابنِ زیاد نے کہا کہ ہرگز نہیں تو یہاں سے اُس وقت تک کبھی نہیں جا سکتا جب تک تو مسلم کو یہاں حاضر نہ کرے۔

حضرت ہانی نے فرمایا میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گا اور یہ اُمر آئینِ شریعت اور طریقِ مروّت میں کیسے جائز ہے کہ مہمان کو اُس کے دشمن کے حوالے کر دوں اور وفاداری اور عہد و پیمان کے قاعدہ کو ایک طرف رکھ دوں۔

صفتِ عاشقِ صادق بحقیقت آنست
که گرش سر برو از سرِ پیماں نرود

سنبل سلیمہ
حیدرآباد لطیف آباد یونٹ نمبر

اسماء بن خارجہ کی شہادت

ابن زیاد اور اُسکے ہوا خواہوں نے اس سلسلہ میں حضرت ہانی سے ہر چند گفتگو کی مگر بات نہ بنی تو اُنہیں محل میں قید کر دیا گیا۔

اسماء بن خارجہ نے ابنِ زیاد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! اے بدعہد شخص ہم اس شخص کو تیرے کہنے پر لے کر آئے ہیں اور پہلے تو نے ہم سے اچھی اچھی باتیں کی تھیں اور جب ہم نے اُنہیں تیرے سامنے پیش کر دیا تو تو نے اُنہیں خوار کیا اور قید کر دیا اور اب تو انہیں قتل کر دینے کی دھمکیاں دیتا ہے یہ تیرا کتنا غلط کردار ہے۔

ابنِ زیاد نے غضبناک ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا تو اُنہوں نے اسماء کو اسقدر مارا کہ وہ زندگی سے مایوس ہو گئے اور کہا اے ہانی! میں تجھے اپنی موت کی خبر پہنچاتا ہوں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت ہانی کی شہادت

ابنِ زیاد نے دوبارہ حضرت ہانی کو بلا کر کہا اے ہانی! کیا تُو اپنی جان کو زیادہ دوست رکھتا ہے یا مُسلم بن عقیل کی جان کو زیادہ پسند کرتا ہے؟

حضرت ہانی نے کہا! حضرت مُسلم پر میری ہزار جانیں فدا ہوں

لیکنؒ اے ابنِ زیاد تو امیر اور صاحبِ اختیار ہے تو حضرت مسلم کو خود تلاش کر لے مجھ سے کیا طلب کرتا ہے؟

ابنِ زیاد نے کہا! میں نے مسلم کو تلاش کیا تو تیرے گھر میں پایا اب خدا کی قسم میں اُسے تیرے پہلو سے کھینچوں گا یا تو خود کو اس پر قربان کر دے گا۔

اور ساتھ ہی حضرت ہانی کا لباس اُتار دیا حضرت ہانی کی عمر اُنہتر سال تھی اور اُنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحابیت کا شرف حاصل تھا اور وہ ایک عرصہ تک حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہٗ الکریم کی مصاحبت میں رہے تھے،

ابنِ زیاد نے اُنہیں لکڑی کے دوستونوں کے ساتھ باندھ کر کہا مسلم کو پیش کر دے تاکہ تو بچ جائے۔

حضرت ہانی نے جواب دیا! خدا کی قسم اگر تو اس سے بدترین عقوبت اور سزا کو بھی مجھ پر روا رکھے اور حضرت مُسلم میرے پاؤں کے نیچے ہوں تو میں جب بھی اپنا پاؤں سرکا کر اُنہیں تیرے حوالے نہیں کروں گا تو نہیں جانتا کہ ہم تو روزِ اول ہی سے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اہل بیتِ کرام کی محبّت کے راستے پر گامزن ہیں اور دنیا کی مصیبتوں کو خود پر لازم کر رکھا ہے اور اپنی جانوں کو طبقِ اخلاص پر نثار کرنے کے لئے رکھا ہوا ہے،

ما برسوائی علم روزے کہ می افراشتیم
بر سرِ کوئے تو اول ماتم خود داشتیم

ابنِ زیاد کے حکم پر حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانچ سو کوڑے لگائے گئے تو حضرت ہانی بے ہوش ہو گئے ابنِ زیاد کے ندیموں نے درخواست کی کہ یہ بزرگ شخص حضور نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ میں سے ہے ہمیں اجازت دی جائے کہ انہیں ستونوں سے اُتار دیں چنانچہ ابنِ زیاد کے حکم پر اُنہیں اتارا گیا تو اُسی وقت رحمتِ خداوندی اُن کے شاملِ حال ہو گئی اور اُن کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

ایک روایت میں ہے کہ اُنہیں سرِ بازار مصلوب کیا گیا اور اُن کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔

حضرت مُسلم کا حملہ

جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو آپ غضبناک ہو کر حرکت میں آ گئے اور اپنے دونوں بیٹوں کو قاضی شریح کے گھر بھجوا کر خدام کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دیں کہ تمام محبّانِ اہل بیت جمع ہو جائیں چنانچہ بیس ہزار افراد مسلح ہو کر جمع ہو گئے حضرت مسلم سوار ہوئے اور یہ لشکر آپ کے پیچھے پیچھے قصرِ امارت کی طرف چل پڑا ابن زیاد اپنی مجلس میں کوفہ کے سرداروں

اپنے فوجیوں اور دیگر ملازمین کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت مُسلم کے لشکر نے محل کا محاصرہ کرلیا اور فریقین کے درمیان جنگ ہونے لگی اور قریب تھا کہ سپاہِ مُسلم قصرِ امارت پر قبضہ کرلیتی اس صورت حال سے ڈرتے ہوئے ابن زیاد نے کوفہ کے سرداروں کثیر بن شہاب محمد بن اشعث شمر بن ذی الجوشن اور شیث بن ربعی سے کہا تو یہ لوگ محل کی چھت پر آئے اور اہل کوفہ کو ڈرایا۔

کثیر نے کہا! اے کُوفیو تم پر افسوس ہے ابھی تھوڑی دیر میں شام کا لشکر پہنچنے والا ہے اور امیر نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم اِسی طرح اپنی جنگ پر قائم رہے تو ایک دن ایسا آئے گا کہ میں گُنہگار کی جگہ بے گناہ کو پکڑوں گا اور غائب کی جگہ حاضر کو سزا دوں گا۔

اے لوگو! اپنے آپ کو معاف کرو اور اپنے عیال واطفال پر رحم کرو کُوفیوں نے کلمات سُنے تو اُن کے دلوں پر شدید خوف و ہراس طاری ہو گیا اور اپنی پرانی عادت کے مطابق بے وفائی پر اُتر آئے اور خُدا ورسول سے شرم نہ کرتے ہوئے اور اپنی قسموں اور عہد و پیمان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو گئے اور حضرت مُسلم رضی اللہ عنہ کو اکیلے چھوڑ دیا،

ابھی سُورج نہ غروب ہوا تھا کہ سب لوگ تتّر بتّر ہو گئے اور حضرت مُسلم کے ساتھ تیس افراد اور ایک روایت کے مطابق دس اشخاص باقی رہ گئے آپ واپس آ گئے اور مسجد میں جا کر مغرب کی نماز ادا کی جب آپ نماز سے

فارغ ہوکر مسجد سے باہر آئے تو آپ کے ساتھ نماز ادا کرنے والے چند لوگ بھی جا چکے تھے؟

حضرت مُسلم یہ حال دیکھ کر حیران ہو گئے اور کہا یہ کیا حالت ہے جو میں دیکھ رہا ہوں اور یہ کیا صُورت ہے جس کا میں مشاہدہ کرر ہا ہوں دوستوں کو کیا ہوا کہ اُنہوں نے راستے سے قدم اُٹھالیا اور بیوفائی کا قدم غدّاری اور بے مروتی کے راستے پر رکھ دیا افسوس! کوئی راستی کی روش سے ہزار مرحلہ دور ہیں اور مہر ووفا کے راستے سے سب کے چہرے ملول ونفور ہیں۔

اندر اوّل خُود نُمائی مِی کُنند
و اندر آخر بے وفائی مِی کُنند
چُوں چُنیں جلدند دَر بیگانگی
پس چرا آں آشنائی مِی کُنند

محمد بن کثیر کی پناہ میں

حضرت مسلم کوفہ سے نکل جانے کی نیت سے سوار ہوئے کہ اچانک سعید بن احنف بن قیس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی اے سردار آپ کہاں جارہے ہیں؟

حضرت مُسلم نے فرمایا! کوفہ سے باہر جا کر کہیں ٹھہروں گا تا کہ بیعت کرنے والے میرے ساتھ جمع ہو جائیں۔

سعید بن احنف نے کہا! ہرگز نہیں ہرگز نہیں کیونکہ تمام لوگوں نے دروازے بند کر لئے ہیں اور آپ کی تلاش میں تمام راستوں کی ناکہ بندی کی جا چکی ہے۔

حضرت مُسلم نے فرمایا! اب کس طرح کروں؟

سعید بن احنف نے کہا! میرے ساتھ تشریف لائیں تاکہ آپ کو ایک پناہ گاہ میں لے چلوں حضرت مُسلم اُس کیساتھ چل پڑے تو وہ آپ کو لے کر محمد بن کثیر کے گھر آ گیا اور اسے آواز دی کہ حضرت مُسلم بن عقیل تشریف لائے ہیں،

محمد بن کثیر ننگے پاؤں باہر آیا اور اُس نے حضرت مُسلم کے پاؤں چومتے ہوئے کہا! یہ کیا عظیم دولت ہے جو مجھے حاصل ہوئی اور یہ کیسی سعادت ہے جس نے میرے گھر کی طرف رخ کیا۔

گُذر فتاد بَسر وقتِ کُشتگانِ غمت
ہزار جانِ گرامی فدائے ہر قدمت
فگند سَرو قدَت برمن از کرم سایہ
مباد از سرِ مَن دُور سایۂ کرمت

پھر محمد بن کثیر حضرت مسلم کو اپنے گھر کے اندر لایا اور آپ کو صاف ستھرے کمرے میں ٹھہرایا اور زیادہ درست یہ ہے کہ اُس کے گھر میں ایک تہہ خانہ تھا جس میں آپ کو چھپا دیا گیا۔

اُدھر ابن زیاد کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ پتہ چلا کہ حضرت مسلم محمد بن کثیر کے گھر ہیں تو اُس نے اپنے بیٹے خالد کو کچھ لوگوں کے ساتھ روانہ کیا کہ محمد بن کثیر اور اُس کے بیٹے کو گرفتار کر کے اُس کے گھر میں مُسلم کو تلاش کرو اگر وہ مل جائے تو اسے دارالامارت میں حاضر کردو۔

خالد نے اچانک چھاپہ مار کر محمد بن کثیر اور اُس کے بیٹے کو گرفتار کر کے اپنے باپ کے پاس بھجوادیا اور اس کے گھر کا کونا کونا چھان مارا مگر حضرت مُسلم رضی اللہ عنہ کا سراغ نہ پاسکا۔

ابنِ زیاد نے محمد بن کثیر کو دیکھا تو بکواس کرنے لگا اور محمد بن کثیر کی شان میں گستاخی کی۔

محمد بن کثیر نے دلیرانہ انداز میں کہا! اُے ابن زیاد میں تجھے اچھی طرح جانتا ہوں تیرا باپ ابوسفیان کی ناجائز اولاد ہے تو تیری کیا مجال کہ مجھ سے گستاخی کرے۔

ابھی وہ یہ بات کررہا تھا کہ کُوفہ شہر کے ہر گوشہ سے جنگی نقاروں اور رزم وحرب کی صدائیں آنے لگیں اور یہ اِس لئے ہوا کہ محمد بن کثیر کے قبیلہ کے لوگ کثیر تعداد میں تھے اُنہیں جب علم ہوا کہ ابن زیاد نے محمد بن کثیر اور اُس کے بیٹے کو گرفتار کرلیا ہے تو وہ سب لوگ مسلح ہوگئے اور تقریباً دس ہزار افراد کا لشکر دارالامارت کی طرف نکل کھڑا ہوا۔

ان لوگوں کے شور وغوغا نے ابن زیاد کو ہلا کر رکھ دیا یہاں تک کہ وہ

محمد بن کثیر اور اُس کے بیٹے کو محل کی چھت پر لے گیا اس سے قبل لوگوں کا خیال تھا کہ ابن زیاد نے ان دونوں کو قتل کر دیا ہے مگر جب اُنہوں نے اُنہیں زندہ اور سلامت دیکھا تو لڑائی سے ہاتھ روک لیئے بعدازاں ابن زیاد نے محمد بن کثیر سے کہا! اپنے بیٹے کو یہاں چھوڑ دو اور خود جا کر لوگوں کو مطمئن کرو اور تسلی دو محمد بن کثیر نے باہر آ کر اپنی قوم کو واپس کیا اور اپنے گھر آ کر حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

محمدؒ بن کثیر اور اُس کے بیٹے کی شہادت

رات ہوئی تو سلیمان بن صرد خزاعی، مختار بن ابوعبیدہ، ورقاء بن عاذب اور دیگر تمام سرداران کوفہ اس کے پاس آئے اور کہا اے دین کے بزرگ کل اپنے بیٹے کو قصرِ امارت سے واپس لے آئیں تا کہ ہم لوگ حضرت مُسلم رضی اللہ عنہ کو لے کر کوفہ سے باہر جائیں اور قبائل عرب میں پھر کر بہت بڑا لشکر جمع کریں اور حضرت امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کے مشورہ سے دشمنوں کے خلاف جنگ کی جدوجہد کا آغاز کریں اس امر پر اتفاق ہو گیا تو اچانک اوّل صبح ہی کو عامر بن طفیل دس ہزار افراد پر مشتمل شامی لشکر لے کر ابن زیاد سے آملا ابن زیاد نے اس لشکر کی خوب نمائش کی اور تمام ملازمین کو مسلح ہونے کا حکم دے کر محمد بن کثیر کو طلب کر لیا محمد بن کثیر گورنر ہاؤس کی طرف جانے لگا تو اس کی قوم کے تیس چالیس

ہزار افراد نے گورنر ہاؤس کا گھیراؤ کر لیا محمد بن کثیر کی آمد پر ابن زیاد نے کہا تجھے اپنی جان زیادہ پیاری ہے یا مسلم بن عقیل کی جان زیادہ عزیز ہے۔

محمد بن کثیر نے جواب دیا اُے ابن زیاد! تو دوبارہ پھر اسی گفتگو پر اُتر آیا ہے۔ تو سن حضرت مسلم کی جان کا خدا حافظ ہے اور میری جان کے لئے تیس چالیس ہزار افراد تیرے محل کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں ابن زیاد نے جانِ یزید کی قسم کھاتے ہوئے کہا اگر تو مسلم کو میرے ہاتھ واپس نہیں کرے گا میں تیرا سر جسم سے الگ کر دوں گا۔

محمد بن کثیر نے کہا! اُے ابن زیاد تیری کیا مجال کہ تو میرے سر سے ایک بال بھی کم کر سکے۔

ابنِ زیاد نے شرمندہ ہوتے ہوئے اپنے سامنے سے دوات اُٹھائی اور محمد بنِ کثیر کی پیشانی پر دے ماری پیشانی پر لگنے سے دوات ٹوٹ گئی تو ابن کثیر نے تلوار کھینچ کر ابن زیاد پر وار کرنے کا ارادہ کیا وہاں پر موجود کوفہ کے سرداروں نے دونوں کے درمیان مداخلت کر کے محمد بن کثیر سے تلوار چھین لی اور اس کی پیشانی پر دوات سے آنے والے زخم کا خون صاف کر دیا،

وہاں پر ابنِ زیاد کا جاسوس معقل بھی موجود تھا اور یہ وہی شخص ہے جس نے مکاّری اور حیلہ جوئی سے حضرت مسلم کا حال معلوم کیا تھا اُس نے تلوار حمائل کر رکھی تھی محمد بن کثیر نے اُس کے سر کو ککڑی کی طرح دو حصّوں میں تقسیم کر دیا۔

ابنِ زیاد تخت سے اُٹھ کر گھر کو چل دیا اور جاتے جاتے اپنے غُلاموں سے کہا! اس شخص کو قتل کر دو۔

ابنِ زیاد کے غلاموں اور ملازمین نے اکٹھے ہو کر محمد بن کثیر پر دھاوا بول دیا تو محمد بن کثیر نے تلوار کے زبردست جوہر دکھاتے ہوئے اُن میں سے دس افراد کو قتل کر دیا اور باہر جانے لگا ابنِ زیاد کے غلام بدستور اُس کے پیچھے رہے اور بالآخر اُسے شہید کر دیا۔

محمد بنِ کثیر کے بیٹے نے اپنے باپ کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا تو غرّاتا ہوا محل کے دروازے کی طرف بڑھنے لگا اور جو بھی اُس کے سامنے آتا اسے ملکِ عدم کو روانہ کر دیتا۔

القصّہ! اُس نے جرأت و بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ وہاں پر موجود دوستوں اور دشمنوں میں سے جس نے بھی اُسے دیکھا آفرین کہا۔

تا جہاں رسمِ دست بُرد نہاد
دست بردی چناں ندارد یاد

یہاں تک کہ وہ محل کے دروازہ پر پہنچا تو دروازہ کی چوکھٹ پر بیس سردار آ چکے تھے اچانک پیچھے سے ابن زیاد کے ایک غلام نے اُس کی پشت پر نیزہ مارا تو نیزے کی نوک جسم کو چیرتی ہوئی سینے سے باہر آ گئی زخم کی تاب نہ لاتے ہوئے نوجوان دروازے کی چوکھٹ پر گر پڑا اور ودیعت شدہ جان کو قابضِ ارواح کے حضور پیش کر دیا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

کُوفیوں اور شامیوں کے درمیان جنگ

بعد ازاں! محل کے اندر سے نعرے لگائے گئے اور ابن زیاد کا جو لشکر محل کے اندر تھا اس نے باہر آکر محمد بن کثیر کی قوم پر حملہ کر دیا ان لوگوں نے اُن کے حملے کو روکا اور گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی۔

چُوں دریائے ہیجا درآمد بجوش
زمردانِ جنگی برآمد خروش
زخونِ دلیراں وگردِ سپاہ
زمیں گشت سُرخ و ہوا شُد سیاہ

کُوفہ کے لوگ نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے جبکہ سپاہِ شام اُن کے سامنے حیران و سرگشتہ ہو کر ماند پڑ رہی تھی ابنِ زیاد نے جب یہ حال دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے کہا! کوفہ کی جنگ محمد بن کثیر اور اُس کے بیٹے کے لئے ہے ان دونوں کے جسموں سے سر کاٹ کر ان کے درمیان پھینک دو تا کہ وہ دل شکستہ ہو کر لڑائی سے باز آجائیں پس اُن دونوں کے سر کاٹ کر میدان میں پھینک دیئے گئے کوفیوں نے جب اُن کے کٹے ہوئے سر دیکھے تو وحشت زدہ ہو کر بھاگ نکلے۔

جب رات ہوئی تو اُن میں سے کوئی بھی گھروں میں نہ تھا مختار ثقفی نے جب دیکھا کہ کام ہاتھ سے نکل گیا ہے تو گھوڑے پر سوار ہو کر قبیلہ

بنی سعد کی راہ اختیار کر لی جہاں اُس کے چچوں کے بیٹے اور خاندان کے لوگ رہتے تھے سلیمان صرد خزاعی بھی بنی زید کے محلّہ کو چلے گئے جبکہ ورقاء بن عازب نے قاضی شریح کے محلّہ میں پناہ حاصل کی اس محلّہ میں محبانِ اہلِ بیت کثیر تعداد میں رہتے تھے۔

حضرت مُسلم کی پریشانیاں اور کوفے کی ناکہ بندی

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب محمد بن کثیر اور اس کے بیٹے کی شہادت کا علم ہوا تو آپ انتہائی غمزدہ اور ملول ہو گئے پھر غضبناک ہو کر گھر سے نکلے اور سوار ہو کر دروازے کی تلاش میں چل پڑے۔

آپ اتفاق سے اچانک ابن زیاد کے لشکر کے سامنے آ گئے جس کی تعداد دو ہزار افراد پر مشتمل تھی اور اس کا سپہ سالار محکم بن طفیل تھا اچانک ایک شخص نے حضرت مسلم کو دیکھ کر پوچھا آپ کون ہیں؟

آپ نے فرمایا! میں عرب کے قبیلۂ فزارہ کا ایک شخص ہوں اور چاہتا ہوں کہ اپنی قوم کے پاس جاؤں اُس نے کہا آپ واپس جائیں یہ آپ کا راستہ نہیں۔

حضرت مسلم واپس آ گئے اور جب دارِ ربیع کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ابن زیاد کا بیٹا خالد دو ہزار کا لشکر لیے کھڑا ہے آپ وہاں سے بھی واپس آ گئے اور جب کلیسا کے قریب آئے تو وہاں پر شامی محافظ کو دو ہزار کا لشکر لئے کھڑا

دیکھا آپ وہاں سے دلیرانہ گذرے اور درودگراں کے بازار کی طرف رخ کرلیا اس وقت صبح طلوع ہو رہی تھی اور روشنی پھیل رہی تھی کلیسا کے محافظ نے حضرت مسلم کو دیکھا کہ آپ گھوڑے پر سوار ہیں ہاتھ میں نیزہ ہے زرہ پہنی ہوئی ہے اور قیمتی تلوار حمائل کر رکھی ہے جس سے آپ کی شجاعت وسطوت کا ظہور ہوتا ہے اور آپ کی سواری سے آپ کی امارت اور شوکت وصلابت نمایاں ہوتی ہے۔

سوارے ہم چوں برق و باد میراند
کہ باد از فتنِ او باز می ماند
چوں دیگ از آتشِ بیدار جوشاں
زبادِ کینہ چوں دریا خروشاں

محافظ کے دل میں آیا کہ یہ سوار مسلم بن عقیل کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا پس وہ اسی وقت ابن زیاد کے گھر کے دروازے پر آیا اور نعمان دربان سے کہا اے امیر میں نے مسلم کو دروودگروں کے بازار کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہے اور اُنہوں نے اپنا رُخ بصرہ کی طرف کر رکھا ہے نعمان پچاس سواروں کو لے کر اس طرف روانہ ہو گیا چانک حضرت مسلم نے پیچھے دیکھا تو اُنہیں اپنے تعاقب میں آنے والے سواروں کا پتہ چل گیا آپ اُسی وقت گھوڑے سے اُتر آئے اور گھوڑے کو چابک لگا دیا تو گھوڑا بازار کی سڑک پر بھاگ نکلا پھر اچانک اُنہوں نے ایک محلّہ کی طرف رخ کرلیا اور گمان کرلیا

کہ وہاں سے باہر کو راستہ جاتا ہوگا مگر وہ راستہ ایک بند گلی پر جا کر ختم ہو گیا۔

آپ اُس کوچہ کے اندر کی جانب چلنے لگے تو ایک ویران مسجد نظر آئی تو آپ مسجد میں داخل ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اُدھر نعمان نے دیکھا کہ بے سوار کے گھوڑا جا رہا ہے تو اس نے جلاہوں کے محلّہ سے گھوڑے کو پکڑ لیا مگر سوار کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔

نعمان دَربان حیران و پریشان گھوڑے کو لے کر واپس آ گیا اور ابنِ زیاد کے سامنے جا کر تمام صُورتِ حال بیان کر دی۔

ابنِ زیاد نے کہا! کہ تمام دروازوں پر پہرہ سخت کر دو اور ہر محلّہ میں منادی کرا دو کہ جو شخص مسلم کا پتہ بتائے گا یا اس کا سر کاٹ کر لائے گا اُسے دنیا کے مال سے غنی کر دیا جائے گا۔

لوگوں نے آپ کی تلاش میں بھاگ دوڑ شروع کر دی اور جناب مسلم اُس ویران مسجد میں بھوکے پیاسے بیٹھے رہے یہاں تک کہ رات ہو گئی تو آپ مسجد سے باہر تشریف لائے جب کہ آپ نہیں جانتے تھے کہ کہاں جائیں،

اسی حال میں آپ نے اپنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے کہا! افسوس کہ میں دشمنوں کے درمیان گھرا بیٹھا ہوا اور غُلامانِ امام حسین علیہ السلام سے الگ ہو گیا ہوں نہ کوئی محرم ہے کہ اُسے کچھ دیر غمِ دل کا حال سناؤں نہ کوئی ہمدم ہے کہ اُس پر اپنا غم دیرینہ اور رازِ سینہ ظاہر کروں نہ میرے

پاس کوئی قاصد ہے کہ اپنا سوز ناک اور درد آمیز خط اِمام حسین علیہ السلام کی بارگاہِ اَقدس تک پہنچاؤں اور نہ ہی کوئی دوست ہے کہ اپنا غم انگیز اور دُکھ بھرا پیغام بارگاہ ولایت پناہ علیہ السلام میں بھیج سکوں۔

نہ قاصدے کہ پیامے بہ نزد یار برد
نہ محرمے کہ سلامے بداں دیار برد
فتادہ ایم بشہرِ غریب و یارے نیست
کہ قصّہ ای زِغریبے بشہر یار برد

حضرت مُسلم بی بی طوعہ کے گھر

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ حیران و سرگردان اُس محلّہ میں جا رہے تھے کہ اچانک ایک گھر کے دروازے پر ایک بُوڑھی عورت کو بیٹھے ہوئے دیکھا جو ہاتھ میں تسبیح لیے کلمہ شریف کا ورد کر رہی تھی اُس عوُرت کا نام طوعہ تھا،

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے اُسے فرمایا! اے اللہ کی بندی کیا تو مجھے پانی پلائے گی تا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پیاس سے تیری محافظت فرمائے اِس لئے کہ میں انتہائی سوختہ دل اور تشنہ جگر ہوں،

طوعہ نے طوع و رغبت سے جواب دیا میں آپ کو پانی پلاتی ہوں اور اُسی وقت اندر جا کر ٹھنڈے پانی کا گلاس لے آئی حضرت مُسلم پانی پی کر وہیں بیٹھ گئے کیونکہ آپ بہت زیادہ تھکن محسوس کر رہے تھے اور دوسرا یہ

اندیشہ بھی تھا کہ اُنہیں کئی ہزار افراد تلاش کر رہے ہیں ممکن ہے کسی شخص کے ہاتھوں گرفتار ہو جائیں مگر جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو اس عورت نے کہا کہ یہ شہر پُر آشوب ہے اور آپ یہاں میرے پاس بیٹھے ہیں آپ واپس جائیں کیونکہ آپ کا یہاں بیٹھنا میرے لئے تُہمت کا باعث ہوگا،

حضرت مسلم نے فرمایا! امّی جان میں ایک عزّت وشرافت والے خاندان کا فرد ہوں اور اپنے دوستوں اور شہر سے دور غربت کا مارا ہوا ہوں نہ میری کوئی منزل ہے نہ کوئی جگہ نہ گھر نہ مکان

دَر کُوئے بلا ساختہ دارم وطنے
دَر منزلِ دردِ خستہ جانے وتنے
ہر چند بکارِ خویش دَر مِی نِگرم
محنت زدہٗ نیست بعَالم چوُں منے

اگر آپ مجھے اپنے گھر میں جگہ دیں تو میں اُمید رکھتا ہوں تو حق سُبحانہ تعالیٰ آپ کو جنّت کے باغوں میں جگہ عطا فرمائے گا۔

طوعہ نے کہا! آپ کا نام کیا ہے؟ اور آپ کون سے قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں؟

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے فرمایا! آپ مصیبت زدوں ستم رسیدوں اور غریب الدیار جفا کشیدہ لوگوں سے کیا پوچھتی ہیں۔

بی بی طوعہ نے از حد اصرار کیا تو حضرت مسلم رضی اللہ عنہٗ نے ضرورت کے مطابق ظاہر فرمایا کہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا چچازاد بھائی مسلم بن عقیل ہوں کوفیوں نے میرے ساتھ بے وفائی کی ہے اور مجھے ہلاکت خیز بلاؤں میں ڈال دیا ہے اور خود جانیں سلامت لے کر باہر نکل گئے اور اب میں اس محلّہ میں پڑا ہوا ہوں اور دل کو ہلاکت پر رکھا ہوا ہے بایں ہمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد سے غافل نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ ان لوگوں کے ساتھ ان کے حال کا کیا انجام ہو۔

بی بی طوعہ کو جب پتہ چلا کہ آپ حضرت مسلم بن عقیل ہیں تو آپ کے مبارک پاؤں پر گر پڑی اور فوراً ہی اپنے گھر کے ایک کمرے کو پاک صاف کر کے آپ کو وہاں لے گئی اُس کے گھر میں کھانے پینے کا جو سامان موجود تھا آپ کی خدمت میں پیش کر دیا اور آپ کی زیارت ہونے پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے حد و حساب شکریہ ادا کرتے ہوئے زبان نیاز سے اس مضمون کو ادا کیا۔

مگر فرشتۂ رحمت دُر آمد از درِ ما
کہ شُد بہشت بریں کلبۂ محقّر ما

حقر راست است کہ فراش قدسیان امشب
چراغ نور فروزد ز شمعِ منظر ما

طوعہ کا کذّاب بیٹا

حضرت مُسلم نے کھانا کھایا اور گذشتہ نمازوں کی قضا ادا کرنے کے بعد لیٹ گئے جب رات کا کافی حصّہ گذر گیا تو بی بی طوعہ کا بیٹا اپنے گھر آ گیا اُس نے دیکھا کہ اُس کی ماں کبھی اُس کمرے میں جاتی ہے اور کبھی آتی ہے کبھی روتی ہے اور کبھی ہنستی ہے۔

چنانچہ اُس نے کہا امّی جان! اِس رات کا عجیب حال ہے اور آپ اس کمرے میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی ہیں؟

ماں نے کہا! ہاں سب خیریت ہے تو اپنے کام میں مشغول رہ بیٹے نے اصرار کیا کہ آپ اِس معاملہ کے بارے میں ضرور بتائیں۔

ماں نے کہا! میں تجھے ایک شرط پر بتا سکتی ہوں کہ تو قسم کھائے کہ اِس راز کو کسی شخص پر ظاہر نہیں کرے گا بیٹے نے قسم کھائی کہ میں یہ راز کسی شخص کو نہیں بتاؤں گا۔

ماں نے کہا! مُسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ہماری پناہ میں آئے ہیں میں نے اس کمرے میں اُنہیں لٹا رکھا ہے اور ان کی خاطر خدمت میں مصروف ہوں اور اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ سے ثوابِ جزیل کی اُمید رکھتی ہوں بیٹا خاموش ہو کر سونے کے لئے چلا گیا۔

حضرت مُسلم سوئے ہوئے تھے کہ اچانک اُنہوں نے ایک خواب

پریشاں دیکھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور اپنے عیال واُولاد کی جدائی میں رونے لگے اور دیدۂ غم دیدہ سے بہنے والے آنسوؤں کے پانی کے ساتھ اپنی مصیبتوں اور بلاؤں میں یوں مدد طلب کرنے لگے۔

بیا اَے اشک تا بر روزگارِ خویشتن گریم
چُوں شمع از محنت شب ہائے تارِ خویشتن گریم
ندارم مہربانے تا کُند بر حالِ من گریہ
ہماں بہتر کہ خود بر حالِ زارِ خویشتن گریم

جب صبح ہوئی تو بی بی طوعہ کا بیٹا ابنِ زیاد کے گھر پہنچ گیا اور یہ اُس وقت پہنچا جب حصین بن نُمیر سے کہہ رہا تھا کہ کوفہ کے محلوں کے چاروں طرف منادی کرو کہ امیر کہتا ہے جو شخص میرے پاس مُسلم کی خبر لے کر آئے گا میں اُسے ایک ہزار درہم انعام دوں گا اور اس شخص کی تمام مُرادوں اور ضرورتوں کو پورا کروں گا اگر کسی شخص نے اُنہیں اپنے گھر میں چھپایا تو اُس کا گھر برباد کر دیا جائے گا اور صاحبِ خانہ کو قتل کر دیا جائے گا۔

بی بی طوعہ کے بیٹے نے جب دولت کا وعدہ اور قتل کی وعید سنی تو آگے بڑھ کر محمد بن اشعث کو تمام واقعہ سُنا دیا۔

حضرت مُسلم کی شجاعت

ابنِ اشعث نے یہ واقعہ ابنِ زیاد کو بتایا تو اس نے بہت زیادہ خوش

ہوتے ہوئے عمرو بن حارث مخزومی سے کہا میرے خاص فوجیوں سے تین سو سپاہی محمد بن اشعث کی کمان میں دے دے تا کہ وہ اس گھر میں جا کر مسلم کو گرفتار کرلے، محمد بن اشعث نے ان سواروں کو ساتھ لیا اور بی بی طوعہ کے ہاں جا کر ایک دم اس کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔

حضرت مسلم اس وقت فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد مصلے پر تشریف فرما تھے کہ اُن کے کانوں میں گھوڑوں کے سموں کی آواز آئی اس سے آپ نے جان لیا کہ لوگ اُن کی تلاش میں آئے ہیں۔

آپ نے کھڑے ہو کر اپنا اسلحہ پہنا اور تلوار کھینچ کر گھر سے باہر تشریف لے آئے اس گروہ نے ایک دم آپ کی طرف دھاوا بول دیا تو حضرت مُسلم نے غضبناک شیر کی طرح اُن لوگوں پر حملہ کر دیا اور اس حملہ میں چند اشخاص کو مار گرایا جب یہ خبر ابن زیاد کو پہنچی تو اُس نے محمد بن اشعث کو پیغام بھیجا میں نے ایک شخص کو گرفتار کر کے لانے کے لئے تیرے ساتھ تین سو سواروں کو بھیجا تھا یہ کیسی کمزوری ہے جو تُو نے دکھائی ہے مُسلم گرچہ بہادر شخص ہے مگر ایک سے زیادہ تو نہیں۔

ابن اشعث نے جواب بھیجا تیرا گمان یہ ہے کہ تُو نے مُجھے کسی حلاّج یا جولاہے کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا ہے خدا کی قسم! تُو نے مُجھے غصّے سے بھرے ہوئے شیرِ ببر سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا ہے یہ ایسا بہادر ہے کہ انتقام کی تلوار سے مبارزوں کے خُون کو خاک میں ملا دیتا ہے اور ایسا صفدر

ہے کہ خنجر کی ضرب سے میدان کی مٹی کو بہادروں کے مغز میں پہنچا دیتا ہے۔

چُوں بَر جو شد از خشم چُوں تند میغ

زِ آبِ آتش انگیز واز برق تیغ

کُوفیوں کی امانِ بے اماں

ابنِ زیاد نے اسے پیغام بھیجا کہ اسے امان دے کر میرے پاس لے آ کیونکہ امان کے بغیر مُسلم پر ہاتھ نہیں ڈالا جا سکے گا۔

جب ابنِ اشعث کو ابنِ زیاد کی یہ بات پہنچی تو اس نے حضرت مُسلم کو خطاب کرتے ہوئے کہا! اُے مُسلم خود کو ہلاکت میں نہ ڈالیں اور تلوار سے ہاتھ روک کر میرے پاس آ جائیں، امیر تجھے امان دیتا ہے۔

حضرت مُسلم نے فرمایا! مجھے تمہاری امان کی ضرورت نہیں کیونکہ تمہارے قول پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور کوفیوں سے وفا نہیں ملتی۔

ندیدیم مَن از ہیچ کُوفی وفا

زِ کوفی نیاید بغیر از جفا

حضرت مُسلم نے یہ بات کہی اور اُن پر دوبارہ حملہ کر دیا اور چند اشخاص کو قتل اور زخمی کر دیا اہلِ لشکر گھبرا گئے اور کچھ لوگ پا پیادہ ہو کر چھتوں پر چڑھ گئے اور حضرت مُسلم پر پتھراؤ کرنے لگے اُن لوگوں نے آپ کے جسم نازنین کو پتھّروں سے زخمی کر دیا۔

آپ اپنے آپ سے کہتے تھے اُے نفس! خودکو موت کے لئے تیار کر لے کیونکہ مردانہ وار دشمنوں سے لڑتے ہوئے موت کا شربت پینا اور شہادت کا خلعت پہننا دولتِ جاوید اور سعادتِ ابدی ہے۔

چُوں شہیدِ راہِ اُو دَر ہر دوعالم سُرخروست
خُوش دمے باشد کہ مارا کشتہ زیں مَیداں بُرند

زخمی شیر

اچانک ایک حرامزادے نے حضرت مُسلم کی پیشانی پر پتھر مارا جس سے آپ کے چہرۂ اقدس پر خون بہنے لگا۔

خونِ جگرم زدیدۂ بررُخ پالُود
رُخسارہ کُجا برم چنیں خُون آلود

حضرت مسلم نے اپنا چہرہ مبارک مکہ معظّمہ کی طرف کر لیا، اور کہا اے ابنِ رسول اللہ ! آپ جانتے ہیں کہ آپ کے چچا کا بیٹا کہاں گیا ہے، مگر میں راہِ حق میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں۔

گرسنگ آید بمَن چوں باراں اُے دِل
دستِ من و آستینِ اُے جاناں اُے دِل
یا گوئی بسر برم زمیداں اُے دِل
یا در سروکارِ دل کنم جاں اُے دِل

اچانک اُس نے دُوسرا پتھر پھینکا جو آپ کے ہونٹوں اور دندان مبارک پر لگا تو آپ کی داڑھی مبارک خُون سے بھیگ گئی اور اُس سے خُون کے قطرات ٹپکنے لگے آپ کا دامن پاک خُون آلود ہو گیا اور آپ کی زبانِ حال پر یہ مضمون جاری تھا۔

ہر نشاں کز خُون دل بر دامنِ چاکِ مَن است
پیشِ اہلِ دل دلیلِ دامنِ پاکِ مَن است

شُد تنم فرسودۂ زیرِ سنگ جورِ کوفیاں
کشتِ عشقم من ویں سنگ با خاکِ مَن است

بعد ازاں! حضرت مسلم کو بہت زیادہ زخم آ گئے تو آپ نے اپنی پشت مبارک بکیر بن حمران کی دیوار سے لگا دی وہ کمینہ اپنے گھر سے نکلا اور حضرت مُسلم کے فرقِ اقدس پر تلوار چلا دی جس سے آپ کا اُوپر کا ہونٹ کٹ گیا۔

حضرت مُسلم نے اِس گرمی میں بکیر پر تلوار چلائی تو اُسکا سر دس قدم دور جا گرا اس کے بعد پھر آپ نے دیوار سے ٹیک لگا لی اور کہا الٰہی مجھے پانی کے ایک گھونٹ کی آرزو ہے۔

کوفی یہ نظارہ دیکھ رہے تھے اور آپ کی یہ باتیں سُن رہے تھے مگر کسی میں آپ کو پانی لا کر دینے کی ہمّت نہ ملی۔

پانی ملا مگر

بالآخر بُوڑھی خاتُون طوعہ پانی کا پیالہ لے کر باہر آئی اور حضرت مُسلم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پانی پیش کر دیا آپ نے پیالہ ہونٹوں سے لگایا تو وہ خُون آلود ہو گیا آپ نے وہ پانی گرا دیا تو طوعہ نے دوبارہ پیالہ بھر کر پیش کیا آپ نے پیالہ ہونٹوں سے لگایا تو وہ بھی خُون سے بھر گیا آپ نے اسے بھی گرا دیا تو خاتون نے تیسری مرتبہ پانی کا پیالہ پیش کیا آپ نے اُسے پینا چاہا تو وہ بھی آپ کے کٹے ہوئے ہونٹ اور زخمی دانتوں سے بہنے والے خُون سے پھر آلودہ ہو گیا آپ نے پیالہ کو ہاتھ میں تھام لیا اور فرمایا مجھے اب قیامت کے روز پانی پینا ہے۔

اِسی اثناء میں کسی نے عقب سے آپ کی پُشت پر نیزہ مارا تو آپ گر پڑے آپ کا گرنا تھا کہ لوگوں نے چاروں طرف گھیرا ڈال کر آپ کو گرفتار کر لیا اور ابنِ زیاد کے سامنے پیش کر دیا، ابنِ زیاد قصرِ امارت میں بیٹھا ہوا تھا جب لوگ حضرت مُسلم کو اُس کے پاس لائے تو حضرت مُسلم نے اُسے سلام نہ کیا۔

لوگوں نے کہا کہ آپ نے امیر کو سلام کیوں نہیں کیا،

حضرت مُسلم نے فرمایا! اس لیے کہ میں اِس سلام میں نہ دنیا کی سلامتی دیکھتا ہوں اور نہ عُقبیٰ کی سلامتی کا مشاہدہ کرتا ہوں۔

حضرت مُسلم کی وصیّت

حضرت مسلم رضی اللہ عنہٗ کی آمد پر ابن زیاد کچھ دیر سر جھکائے بیٹھا رہا پھر اُس نے سر اُٹھا کر آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تو نے امامِ زمان پر خُروج کر کے یہ فتنہ انگیزی کیوں کی ہے؟

حضرت مُسلم نے فرمایا! امام زمان حضرت امام حسین بن علی ہیں اور میں اُن کے حکم پر اس شہر میں آیا ہوں اور جو کچھ میں نے کیا ہے اُس میں حق تعالیٰ کی رضا پاتا ہوں مگر اہلِ شقاوت نہیں چھوڑتے کہ حقدار کو حق مل جائے۔

اُے ابنِ مرجانہ! مجھے یقین ہے کہ تو میرے قتل کا حکم دے گا مگر اس سے پہلے قبیلۂ قریش کے کسی شخص کو میرے پاس بھیج تا کہ وہ میری وصیّت سن لے پھر آپ نے عمرو بن سعد کو کھڑے دیکھ کر فرمایا اے ابنِ سعد اس قربت وقرابت کی بنا پر جو مُجھے تُجھ سے ہے تُجھے تین وصیتیں کرتا ہوں میری گذارش ہے کہ تو میری وصیّت کو قبول کر لے۔

پہلی وصیت یہ ہے کہ میں اس شہر میں سات سو درہم کا قرضدار ہوں میرا گھوڑا النعمان دربان کے پاس ہے وہ اس سے لے لینا اور اس کے ساتھ میرا اسلحہ وغیرہ ملا کر فروخت کر دینا اور میرا قرض ادا کر دینا۔

عمرؤ بن سعد نے اس وصیت کو قبول کر لیا اور ابن زیاد نے کہا گھوڑا

اور اسلحہ تمہارا ہے اسے فروخت کر کے تمہار قرض ادا کرنے سے کوئی شخص مانع نہیں۔

دوم حضرت مُسلم نے فرمایا! دوسری وصیّت یہ ہے کہ میں جانتا ہوں مجھے شہید کر کے میرے سر کو شام بھیجا جائے گا میرے جسم کو ابن زیاد جس محلّے میں چاہے دفن کروادے۔

ابن زیاد نے کہا جب ہم تمہیں قتل کر چکے ہوں گے تو تمہارے جسم کے ساتھ جو چاہے ہوگا۔

سوم! حضرت مُسلم نے فرمایا تیسری وصیّت یہ ہے کہ حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط بھیج دینا جس میں لکھا ہو کہ کوفیوں نے بے وفائی کی ہے اور آپ کے بیٹے کو قتل کر دیا گیا ہے آپ ہر گز کوفہ کو تشریف نہ لائیں اور نہ ہی ان لوگوں کے فریب میں آئیں۔

ابن زیاد نے کہا اگر حُسین ﴿علیہ السلام﴾ ہم پر چڑھائی نہیں کریں گے تو ہم اُن پر چڑھائی نہیں کریں گے اور اگر وہ امرِ خلافت پر معترض ہوئے تو ہم خاموش نہیں بیٹھیں گے۔

حضرت مُسلم کے قتل کا حکم

ایک روایت میں ہے کہ ابن زیاد نے کہا اگر حسین ﴿علیہ السلام﴾ ہمیں طلب نہیں کریں گے تو ہم اُنہیں طلب نہیں کریں گے۔

علاوہ ازیں حضرت مُسلم بن عقیل اور ابن زیاد کے درمیان جو باتیں ہوئیں اُن کا کہنا اور سُننا دکھ کا باعث ہوگا مختصر یہ کہ ابنِ زیاد نے آواز دی اہلِ مجلس سے وہ کون ہے جو مسلم کو محل کی چھت پر لے جائے اور ان کا سر کاٹ دے؟

بکیر بن حمران کے بیٹے نے کہا اے امیر یہ میرا کام ہے کیونکہ آج میرے باپ کو قتل کیا گیا ہے پس اُس نے حضرت مُسلم کا ہاتھ پکڑا اور اُنہیں محل کی چھت پر لے گیا حضرت مُسلم رضی اللہ عنہٗ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پڑھتے جارہے تھے اور کہتے تھے۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَق

الٰہی ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما۔

﴿سورۃ الاعراف آیت ۸۹﴾

میں اِن کے بلانے پر آیا تو انہوں نے مجھے چھوڑ دیا میں ان سے سچی بات کرتا ہوں تو یہ مجھے جھوٹا گردانتے ہیں۔

حضرت مُسلم کا پیغام

پھر جب آپ محل کی چھت پر پہنچے تو آپ نے اپنا چہرۂ اقدس مکہ معظّمہ کی جانب کرتے ہوئے کہا! اُے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے

بیٹے کیا آپ مسلم بن عقیل کے حال سے واقف ہیں؟ پھر آپ نے چند اشعار پڑھے جن کا فارسی ترجمہ یہ ہے۔

اَے بادِ صبا ز رُوئے یاری
سُوئے حرمِ خُدا گُذر کُن
شہزادۂ حسین را چُوں بینی
بنشیں حدیثِ مختصر کُن
ہر بد کہ ز کوفیاں بدیدی
فرزند رسول را خبر کن
بر گوئی کہ مُسلم ستم کش
شد کشتۂ تو چارۂ اگر کن
مغرور مشو بقولِ کوفی
وز فتنۂ شامیاں حذر کن

پھر کہا! اَے ابنِ رسول اللہ میری آرزو تھی کہ ایک مرتبہ اپنی غمزدہ آنکھوں کو آپ کے جمالِ جہاں آرا کی زیارت سے روشن کرتا مگر میری عمر نے امان نہیں دی اور آپ کے دیدار کے لئے قیامت کے دن کا وعدہ کیا ہے۔

جان دا دم و ہوائے لِقائے تو در دِلم
رفتم بخاک و تخم وفائے تو در گلم

کُوفیوں سے خطاب

خوارزمی نے اپنی کتاب ''مقتل نُورالائمہ،، میں روایت بیان کی ہے کہ حضرت مسلم نے محل کی چھت پر کھڑے ہو کر نظر دوڑائی تو کوفے کے بہت سے لوگوں کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا۔

آپ نے اُن کی طرف دیکھ کر چند اشعار پڑھے جن کا فارسی ترجمہ یہ ہے۔

اے کُوفیاں چُوں سر زتنِ مَن جُدا کنید
بارے تن مرا بسوئے خاکداں برید
چُوں کارواں بجانبِ مکّہ رواں شوُد
پیراہنِ مرا سُوئے آں کارواں برید
گوئید کز برائے خُدا بہر یادگار
نزدِ حُسینؑ جامۂ پُر خُوں نشاں برید
رحمے بر آبِ چشم یتیمانِ مَن کنید
آں دم کہ یاد کُشتنِ مَن بر زباں برید
چُوں طفلگانِ مَن خبرِ مَن طلب کُنند
اَز من تحیّتے سُوئے آں طفلگاں برید

جلّاد کا ہاتھ سوکھ گیا

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بات پُوری کر لی تو دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے اور عرض کی الٰہی! دوستوں کی مدد فرما اور دشمنوں کو چھوڑ دے آپ یہ کلمات ادا کر رہے تھے کہ اسی دوران میں بکیر بن حمران کے بیٹے نے آپ پر تلوار کا وار کرنا چاہا تو اس کا ہاتھ سوکھ گیا اور وہ حیران و پریشان ہو کر رہ گیا۔

ابنِ زیاد کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو اس نے اُسے بلا کر کہا تجھے کیا ہو گیا تھا؟

اُس نے کہا! اُے امیر مَیں نے ایک مہیب اور بارعب شخص کو دیکھا کہ وہ میرے برابر ظاہر ہوا اور اس نے اپنی اُنگلی کو دانتوں میں دبایا ہوا تھا ایک روایت ہے کہ اُس نے اپنے ہونٹ کو دانتوں تلے دبایا ہوا تھا میں اُس شخص سے اس قدر ڈرا کہ اپنی زندگی میں کسی شخص سے اتنا خوفزدہ کبھی نہیں ہوا

ابنِ زیاد نے ہنستے ہوئے کہا تُو نے اپنی عادت کے خلاف کرنا چاہا تو تجھ پر دہشت طاری ہو گئی اور تو نے یہ سب کچھ عالمِ تصوّر میں دیکھا ہے۔

حضرت مُسلم کی شہادت

بعد ازاں ابنِ زیاد نے ایک اور شخص کو بھیجا جب وہ محل کی چھت پر

پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہاں پر حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہیں اُس کا زہرہ آب ہوگیا اور طاقت جواب دے گئی اس کے بعد ایک شامی شخص نے آکر آپ کو شہید کر دیا اور زیادہ درست قول یہ ہے کہ حضرت مُسلم کو بکیر بن حمران کے بیٹے نے شہید کیا تھا اس نے آپ کا سر کاٹ کر ابن زیاد کو پیش کر دیا اور آپ کا جسمِ انور محل سے نیچے گرا دیا۔

فغاں از عالمِ بالا برآمد
خروش از عرصۂ غم برآمد
غبار ساحتِ آفاق برخاست
بیامِ قبۂ خضرا برآمد
بسا دمہائے آتشبار کز غم
بجائے موج از دریا برآمد
ازاں زاری کہ جانِ مرتضٰی کرد
غریو از مرقدِ زہرا برآمد
زبہر ماتمِ آلِ محمد
ز روحِ انبیاء غوغا برآمد

یزید کا اظہارِ مسرّت

ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ حضرت مُسلم اور حضرت ہانی رضی اللہ عنہما کے

جسموں کو بازارِ قصاباں میں دکانوں کے دروازہ پر لٹکا دو پھر اُس نے ان دونوں حضرات کے سر یزید کے پاس دمشق بھیج دیئے اور اُسے تمام احوال سے آگاہ کر دیا۔

یزید نے ابنِ زیاد کا خط پڑھ کر حکم دیا کہ حضرت مُسلم اور حضرت ہانی کے سروں کو دمشق کے دروازہ پر لٹکا دو اور ابن زیاد کو خط لکھا کہ تو مجھے بے حد پسند ہے اور تیرا کوئی جواب نہیں اور جو تو نے کیا ہے یہ نہایت پسندیدہ ارو مستحسن کام ہے میں نے سُنا ہے ابن علی عراق کا ارادہ رکھتے ہیں تجھے چاہئیے کہ خوب احتیاط کرے اور راستوں کی ناکہ بندی کروادے اور ہر اس شخص کو قتل کردے جسے تو فسادی متصور کرتا ہے ﴿والسلام﴾

ابن زیاد کو یہ خط موصول ہوا تو وہ بے حد خوش وخرم ہوا

پسرانِ مُسلم کی تلاش

ابنِ زیاد کے جاسوسوں نے اُسے بتایا کہ مُسلم کے بیٹے اس شہر میں چھپے ہوئے ہیں جیسے صد ہزار نگار ہوں نہ تو چاند ان کے چہرے کی شعاع رکھتا ہے اور نہ سنبل اُن کے گیسوؤں کی تاب لاسکتی ہے۔

رُوئے چگونہ رُوئے رُوئے چوں آفتابے
مُوئے چگونہ مُوئے ہر حلقہ پیچ و تابے

ابنِ زیاد نے کہا! منادی کرادو کہ مسلم کے بیٹے جس شخص کے گھر

پوشیدہ ہیں وہ اگر اُنہیں لا کر میرے سپرد نہیں کرے گا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ اس کے پاس ہیں تو میں اس کا گھر لوٹ لوں گا اور اس شخص کو ذلیل و خوار کرنے کے بعد قتل کر دوں گا۔

باپ کی شہادت کی خبر

حضرت مُسلم کے صاجزادے قاضی شریح کے گھر میں تھے کیونکہ لڑائی کے دن آپ اُنہیں اُن کے گھ [illegible] ُن کی حفاظت و صیانت کی سخت تاکید کی تھی حضرت مُسلم کی شہادت [illegible] ـ جد قاضی شریح نے یہ منادی سُنی تو بچوں کو اپنے پاس بلا لیا، پھر جب اُنہوں نے اُن کے چہروں کی طرف نگاہ کی تو بے اختیار نعرۂ غم لگا کر رونے لگے، جب کہ ہر دو شہزادگان کو اپنے باپ کی شہادت کا کچھ علم نہ تھا جب قاضی شریح نے رونا شروع کر دیا تو اُن کے دل میں آیا اور فرمایا اے قاضی آپ کو کیا ہوا کہ ہمیں دیکھتے ہی رونا شروع کر دیا اور اپنی فریاد و فغاں سے ہم غریبوں کے دلوں میں حسرت کی آگ جلا دی۔

قاضی شریح نے اس راز کو چھپانے کی لاکھ کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔

نالہ را چنداں کہ می خواہم کہ پنہان بر کشم
سینہ می گوید کہ مَن تنگ آمدم فریاد کن

قاضی نے چیخ مار کر کہا! اے مخدوم زادو

بنیادِ دیں زسنگِ حوادث خراب شد
دل ہا بدرد و داغِ جدائی کباب شُد
مہرِ شرف در ابر ستم گشت مختفی
بحرِ کرم ز صدمتِ دوراں سراب شُد

جاننا چاہیے کہ دُنیا کی خوشی کا خلعت غم کی زینت سے مزیّن ہے اور اس کی بے اعتباری کا نفع ماتم کے زہر سے آلودہ ہے، ہر تہنیّت کا مشرب تعزیّت کے اختلاط سے مکدر ہے اور ہر عشرت کا گلستان خارزارِ عسرت سے پیوستہ ہے۔

ہیچ روشن دِلے دَر ایں عالم
روزے شادی ندید بے شبِ غم

تمہارے والد گرامی جو آسمانِ بلندی کے ستارے تھے اقبال کی بلندیوں سے ارتحال کی پستیوں کی طرف انتقال فرما چکے ہیں اور ان کی روحِ مقدّس کا شہبازِ شہادت کے پروں کے ساتھ ریاضِ سعادت کی طرف پرواز کر چکا ہے۔

دُنیا بہشت و رحمتِ پروردگارِ یافت
دَر روضۂ بہشت بخوبی قرار یافت

حق سُبحانہٗ تعالیٰ آپ کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائے حضرت مسلم رضی اللہ عنہٗ کے صاحبزادوں نے یہ بات سُنی تو دونوں بے

ہوش ہوگئے کچھ عرصہ کے بعد ہوش میں آئے تو اُنہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ کر سروں سے عمامے اُتار دیئے اور سیاہ گیسوؤں کو بکھیر دیا۔

دونوں نے فریاد کرتے ہوئے کہا اے قاضی! یہ کیسی دل سوز خبر ہے اور کیسی غم اندوز بات ہے۔

چہ حالت اَست ہما نا بخواب مِی بینم
کہ قصرِ دولت و دیں رَا خراب مِی بینم
بدردِ دِل زِلب شرحِ نالہ میشوم
زسوزِ جانِ جگر دیں کباب مِی بینم

دونوں فریاد کرتے ہوئے ہائے ابّا جان اور ہائے ابا جان کی غریب الوطنی کے نعرے لگانے لگے۔

قاضی نے کہا! یہ فُریاد وفغاں کا وقت نہیں کیونکہ عبیداللہ بن زیاد کے کے آدمی آپ کی تلاش میں ہیں اور اس نے منادی کروا رکھی ہے کہ یہ بچے جس گھر میں ہوں گے اگر اُس گھر کا مالک اُن کا پتہ نہیں دے گا تو میں اُس کا گھر برباد کر دوں گا اور اُس کو قتل کر دوں گا، جبکہ میں اس شہر میں محبّت اہلِ بیت سے متّہم ہوں اور دشمن میرے حالات کی تلاش و جستجو میں لگے ہوئے ہیں اس صُورت میں میں اپنی اور آپ دونوں کی جان کے بارے میں خوفزدہ ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ آپ کو کسی شخص کے سپرد کر دوں تا کہ وہ آپ کو مدینہ منورہ پہنچا دے۔

پسرانِ مُسلم تقدیر کے راستے پر

دونوں صاحبزادے ابنِ زیاد کے ڈر سے باپ کا غم بھول کر خاموش ہو گئے قاضی نے دونوں کی کمر کے ساتھ پچاس پچاس دینار سونے کے باندھ دیئے اور اپنے بیٹے اسد کو بلا کر کہا! میں نے سُنا ہے کہ دروازہ عراقین سے ایک قافلہ مدینہ منورہ کو جانے کا اردہ رکھتا ہے، اِن کو لے جا اور قافلے کے کسی ایسے شخص کے سپرد کردے جس کی جبین میں نیکی کا نُور نظر آئے تا کہ وہ انہیں مدینہ منّورہ میں لے جائے اسد نے اندھیری رات میں اُنہیں اپنے آگے آگے چلنے کے لئے کہا اور بابِ عراقین سے باہر لے گیا،

تقدیر کی بات کہ قافلے والوں نے بھی اُسی وقت کوچ کیا تھا اور اندھیرے میں اُن کے ہیولے نظر آ رہے تھے اسد نے کہا اے شہزادو! وہ قافلہ جا رہا ہے تیزی سے چلو تا کہ اس تک پہنچ سکو شہزادے قافلے کیا طرف چلنے لگے اور اسد واپس چلا گیا۔

شہزادوں نے ابھی تھوڑا سا فاصلہ طے کیا تھا کہ قافلے کا ہیولہ ان کی نظروں سے غائب ہو گیا اور سراسیمہ ہو کر راستہ گُم کر بیٹھے اچانک شہر کی گشت کرنے والے چند چوکیداروں نے اُنہیں دیکھا تو انہیں روک لیا پھر جب اُنہیں علم ہوا کہ یہ حضرت مُسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ، کے بیٹے ہیں تو اُنہیں اُسی وقت پکڑ کر باندھ دیا، کہ کوتوالِ شہر خاندان اہلِ بیت کا دشمن تھا وہ انہیں

لے کر ابن زیاد کے پاس آیا اور ابن زیاد نے کہا انہیں قید خانہ میں ڈال دو پھر اس نے یزید کو خط لکھا کہ مُسلم بن عقیل کے سات آٹھ سال کے دو بیٹوں کو اُن کے باپ کو قتل کرنے کے بعد پکڑ کر قید کر لیا ہے۔

اور آپ کو اطلاع دی جا رہی ہے کہ ان کے بارے میں مجھے حکم دیا جائے کہ میں انہیں قتل کر دوں یا آزاد کر دوں یا آپ کی خدمت میں بھیج دوں والسلام ابن زیاد نے یہ خط ایک شخص کو دے کر دمشق بھیج دیا۔

داروغۂ جیل کا نُورانی کردار

داروغۂ جیل جس کا نام مشکور تھا ایک خوش عقیدہ اور محب اہل بیت شخص تھا جب دونوں شہزادوں کو جیل میں ڈال کر اس کے سپرد کیا گیا تو اس نے جان لیا کہ یہ کون ہیں اُس نے شہزادوں کے ہاتھ پاؤں چوم کر اُن کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور سارا دن اُن کی خدمت گزاری اور غلامی میں حاضر رہا۔

جب رات کو لوگوں کا شور و غل بند ہو گیا تو وہ اُنہیں زندان سے باہر لایا اور قادسیہ کی طرف جانے والے راستے پر آ کر اُنہیں ایک انگوٹھی دی اور کہا! یہ پُرامن راستہ ہے آپ قادسیہ میں پہنچ کر وہاں میرے بھائی کو تلاش کریں اور یہ انگوٹھی اسے دے دیں وہ آپ کو مدینہ منوّرہ پہنچا دے گا۔

تقدیر کا فیصلہ

شہزادوں نے مشکور کو دُعا دی اور راستے کی طرف رُخ کرلیا جیسا کہ بحکم لا راد لقضائہ تقدیر کی گرہ کو تدبیر کی اُنگلی سے نہیں کھولا جاسکتا اور بفحوائے ولا معقب لحکمہ اقتضائے قضاء میں چارہ گری سے تغیر و تبدل نہیں کیا جاسکتا،

قضا بتلخی و شیرینی اے پسر رفتست
اگر ترش نبشنی قضا چہ غم دارد

دونوں شہزادے حق تعالیٰ سبحانہٗ کی تقدیر مقررہ کے مطابق بہرطور جلد از جلد مظلوم اور شہید باپ کے پاس پہنچ جانا چاہتے تھے لازم تھا کہ وہ پھر راستہ گم کر بیٹھتے چنانچہ وہ رات سے صبح تک چلتے رہے جب صبح روشن ہوئی تو اُنہوں نے دیکھا کہ وہ ابھی اُسی شہر میں ہیں۔

بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا اے بھائی! ابھی ہم اُسی شہر میں ہیں ہوسکتا ہے کوئی گروہ ہم تک پہنچ جائے اور ہم گرفتار ہو کر دوسری بار اُن کی قید میں چلے جائیں،

پھر اُنہوں نے دیکھا تو ان کے بائیں ہاتھ ایک نخلستان تھا وہ وہاں چلے گئے اور چشمے کے کنارے ایک پرانا درخت دیکھا جس میں خلا تھی وہ اس میں بیٹھ گئے نمازِ ظہر کے وقت وہاں پر ایک حبشی کنیز برتن لے کر آئی اس نے

چشمے میں نگاہ ڈالی تو دو نوخیز بچوں کا عکس پانی میں دیکھ کر حیران رہ گئی۔

دل صورتِ زیبائے تو در آبِ رواں دید
بے خود شد بفریاد بر آورد کہ ما ہے

کنیز نے اُوپر دیکھا تو کیا دیکھتی ہے۔

دو گُل اَز گُلشنِ دولت دمیدہ
دو سرو از باغ خوبی سَر کشیدہ
دو ماہ اَز بُرجِ خوبی رُخ نمودہ
زدیدہ چشمۂ باراں کشودہ
یکے مانند مہر اَز دِلربائی
یکے چُوں آبِ خضر از جانفزائی
گلِ رُخسار شاں زیرِ کلالہ
شُدہ اَز گریہ خونیں ہم چُوں لالہ
لبِ آں گشتہ خُشکِ اَز آتشِ غم
رُخِ ایں ماندہ ترُ از اشکِ ماتم

تدبیر کی پناہ گاہ

کنیز نے جب عزت واقبال کی بلندی کے اُن دو فرخندہ فال ستاروں کے جمال وکمال پر نظر ڈالی تو رشد وہدایت کے دونوں آفتابوں کا

نظارہ کرنے کے لئے آفتابہ ہاتھ سے رکھ دیا۔

اور پوچھا! آپ کون لوگ ہیں جو اس درخت کے درمیان چھُپے ہوئے ہیں۔

شہزادوں نے یہ سُنا! تو آہ کھینچتے ہوئے اور دُہائی دیتے ہوئے کہا ہم دردِ یتیمی کے مارے ہوئے دو یتیم بچے اور غربت کی مصیبت کا جام پینے والے دو غمزدہ غریب ہیں ہم اپنے باپ سے دور دو گم کردہ راہ اس مقام پر پناہ گزین ہیں۔

کنیز نے کہا! آپ کے باپ کا کیا نام ہے؟

اُنہوں نے باپ کا ذکر سُنا تو آنکھوں سے آبِ حسرت کے چشمے جاری ہو گئے۔

خُدا را اُے رفیق اُز منزل مدہ جاناں یادم
کہ مَن دَر وادیٔ ہجراں ز حالِ خُود بفریادم

کنیز نے کہا! میرا گمان ہے کہ آپ حضرت مُسلم بن عقیل کے صاحبزادے ہیں؟

شہزادوں نے فریاد کرتے ہوئے کہا اے کنیز! کیا تو غیر ہے یا اپنی بے وفا دوست ہے یا پُر جفا دشمن؟

کنیز نے کہا! میں آپ کے خاندان کی مُحب ہوں اور میری مالکہ بھی آپ لوگوں کی محبّت کی دعویدار اور اہلِ بیت پر جان قربان کرنے والی

خاتون ہے آپ میرے ساتھ آئیں تا کہ میں آپ کو اس کے پاس لے چلوں آپ نہ تو ڈریں اور نہ ہی غم کریں اس میں کوئی دھوکا نہیں ہے۔

پس کنیز نے اُنہیں اُٹھایا اور گھر کے پاس لے آئی پھر اندر جا کر اپنی مالکہ کو بشارت دی کہ میں آپ کے پاس حضرت مُسلم کے بیٹوں کو لے کر آئی ہوں۔

باغ را بادِ صبا بس خبر رنگین داد

مژدہ آمدن یاسمن و نسرین داد

مالکہ نے اِس مژدۂ جانفزا کے صلہ میں اپنا آنچل اُتار کر کنیز کے سر پر دیتے ہوئے کہا! میں تُجھے اپنے مال سے آزاد کرتی ہوں پھر ننگے سر ننگے پاؤں حضرت مسلم کے شہزادوں کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کے ہاتھ پاؤں چومنے لگی، اور حضرت مُسلم کی شہادت اور اُن کے بیٹوں کی گرفتاری پر رونے لگی۔

پھر ایک ایک کو اٹھا کر اُن کے منہ سر چُومتے ہوئے مہربان ماں کی طرح نُوحہ زَن ہو گئی اور کہا! اُے غریبانِ مادر اُے بیکسانِ مظلوم اے بے چارگانِ محروم اُن لوگوں پر افسوس ہے جنہوں نے آپ کو باپ کی جدائی کے غم میں مبتلا کیا اور اہلِ بیت رسالت کے کینہ کے میدان میں عناد و فساد کا علم بلند کیا۔

بعد ازاں وہ خاتون شہزادوں کو کمرے کے اندر لے گئی اور ما حضر

پیش کیا اور کنیز کو کہا! اس راز کو پوشیدہ رکھنا اور یہ واقعہ میرے شوہر کو نہ بتانا کیونکہ وہ اہلِ وفا کے حرم میں نامحرم ہے۔

کو در حرم اہلِ وفا محرم نیست

داروغۂ جیل کا انجام

روایت آئی ہے کہ جب داروغہ جیل مشکور نے رضائے خداوندی کے لئے دردمند مظلوموں کو زندان سے رہا کر دیا تو صُبح کو یہ خبر ابن زیاد کے پاس پہنچ گئی اُس نے مشکور کو بلا کر پوچھا تو نے فرزندان مسلم کا کیا کیا ہے؟

مشکور نے کہا! میں نے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد کر دیا ہے اور اس نیک عمل اور پسندیدہ کردار سے اپنے دین کے گھر کو آباد کر لیا ہے

ابنِ زیاد نے کہا! تُجھے میرا ڈر نہیں؟

مشکور نے کہا! جو خُدا سے ڈرتا ہے اُسے اُس کے غیر کا ڈر نہیں ہوتا

ابن زیاد نے کہا! کیا تُجھے اس پر رکھا ہوا ہے؟

مشکور نے کہا! اے ستم گار نابکار تجھے یہ حق کس نے دیا ہے کہ اُن کے باپ کو شہید کرنے کے بعد اُن دو یتیم بے گناہ بچّوں کو قید و بند کی مُصیبتوں میں ڈال دے جن کے جگر پر داغِ یتیمی لگ چکا ہے میں نے حضور سیّدِ کونین اور صدرِ ثقلین حضرت محمد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رُوحِ مقدس کی حرمت کے لئے اُنہیں رہا کر دیا ہے اور جو کچھ میں نے کیا ہے اس پر حضور

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا اُمید وار ہوں اور تو اِس دولت سے محروم ہے۔

ابنِ زیاد نے غضبناک ہو کر کہا میں تجھے ابھی اور اسی وقت سزا دوں گا۔

مشکور نے کہا! میری ہزار جانیں اُن پر فدا ہیں۔

مَن دَر رہِ اُو کُجا بجان و امانم
جانِ چیست کہ بہر اُو فدا نتوانم
یک جان چہ بُود ہزار جان بالیستی
تا جُملہ یک بار بر اُو افشانم

ابنِ زیاد نے جلاّد کو کہا اسے لکڑی کے ستونوں پر کھینچ کر پہلے پانچ سو کوڑے لگا اور پھر اس کا سر گردن سے الگ کر دے۔

جلاّد نے اُس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پہلا کوڑا لگایا تو حضرت مشکور نے کہا بِسمِ اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمْ

جلاّد نے دوسرا کوڑا مارا تو حضرت مشکور نے کہا الٰہی مجھے صبر عطا فرمانا۔

جلاّد نے تیسرا تازیانہ لگایا تو حضرت مشکور نے کہا! خُدایا مجھے معاف فرمادے۔

چوتھا کوڑا لگایا تو جناب مشکور نے کہا الٰہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے بیٹوں کی محبت کے لئے قتل ہو رہا ہوں۔

پانچواں تازیانہ لگایا تو فرمایا! الٰہی مجھے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اہلِ بیت کی خدمت میں پہنچا دینا۔

بعدازاں حضرت مشکور خاموش ہو گئے اور پانچ سو کوڑا پورا ہونے تک ایک آہ تک نہ کی جب پانچ سو کوڑے لگ چکے تو آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا مجھے ایک گھونٹ پانی دیا جائے۔

ابنِ زیاد نے کہا! اسے پانی مت دو اور اس کا سر کاٹ دو۔

عُمر بن الحارث نے اُٹھ کر اُن کی سفارش کی اور گھر کی طرف جانے لگا تا کہ اُنہیں پانی پلائے حضرت مشکور نے آنکھیں کھول کر فرمایا مجھے حوضِ کوثر سے پانی دیا جا رہا ہے اور اسی جملہ کے ساتھ اپنی جان جانِ آفرین کے سپُرد کر دی۔

جانش مقیم روضہ دار السّرور باد
گلشن سرائے مرقدِ اُو پُر زِ نُور باد

شہزادے تقدیر کی زد میں

روایت میں آیا ہے کہ اُس محبہ صادقہ نے دونوں صاحبزادوں کو گھر میں لا کر اُن کے لئے ایک کمرے کو پاک وصاف کر کے آراستہ کیا اور صاف ستھرا بستر بچھا کر لٹا دیا۔

جب رات ہوئی تو اُنہیں سُلانے کے لئے اُن کی دلداری کی باتیں کرتی رہیں یہاں تک کہ جب وہ سو گئے تو وہ اس کمرے سے باہر آئی اور اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئی کچھ عرصہ کے بعد اس کا شوہر تھکا ماندہ دروازے سے سے داخل ہوا،

تو اس خاتون نے اپنے شوہر سے کہا، تم کہاں تھے؟ اور گھر میں اس قدر تاخیر سے کیوں آئے ہو؟

اُس نے کہا! میں صبح کوفہ میں امیرِ کوفہ کے ہاں گیا تو وہاں منادی ہو رہی تھی کہ داروغۂ جیل مشکور نے مُسلم بن عقیل کے بیٹوں کو قید سے رہا کر دیا ہے جو شخص اُن کو یا اُن کی خبر امیر کے پاس لائے گا امیر اُسے خلعت عطا کرے گا اور دُنیا کے مال سے مالدار کر دے گا، لوگ اُن کی تلاش و جستجو میں نکلے تو میں بھی اُن کی تلاش میں نکل پڑا چنانچہ سارا دن اُنہیں مضافاتِ شہر اور قرب و جوار میں تلاش کرتا رہا اور میں نے اُن کی تلاش میں اس قدر جدو جہد کی اس کوشش میں میرا گھوڑا بھی ہلاک ہو گیا اور مجھے کچھ راستہ پا پیادہ قطع کرنا پڑا مگر اپنا مقصود نہ حاصل کر سکا۔

میاں بیوی کا مباحثہ

خاتون نے کہا اَے بندۂ خُدا خُدا سے ڈر تجھے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قریبیوں سے کیا کام؟

اُس نے کہا! اُے عورت خاموش رہ کیونکہ ابنِ زیاد نے اس شخص کے لئے گھوڑے اور خلعت کے علاوہ بہت زیادہ مال و دولت دینے کا وعدہ کر رکھا ہے جو اُسکے پاس مسلم کے بیٹوں کو لے جائے۔

خاتون نے کہا! یہ جواں مردی نہیں کہ دو یتیم بچوں کو پکڑ کر دشمن کے سپرد کر دیا جانے اور دنیا کے بدلے اپنے دین کو ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے؟

مرد نے کہا! اُے بیوی تجھے ان باتوں سے کیا کام اگر کھانا ہے تو لے آ، تا کہ کچھ کھالوں۔

خاتون بے چارگی کے عالم میں اُٹھی اور اس کے لئے کھانا لے آئی اس شقی نے کھانا کھایا اور سو گیا کیونکہ وہ بہت زیادہ تھکا ماندہ تھا۔

شہزادوں کا خواب

جب رات کا ایک حصّہ گذر گیا تو حضرت مسلم کا بڑا صاحبزادہ محمد بن مسلم نیند سے بیدار ہو گیا اور چھوٹے بھائی ابراہیم سے کہنے لگا اُے بھائی اُٹھ جاؤ، کیونکہ ہمیں بھی شہید کر دیا جائے گا میں نے ابھی ابھی خواب میں اپنے باپ کو دیکھا کہ وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی المرتضٰی حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور حضرت حسن مجتبٰی کے ساتھ تھے، میں اُن سے دور کھڑا تھا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا چہرۂ اقدس ہمارے باپ کی جانب کر کے فرمایا اُے مسلم! تیرے دل نے

کیسے برداشت کرلیا کہ اُن دو مظلوم بچوں کو ظالموں کے درمیان چھوڑ دے؟

میرے باپ نے نگاہیں اُٹھا کر ہماری طرف دیکھا اور عرض کی یارسول اللہ وہ صبح ہمارے پاس ہوں گے۔

چھوٹے بھائی نے کہا! بھیّا خدا کی قسم میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔

پھر دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کی گردن میں بانہیں ڈال دیں اور رونے لگے اور ایک دوسرے کے چہرے پر چہرہ رکھ کر یوں فریاد کرنے لگے۔

واویلاہ واسلماہ ومصیبتاہ

رازافشا ہوگیا

جب اُن کے رونے اور فریادوفُغاں کی آواز اس خاتون کے شوہر حارث بن عروہ کے کانوں میں پہنچی تو اس نے بیدار ہوکر اپنی بیوی کو آواز دی کہ یہ چیخ وپکار کیسی ہے، اور ہمارے گھر میں کون ہے؟

خاتون نے عاجز ودَرماندہ ہوکر چُپ سادھ لی تو حارث نے کہا اُٹھ کر دیا جلادے عورت پھر بھی خاموش رہی تو حارث نے خود ہی اُٹھ کر دیا جلایا اور اس کمرے میں آگیا جس میں دو بچّے ایک دوسرے کی گردن میں بانہیں ڈالے ہائے ابا جان کی صدائیں دے رہے تھے۔

حارث نے پوچھا! آپ کون لوگ ہیں؟

اُنہوں نے گمان کیا کہ یہ دوست ہے لہٰذا فرمایا ہم مُسلم بن عقیل کے بیٹے ہیں حارث نے کہا تعجّب ہے یار میرے گھر میں ہے اور میں جہان کا چکر کاٹ رہا ہوں۔

میں آج تُمہاری تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا ہوں یہاں تک کہ میں نے اپنا گھوڑا بھی ہلاک کروالیا اور تم میرے گھر میں اطمینان کے ساتھ سکونت پذیر ہو۔

شہزادوں نے یہ بات سُنی تو خاموشی سے سر جھکا لیا، اُس بے رحم سنگدل نے اُن دونوں کے نازک رخساروں پر طمانچے لگائے، اور ان کی حبل المتین سیاہ زلفیں جو متمسکان عروۃ الوثقیٰ دین تھیں، ہاتھوں میں پکڑ کر کھینچیں اور کھینچتا ہوا باہر لے آیا، پھر اُنہیں دوسرے کمرے میں بند کر کے تالہ لگا دیا۔

اُس خاتون نے اپنے شوہر کے پاؤں پر سر رکھ دیا، اور گریہ وزاری کرتے ہوئے کہا۔

بیداد مکُن بریں یتیماں لُطف بنمائی چُوں کریماں
ایں ہا بفراق مُبتلایند در شہر غریب و بے نوا یند

بگذر زسرِ جفائے ایشاں پرہیز کُن از دُعائے ایشاں
نفرینِ یتیم محنت آلُود و آتش بجہاں درا فگند ہر زود

حارث کی جفا کاری

حارث نے اپنی بیوی کو ڈانٹتے ہوئے کہا !ان باتوں کو چھوڑ اور اپنی زبان کو لگام دے، ورنہ ہر وہ جفا جو تو نے دیکھی ہے تمام تر از خود دیکھ لے گی خاتون کو کوئی چارہ نظر نہ آیا تو خاموش ہو گئی، جب صبح ہو گئی اور دن روشن ہو گیا تو سیاہ رو سیاہ دل حارث اُٹھا اور اپنی تلوار اور ڈھال اٹھا کر ان دونوں شہزادوں کو اپنے آگے لگایا اور فرات کے کنارے پر آ گیا۔

اُس کی بیوی ننگے پاؤں بھاگتی ہوئی اور زاری کرتی ہوئی اس کے پاس پہنچی تو اس بد بخت نے تلوار کھینچ لی وہ خاتون تلوار سے ڈر کر پیچھے پلٹ آئی اور جب وہ تھوڑی سی مسافت پر گیا تو پھر اس کی طرف دوڑ پڑی یہاں تک کہ فرات کے کنارے پر پہنچ گئے۔

نیک بخت غلام

حارث کا ایک خانہ زاد غُلام تھا جس نے اس کے بیٹے کے ساتھ دُودھ پیا تھا وہ جب اپنے آقا کے پیچھے آیا تو حارث نے اُسے تلوار دے کر کہا جا کر ان دونوں بچوں کے سر جسم سے الگ کر دے،

غُلام نے تلوار پکڑ کر کہا! اُے آقا کس شخص کے پاس ایسا دل ہے جو ان دو بیگناہ بچوں کو قتل کر دے۔

حارث نے اسے گالی دے کر کہا! جا کر وہ کام کر جس کے لئے تجھے کہا گیا۔

بندہ را باایں و باآں کار نیست
پیش خواجہ قوت گفتار نیست

غُلام نے کہا! مجھ میں ان کو قتل کرنے کی ہمت نہیں اور مجھے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ اقدس سے حیاء آتی ہے کہ اُن کے خاندان سے نسبت رکھنے والے کسی شخص کو ہلاک کر دوں۔

حارث نے کہا! اگر تو ان کے سر نہیں کاٹے گا تو میں تیرا سر اُتار لوں گا۔

غلام نے کہا! اس سے پہلے کہ تُو مُجھے قتل کر دے میں تُجھے قتل کر دوں گا۔

حارث جنگجو شخص تھا اس نے ہاتھ مارا اور غلام کے سر کے بال ہاتھ میں جکڑ لئے، غُلام نے بھی ہاتھ بڑھایا اور اس کی ڈاڑھی پکڑ کر اپنی طرف کھینچی جس سے حارث اس پر گر پڑا غلام نے چاہا کہ اس کے سر پر تلوار کا وار کرے مگر حارث نے زور لگا کر اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی، غُلام نے اپنی تلوار کھینچ کر اس پر وار کیا تو اس نے اس کے وار کو ڈھال پر روک کر اس کے حملہ کو ناکام بنا دیا اور ساتھ ہی غُلام کے دائیں ہاتھ پر تلوار کا وار کر دیا، غلام نے بائیں ہاتھ سے اُس کا گریبان پکڑا اور اس کے ساتھ گُتھم گُتھا ہو گیا

یہاں تک کہ اُس نے اُس پر دوسرا وار کیا اور پھر دونوں آپس میں لپٹ گئے اچانک حارث کی بیوی اور بیٹا وہاں پہنچ گئے اور اس کے بیٹے نے دونوں کے درمیان آتے ہوئے کہا!

اَے باپ تجھے شرم نہیں آتی، یہ غُلام میرے بھائی کی جگہ ہے اور ہم دونوں نے مل کر دُودھ پیا ہوا ہے، اور یہ میری ماں کو بیٹے کی طرح ہے تو اس سے کیا چاہتا ہے حارث نے اس بات کا جواب دینے کی بجائے غلام پر تلوار کا وار کیا اور اسے الگ کر دیا۔

نیک بخت بیٹا

حارث کے بیٹے نے کہا سبحان اللہ! میں نے آج تک تجھ سے زیادہ سنگدل کسی کو نہیں دیکھا اور نہ ہی تجھ سے زیادہ کسی جفاکار کے بارے میں سُنا۔

جفا کاراں بسے ہستند اما
بدیں تندی جفا کاری کہ دید است
نداری پیشہ جز آزارِ دل ہا
چنیں شوخِ دل آزاری کہ دید است

حارث نے کہا اَے بیٹے! بات مختصر کر اور تلوار پکڑ کر ان دونوں کے سر کاٹ لا اس کے بیٹے نے کہا! نہیں خُدا کی قسم! میں یہ کام ہرگز نہیں

کروں گا، اور نہ ہی تجھے اِس اُمر کا ارتکاب کرنے کے لئے چھوڑوں گا۔

اس کی بیوی نے روتے ہوئے کہا یہ کام نہ کر اور ان بے گناہوں کا خون اپنی گردن پر نہ لے بلکہ انہیں زندہ ہی ابن زیاد کے پاس لے جاتا کہ تیرا مقصود حاصل ہو جائے۔

حارث نے کہا! کُوفہ میں بہت سے لوگ ان کے چاہنے والے ہیں، اگر میں انہیں شہر لے گیا تو عوام شور مچائیں گے اور انہیں مجھ سے چھین لیں گے اور میری محنت ضائع ہو جائے گی، پس اس نے دونوں کو اکٹھا کیا اور تیغ کھینچ لی۔

شہزادوں نے روتے ہوئے کہا اے بزرگ ہمارے بچپن، یتیمی اور غریبی پر رحم کر اور ہماری بے کسی اور درماندگی کو معاف کر دے۔

سنگ رَا دِل خُوں شوَد از نالہ ہائے زارِ ما
ایں دل فولاد تو یک ذرہ سوہاں گیر نیست

حارث نے ان کی بات پر کان نہ دھرا اور اُن کے پاس جا کر دونوں میں سے ایک کو پکڑ لیا، اس کی بیوی نے درمیان میں آ کر کہا اُے ناہنجار ڈر اور یہ کام نہ کر اور روز قیامت کے بدلہ سے خوفزدہ ہو حارث غصہ میں تھا، اس نے تلوار چلائی اور اپنی بیوی کو زخمی کر دیا، حارث اس پر دوسرا وار کرنا چاہتا تھا کہ اس کے بیٹے نے اپنی ماں کو زخمی دیکھ کر چھلانگ لگائی اور اپنے باپ کو پکڑ کر کہا، اے باپ خود فراموشی کو چھوڑ اور غُصّے کو نرمی کے پانی سے ٹھنڈہ کر۔

حارث نے بیٹے پر تلوار چلائی اور ایک ہی وار میں اُسے بھی ختم کر دیا جب اُس نے اپنی زخمی بیوی اور بیٹے کو مرے ہوئے دیکھا تو چیخیں مارنے لگا اور جو زخم کھا چکا تھا اُس کی برداشت کی قوت نہ رکھتے ہوئے فریاد و فغاں کرنے لگا۔

جائے رسید نالہ کہ از آسماں گزشت
با اُو ہیچ جاں رسید ایں فُغانِ مَن

شہزادوں کی شہادت

پھر وہ سنگدل بچوں کے پاس آیا تو اُنہوں نے کہا اے شخص ہمیں ابنِ زیاد کے پاس زندہ لے جاتا کہ تو جو چاہتا ہے وہ تجھے مل جائے۔

حارث نے کہا! تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں شہر میں لے جاؤں اور عوام شور مچا کر تمہیں مجھ سے چھین لیں اور جس مال و دولت کا ابنِ زیاد نے وعدہ کیا ہے وہ مجھے نہ ملے۔

شہزادوں نے کہا! اگر تیری مُراد مال ہے تو ہمارے گیسو تراش دے اور غُلام بنا کر فروخت کر دے اور مال حاصل کر لے۔

اُس بے حمیّت نا مُردود نا مراد نے جہالت کے کنوئیں میں گرتے ہوئے کہا! البتہ میں تمہیں قتل کروں گا۔

اُنہوں نے کہا! ہمارے بچپن اور کمزوری پر رحم کر۔

حارث نے کہا! میرے دل میں رحم نہیں ہے۔

اُنہوں نے کہا! ہمیں چھوڑ دے تا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کر لیں۔

اُس نے کہا! خُدا کی قسم نہیں چھوڑوں گا۔

اُنہوں نے کہا! اُس خدا کے نام پر چھوڑ دے جس کا تو نام لیتا ہے تا کہ ہم اُسے سجدہ کر لیں۔

اُس نے کہا! میں نہیں چھوڑوں گا۔

اُنہوں نے کہا! یہ کیسی دشمنی ہے جو تُو کر رہا ہے اور یہ کیسا ظلم ہے جو تو ہمارے ساتھ ظاہر کر رہا ہے افسوس! یہ کیسی گرفتاری ہے کہ نہ کسی شخص تک ہماری فریاد پہنچ سکتی ہے اور نہ ہی کوئی جان ہماری مدد کو آ سکتی ہے۔

یک ہم نفَس نیست بہ عالم مارا
فرُیاد رسے نیست دریں غم

پس حارث ایک کو قتل کرنے کے لئے بڑھتا تو دوسرا کہتا پہلے مجھے قتل کر دے کیونکہ میں اپنے بھائی کو قتل ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔

اُلقصّہ! حارث نے بڑے بھائی محمد کا سر کاٹ لیا اور اس کا جسم فرات کے پانی میں ڈال دیا چھوٹے بھائی ابراہیم نے اپنے بھائی کا سر پکڑا اور اُسے چہرے سے لگاتے ہوئے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے اور کہا! اے جانِ برادر جلدی نہ کریں میں بھی آپ کے ساتھ آتا ہوں حارث نے اس سر

کواس کے چہرے سے الگ کیا اور اس کا سر بھی الگ کر کے جسم کو پانی میں پھینک دیا۔

اُس وقت زمین وزمان سے چیخیں بلند ہوئیں اور فریاد وفغاں آسمان کے منظروں تک پہنچ گئی افسوس! اُس گلشنِ اقبال وکامرانی کی دوشاخیں جو جوانی کی پہلی بہاروں کی طرف بڑھ رہی تھیں اجل کی خزاں سے پژمردہ ہو گئیں۔

افسوس! اُن رخساروں پر گلستانِ ناز کے جن دو پھولوں کو حادثۂ جانگداز کے ساتھ خراشیں آ گئیں۔

دریغا کہ خُورشیدِ روزِ جوانی
چُوں صُبح دو بود کم زندگانی
دریغا کہ ناگہ گُلِ نَوشگفتہ
فرو ریخت از تند بادِ خزانی

حارث کو کیسا انعام ملا

جب حارث جفا کار لعنت اللہ علیہ دونوں شہزادگانِ نامدار کے سر جسموں سے الگ کر چکا تو اس نے سروں کو تھیلے میں ڈال کر زین کے ساتھ باندھ لیا اور عبید اللہ بن زیاد کی طرف روانہ ہو گیا۔

ابھی سُورج طلُوع ہو رہا تھا اور دیوانِ مظالم قائم تھا، کہ وہ قصرِ امارت

میں پہنچ کر ابنِ زیاد کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور تھیلا زمین پر رکھ دیا۔

ابنِ زیاد نے کہا! اس توبڑے میں کیا ہے؟

حارث نے کہا! تیرے دشمنوں کے سر ہیں جنہیں میں نے تیز تلوار کے ساتھ اُن کے جسموں سے الگ کر دیا ہے، اور تُمہاری رعایت و عنایت کے لالچ میں یہ تحفہ تمہارے سامنے لایا ہوں۔

ابن زیاد نے کہا! ان سروں کو صاف کر کے طشت میں رکھ کر میرے سامنے لایا جائے تا کہ میں دیکھوں کہ یہ کن لوگوں کے سر ہیں جب ان سروں کو صاف کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے ان کے چہروں کو دیکھا جیسے چاند کی دو ٹکیاں ہوں، اور زلفوں کو دیکھا جیسے سیاہ کستوری ہو تو اس نے کہا! یہ کن لوگوں کے سر ہیں؟

حارث نے کہا! مسلم بن عقیل کے بیٹوں کے، ابنِ زیاد کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور حاضرین دربار بھی رونے لگے۔

ابنِ زیاد نے پوچھا! تو نے انہیں کہاں سے پایا ہے؟

حارث نے کہا! اے امیر کل میں انہیں سارا دن تلاش کرتا رہا اور اس سلسلہ میں میرا گھوڑا بھی ہلاک ہو گیا اور یہ دونوں میرے گھر میں تھے جب مجھے ان کے بارے میں معلوم ہوا تو صبح کو پکڑ کر فرات کے کنارے پر لے گیا انہوں نے اگرچہ بہت زیادہ منت و سماجت کی اور روتے پیٹتے رہے مگر میں نے ان پر رحم نہ کیا بالآخر انہیں قتل کیا اور ان کے جسموں کو فرات میں

بہادیا اور سر یہاں لے آیا ہوں۔

ابنِ زیاد نے کہا! اے لعین تجھے خدا سے ڈر نہ آیا اور تو حق سُبحانہ کی سزا اور گرفت سے خوفزدہ نہ ہوا تجھے ان کے دلآویز رخساروں اور عنبر بیز گیسوؤں پر رحم نہ آیا میں نے یزید کو خط لکھا ہے کہ میں نے ان بچّوں کو پکڑ لیا ہے اگر تیرا حکم ہو تو میں انہیں تیرے پاس زندہ بھیج دوں، اگر مجھے یزید کا حکم آ گیا کہ ان بچوں کو اس کے پاس بھیج دیا جائے تو میں کیا کروں گا؟ آخر تو انہیں زندہ ہی میرے پاس کیوں نہیں لایا۔

حارث نے کہا! میں ڈرتا تھا کہ شہر کے لوگ حملہ کر کے انہیں مجھ سے چھین لیں گے اور جو لالچ مجھے تمہاری طرف سے تھا میں اس سے محروم ہو جاتا۔

ابنِ زیاد نے کہا تُو نے ایسا کیوں نہ کیا کہ انہیں کسی محفوظ جگہ پر بند کر دیتا اور مجھے بتا دیتا اور میں کسی کو بھیج کر انہیں پوشیدہ طور پر منگوا لیتا حارث یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

قاتل کو مقاتل قتل کرے

ابنِ زیاد نے اپنے ساتھیوں کی طرف غور سے دیکھا اُن میں سے ایک شخص مقاتل نامی تھا جو خاندانِ اہلِ بیت کا دل و جان سے محبّ تھا ابنِ زیاد اس کے عقیدے کو جانتا تھا اس لئے اسے کو بلا کر کہا! اس شخص کو فرات

کے کنارے پر لے جا اور جہاں اِس نے دو بچوں کو شہید کیا تھا وہیں پر اسے قتل کر دے اور ان بچوں کے سر بھی ساتھ لیتا جا اور وہیں پر ڈال دے جہاں اس نے ان کے جسموں کو ڈالا تھا۔

مقاتل نے نہایت خُوشی کا اظہار کیا اور حارث کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا اگر عبید اللہ ابن زیاد مجھے تمام بادشاہی دے دیتا تو مجھے اتنی خوشی حاصل نہ ہوتی جتنی اس مردود کو قتل کر کے ہوگی، پھر اس نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پیچھے کی طرف باندھ کر ننگے سر کوفہ کے بازار میں لے چلو جب لوگوں نے بچّوں کے سر دیکھے تو شور مچاتے ہوئے باہر آ گئے اور حارث پر لعنت کرنے لگے اور اس کے منہ پر کوڑا کرکٹ پھینکنے لگے،

اسی حالت میں مقاتل اسے اس جگہ پر لے گیا جہاں اس نے بچّوں کو قتل کیا تھا، وہاں جا کر اس نے دیکھا ایک زخمی خاتون پڑی ہوئی ہے، اور ایک نوخیز جوان قتل کیا پڑا ہے، اور ایک غلام کے جسم کے ٹکڑے بکھرے ہوئے ہیں اور وہ خاتون فرزندانِ مسلم اور اپنے بیٹے کے لئے نوحہ خوانی کرتی ہوئی کہتی ہے

اے دریغ آں سروِ باغِ نازنینِ مُن کہ شُد
دَر جوانی ہمچو گُل پیراہنِ عمرش قبا

مقاتل نے پوچھا یہ خاتون کون ہیں؟

اُس نے کہا! میں اس بد بخت کی بیوی ہوں میں نے اسے اس کام

سے منع کیا تھا اور میرا بیٹا اور غلام اس سلسلہ میں مجھ سے مُتّفق تھے بالآخر اس نے بیٹے اور غلام کو قتل کر دیا اور مجھے زخمی کر دیا۔

خُدا کا شکر ہے کہ ان دو بیگناہ بچوں کی دعا اس تک پہنچ گئی، پھر اس نے اپنے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اے لعین تو نے دنیا کے لالچ کے لئے حضرت مسلم کے بیٹوں کو قتل کیا اور دین کو عمداً قتلِ ناحق کے ساتھ اپنے ہاتھ سے دے دیا۔

حارث نے مقاتل کو کہا میرے ہاتھ کھول دو تا کہ میں اپنے گھر میں چھپ جاؤں میں اس کے عوض میں تجھے دس ہزار سُرخ دینار دینے کو تیار ہوں۔

مقاتل نے کہا! اگر تیرے پاس تمام دنیا کا مال ہوتا اور تو وہ مجھے دے دیتا تو میں جب بھی تجھے قتل کرنے سے باز نہ آتا اب جبکہ تو نے ان پر رحم نہیں کیا تو میں بھی تجھ پر رحم نہیں کروں گا اور تجھے اسی طرح قتل کروں گا اور میں اس کا صلہ اللہ تعالیٰ سے ثوابِ عظیم کی صورت میں ملنے کی توقع رکھتا ہوں۔

پھر مقاتل گھوڑے سے اُترا اور جب اس نے حضرت مسلم کے بیٹوں کا خون دیکھا تو اس کی آنکھوں سے خُون جاری ہو گیا اس نے روتے ہوئے شہزادوں کا خون اپنے چہرے پر ملا اور حق تعالیٰ سے اپنی مغفرت مانگی پھر ان کے سروں کو فرات کے حوالے کر دیا۔

شہزادوں کی کرامت

روایت آئی ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلِ بیت کرام کی کرامت تھی کہ دونوں شہزادوں کے جسم پانی کے اوپر آ گئے اور ہر ایک کا سر مبارک اپنے اپنے جسم مبارک سے جڑ گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کی گردن میں بانہیں حمائل کر دیں اور پانی کے بہاؤ پر بہنے لگے۔

روایت ہے کہ اُن دونوں کو پانی سے باہر نکالا گیا اور ساحلِ فرات پہ قبر تیار کر کے انہیں وہاں دفن کر دیا گیا، اور آج تک زائرین اُن کی زیارت کرتے ہیں۔

حارث کا انجام

بہرکیف! مقاتل نے غلاموں کو حکم دیا تو اُنہوں نے پہلے حارث کے ہاتھ کاٹ دیئے پھر اس کے پاؤں قطع کر دیئے پھر دونوں کان کاٹے پھر اس کی آنکھیں نکال دیں اور پھر اس کا پیٹ پھاڑ کر اس میں کٹے ہوئے اعضاء رکھے اور اس پر پتھر باندھ کر دریا میں ڈال دیا اسی وقت دریا کی ایک موج اُبھری اور اُس نے اُسے کنارے پر اُچھال دیا ایسے ہی اُنہوں نے اُسے تین بار دریا میں ڈالا مگر دریا نے اُسے کنارے پر نکال پھینکا جب تیسری بار دریا نے اُسے پھینک دیا تو اُنہوں نے کہا پانی اِسے قبول نہیں کرتا پھر

اُنہوں نے ایک گڑھا کھودا اور اُسے اِس میں ڈال کر اوپر سے مٹی اور پتھر بھر دیئے تھوڑی دیر گذری تھی کہ زمین لرزنے لگی اور اسے گڑھے سے باہر نکال دیا اُنہوں نے پھر گڑھے میں ڈالا تو یہی صُورت ہوئی، پھر تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا تو اُنہوں نے کہا اسے مٹی بھی قبول نہیں کرتی، پس وہ لوگ نخلستان میں گئے اور خشک ایندھن لاکر آگ جلائی اور اُسے اِس آگ میں ڈال دیا، یہاں تک کہ وہ جل گیا اور اُس کی خاکستر ہوا نے اُڑا دی۔

بعد ازاں اُن لوگوں نے اُس کے بیٹے اور غلام کا جنازہ پڑھا اور ان کی لاشوں کو شہر میں لاکر بابِ بنی خزیمہ میں خُون آلود کپڑوں سمیت دفن کر دیا، اور محبدارانِ اہلِ بیت پوشیدہ طور پر شہزادوں کے ماتم میں مصروف ہو گئے یعنی اُن کے غم میں آہ و زاری کرنے لگے۔

بابِ نہم

امام عالی مقام کا کربلا میں تشریف لے جانا اور دشمنوں سے جنگ کرنے اور آپکی مع اقربا واحباء کے شہادت کا بیان

حق یہ ہے اِس حکایت کی شرح ایسے مرتبہ کے ساتھ نکات پر مشتمل ہے کہ روزِ بیان کی اعانت کے ساتھ مکانِ امکان میں اس کی گنجائش نہیں اور غم وغصہ میں لپٹا ہوا یہ قصہ اس طرح ثبت ہوا ہے کہ صُورتِ تحریر کے وسیلہ کے ساتھ نہ اس کا احاطہ کیا جا سکتا ہے اور نہ اسے ظاہر کیا جا سکتا ہے نہ زبانِ قلم کو طاقتِ اظہار ہے اور نہ قلم زبان کو طاقتِ گفتار و گویائی ہے۔

همی ترسم کہ اندر وقتِ تقریر
زباں از آتشِ بے حد بسوزد
دِگر تحریر خواہم آں زماں ہم
قلم بگدازد و کاغذ بسوزد

نہ تو اِن حکایات واخبار کے سُننے کی سامع میں قوت ہے، اور نہ اِن روایات کے شدائد کو بیان کرنے کی بیان کرنے والے میں طاقت

فریاد کہ یارائے سُخن نیست زباں را
بربست غم و غُصّہ رہِ نطق و بیاں را

اس حادثۂ جاں سوز کے آلام کا نتیجہ سینے کا تنگ ہونا ہے اور اِس واقعہ غم دوز کا زبان سے ہونا اس کی ایک متفرع خاصیت ہے اور یہ منصۂ بیان و تفصیل پر کس بناء پر ہویدا و ظاہر ہو سکے۔

زدستِ گریہ کتابت نمی توانم کرد
کہ می نویسم و مغسول می شود فی الحال

ز آہ و نالہ حکایت نمی توانم کرد
کہ صد گرہ بزبان می فتد بوقتِ مقام

ہاں ہاں امام حسین علیہ السلام کی شہادت معمولی واقعہ نہیں اور اہلِ بیت کرام کی مصیبت کم حادثہ نہیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعہ کے ظہور پذیر ہونے سے قبل ہی اس کی خبر دے رکھی تھی۔

اور زہراء و مُرتضٰی علیہما السلام کے دلوں پر اس مصیبت کا داغ پہلے پڑ چکا تھا۔

شہادتِ حسین کی پانچ آسمانی خبریں

"کنز الغرائب" میں آتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت حبیبِ ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پانچ مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر لے کر حاضر ہوئے۔

اوّل! جس روز آپ کی ولادت باسعادت ہوئی جبریل علیہ السلام آپ کی تہنیت و تعزیت کا پیغام لے کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس حاضر ہوئے اور اِس واقعہ کی طرف مختصراً اشارا کیا۔

دوم! جب امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کو والدہ مکرمہ کے

بطنِ اطہر میں نزول اجلال فرمائے چار ماہ ہوئے تو اس خبر کا اظہار ہوا اور یہ ایسے ہوا حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ اطہر کا ٹکڑا کٹ کر میری جھولی میں آگیا میں خواب سے بیدار ہو کر لرزاں وترساں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہ میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے جس کے ہَول وہراس سے میرا دل بے قرار ہو گیا ہے اور اپنا خواب بیان کیا۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا اے اُم الفضل! تُم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے میری فاطمہ کے ہاں بیٹا ہوگا اور وہ میرا ٹکڑا ہے اور تو دایا بنے گی اور تو وہ ٹکڑا اپنی آغوش میں لے گی۔

کچھ دنوں کے بعد امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی ولادتِ باسعادت ہوئی تو آپ کو حضرت اُمّ الفضل کے سپرد کیا گیا اور اُنہوں نے آپ کو اپنا دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا۔

حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک روز حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور آپ کے قدومِ میمنت لزوم سے میرا گھر خُلدِ بریں بن گیا تو آپ نے فرمایا! میری آنکھوں کے نور اور جگر کے ٹکڑے کو لاؤ میں نے جنابِ حسین کو آغوشِ پیغمبر میں دیا تو امام

حسین نے بول مبارک کر دیا جس سے قدرے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں پر بھی پڑ گیا آپ نے اپنا چہرہ مبارک حضرت حسین علیہ السلام کے حلق مبارک پر ملا اور آپ کے رُخِ انور کو بوسہ دیا، کچھ دیر کے بعد میں نے جناب حسین کو آپ کی آغوشِ اطہر سے لے لیا جنابِ حسین رونے لگے۔

آپ نے فرمایا آہستہ اُمّ الفضل آہستہ کہ یہ پانی کا قطرہ پاک ہو جائے گا اور جو تکلیف مجھے میرے بیٹے کو رونے سے ہوگی وہ کسی چیز سے بھی دور نہ ہوگی،

اِسی اثناء میں حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی اے سیّد! آپ حسین کے رونے کے سننے کی تاب نہیں رکھتے ایک وقت آئے گا کہ اُن کے پیاسے حلق کو خنجرِ آبدار سے کاٹ دیا جائے گا اور ان کے جسمِ نازنین کو خون میں ڈبو دیا جائے گا تو اس وقت آپ کا کیا حال ہوگا،

خواجۂ عالم صلوات اللہ علیہ وسلامہٗ اس حال سے محزون وملول اور انتہائی غمزدہ ہو گئے ہر وہ شخص جو امام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی اس مصیبت میں غمناک ہوتا ہے لازم ہے کہ وہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے موافقت رکھتا ہے اور یہاں کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موافقت میں تمام انبیاء علیٰ نبیّنا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحیں امام

حسین علیہ السلام کے واقعہ سے محزون و مغموم ہو گئی تھیں۔

آدم دریں عزا بغم و غصہ مبتلاست
کشتیِ نوح غرقہ طوفانِ ابتلاست
ہاں! اے خلیل آتشِ نمرود دیدہ ای
ایں شعلہ بیں کہ در جگرِ شاہِ اولیاست
رنگیں چراست پیرہنِ موسوی زِنیل
وزدستِ غصہ جبۂ عیسیٰ چراقباست
گویا برائے ماتمِ سلطانِ دیں حسین
چندیں خروش و ولولہ در خیلِ انبیاست
ایں ہا غم از برائے دلِ مصطفیٰ خورند
آں خود چہ حسرت است کہ در جانِ مصطفیٰ است
گر مرتضیٰ بگرید ازیں غصہ درخواست
در فاطمہ بنالد از ایں حالہا رواست
سوزش نہ برزمین بودش کہ بہرِ پہر
در ہر کہ بنگری ہمیں داغ مبتلاست

حضرت اُم الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حکایت کمال الدین ابن طلحہ سے کتاب ''مطالب المسئول فی مناقب آلِ رسول'' سے منقول ہے اور ''شواہد النبوت'' میں اُم الحارث سے بیان کی گئی ہے ﴿واللہ اعلم﴾

سوم! امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی تیسری خبر آپ کی تین سال کی عمر میں واقع ہوئی اور اس حکایت کو امام طبری نے تفسیر کبیر میں بیان کیا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی کا نام دحیہ کلبی تھا جو ایک خوبصورت اور نیک سیرت نوجوان تھا یہ شخص تجارت کرتا تھا اور جب کبھی حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا آپ اُس کا اکرام کرتے تھے اور وہ کبھی آپ کی خدمت اقدس میں خالی ہاتھ نہ آتا بلکہ حضرات حسنین کریمین کے لئے موسم کے مطابق پھل وغیرہ لے کر آتا۔

چنانچہ جب وہ آتا تو حضرات حسنین کریمین "مسجد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے حُجرہ مبارک میں ہوتے اور اُسے دیکھ کر دلیری سے اُس کی گود میں سوار ہو جاتے اور اس کے گریبان اور جیبوں میں ہاتھ ڈال دیتے۔

حضرت جبریل علیہ السلام سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھی کبھی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک روز وہ حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جناب حسن و حسین علیہما السلام تشریف لائے اُنہوں نے حضرت

خاص طور پر میں ان انگوروں کا بڑی دیر سے آرزومند ہوں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چاہا کہ اُسے کچھ انگور دے دیں تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کا دستِ کرم پکڑ کر عرض کی یارسول اللہ یہ ابلیس آیا ہے تا کہ جنّت کا پھل کھائے مگر یہ اس پر حرام ہے جب ابلیس کو پتہ چلا کہ پہچان لیا گیا ہوں تو وہ مایوس ہو کر واپس چلا گیا۔

حضرات حسنین کریمین جنّت کے انگور اور انار تناول فرما رہے تھے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کی طرف دیکھ رہے تھے اسی اثناء میں حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی اے سیّد! آپ کے باغ کے یہ ثمر اور آپ کے یہ دونوں چشم وچراغ شربتِ شہادت نوش فرمائیں گے،

ایک کو قہر کے زہر کے ساتھ اور دوسرے کو تیغ بے دریغ کے ساتھ شہید کر دیا جائے گا اور ان کی مصیبت اور تکلیف آپ کی شفاعت کی زیادتی کا باعث ہوگی چنانچہ ابنِ حسام کہتے ہیں۔

بروزِ حشر بنی بدستِ پیغمبر
کلیدِ گنج شفاعت بخونبہائے حُسین

دُوسری روایت

"مصابیح القلوب" میں روایت آئی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جنت سے سیب انار اور بہی لائے اور جناب حسنین کریمین علیہما السلام

کی خدمت میں پیش کیے شہزادے خوش ہو گئے تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! یہ پھل اپنے ابّو جان اور امّی جان کی خدمت میں پیش کرو اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھاؤ ان میں سے جو چیز بچ جائے اسے سنبھال رکھو چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔

اور جب دُوسرے دن دیکھا تو وہ پھل پورے کے پُورے موجود تھے پس یہ حضرات اُن پھلوں کو کھا لیتے اور تھوڑا سا باقی رہنے دیتے تو وہ پھر پُورے ہو جاتے یہ سلسلہ تادیر جاری رہا یہاں تک کہ سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا وصال پاک ہوا تو وہ انار گم ہو گیا،

اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت ہوئی تو یہی بھی ناپید ہو گیا تاہم سیب حضرت حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس تھا جسے وہ اپنے ساتھ رکھتے تھے کہ کربلائے معلّیٰ میں آپ پر پیاس غالب آتی تو آپ اس سیب کو سُونگھ لیتے سیب کی خُوشبو اب بھی آپ کے مزارِ اقدس سے آتی ہے۔جبکہ آپ کی تُربتِ اطہر کی خوشبو از خُود عنبر و کستوری اور دوسری خوشبوؤں سے ہزار بار بہتر ہے اس خاک پاک پر سلام ہو جو آپ کے جسدِ اطہر سے ملی ہوئی ہے۔

سلامٌ علیٰ التراب الذی ضم جسمہ

اگر بہ مرقدِ جنّت پناہش بگذرے یابی
شمیمش دَر مشامِ جاں زبوئے مُشک تر خوشتر

کے لئے مناسب لباس گھر میں موجود نہ تھا اور اُن کی مایوسی و محرومی بھی اُن کی شان کے لائق نہ تھی۔

چنانچہ آپ اپنا سر مبارک حضرت صمدیّت میں رکھ کر بارگاہ احدیّت کی طرف متوجہ ہو گئے اُسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر شہزادوں کے قد و قامت کے مطابق سلے سلائے دو حلے آپ کی بارگاہ اقدس میں پیش کر دئے اور عرض کی اے سید آپ ملال نہ فرمائیں اور یہ لباس اپنے پیارے بیٹوں کو پہنا دیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شہزادوں کو بُلا کر فرمایا کہ خیاطِ قدرت کے ہاتھوں تُمہاری پیمائش کے مطابق سلے ہوئے یہ کپڑے غیب سے پہنچ گئے ہیں۔

خلعتِ قدر کہ خیاطِ کرامت آراست
بر قد و قامتِ اقبالِ شما آمد راست

جب امامین کریمین حضرت حسن و حُسین علیہما السلام نے سفید کپڑے دیکھے تو دُوسری مرتبہ عرض کی اے دلنواز نانا جان عرب کے تمام بچوں نے رنگ برنگے کپڑے پہن رکھے ہیں ہماری خواہش بھی یہی ہے کہ ہم رنگ دار کپڑے پہنیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم متفکر ہُوئے تو حضرت جبریل نے عرض کی یارسول اللہ! آپ اطمینان رکھیں کارخانہ صبغۃ اللہ کا

اُستاداس مشکل کو بھی اسی وقت آسان فرما دے گا اور جو رنگ بھی آپ کے جگر گوشوں کے دِل پسند ہو گا وہی ہو جائے گا۔

آپ طشت اور گھڑا لانے کا حکم فرمائیں آپ نے حکم فرمایا تو طشت اور پانی کی صُراحی حاضر خدمت کر دی گئی۔

حضرت جبرئیل نے عرض کی یارسول اللہ! میں پانی ڈالتا ہوں اور آپ اپنے مُبارک ہاتھوں سے کپڑوں کو ملتے جائیں تا کہ جو رنگ مطلوب ہے وہ ظاہر ہو جائے۔

چنانچہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حلّہ کو طشت میں رکھا تو جبرئیل نے اس پر پانی ڈالنے کا آغاز کر دیا۔

بعد ازاں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی طرف رُخِ انور کر کے فرمایا اُے میری آنکھوں کے نور آپ کس رنگ کا لباس پسند کرتے ہیں؟

حضرت امام حسن علیہ السلام نے عرض کی میں سبز رنگ کو پسند کرتا ہوں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کپڑے کو ایک ہی بار اپنے دستِ اقدس سے ملا تو قُدرتِ الٰہی سے اُس پر سبز رنگ چڑھ گیا آپ نے اُسے باہر نکال کر حضرت حسن علیہ السلام کے حوالے کر دیا تا کہ وہ اسے پہن لیں۔

آپ کو بتاؤں انہیں کہاں شہید کیا جائے گا۔

پھر جبریل علیہ السلام نے کربلا کی طرف اشارا کیا اور وہاں سے تھوڑی سی سُرخ مٹّی اُٹھا کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھائی اور عرض کی یہ ان کے مقتل کی مٹّی ہے اور ان کے خون سے رنگین ہوگی۔

خاک رُا کز خُوں آں شہزادۂ رنگیں کردہ اند
جُملہ حُوراں سُرمۂ چشمِ جہاں بیں کردہ اند
کوہِ خارا سنگ ہا بُرسُر زندگر بشنود
آں چہ آں سنگیں دِلاں با آلِ یسٰیں کردہ اند
دہ چرا در خاک میداں غرقِ خُوں اُفتادہ اند
شہسوارانِ کہ فتح قلعۂ دیں کردہ اند

امام حسینؑ کی مکّہ سے روانگی کا ارادہ

ان جگر سوز خبروں کے راویوں اور ان غم اندوز حکایات کے ناقلین نے ان واقعات کو اس طرح نقل فرمایا ہے کہ جب حضرت مُسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لے گئے اور وہاں کے اُعیان واشراف نے آپ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اٹھارہ یا بیس ہزار جرّارِ نامدار افراد نے آپ کی ہوا خواہی اور اتّباع میں سرِ ارادت ڈال دیئے تو حضرت مُسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں ایک عریضہ لکھا جس میں اپنے

ٹھہرنے کے بارے میں تمام صُورتِ حال تحریر کرتے ہوئے استدعا کی کہ آپ تشریف لے آئیں اور اس کلام کو مبالغہ کے ساتھ وضاحتاً عرض کیا۔

ہمائے اَوجِ سعادت بدام ما اُفتد
اگر ترا گذری بر مقام ما اُفتد

جب یہ مکتوب امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں پہنچا آپ نے عراق کی طرف روانگی کا رادہ فرمالیا اور سامانِ سفر تیار کرنے لگے آپ کے محبین و مخلصین نے آپ سے موافقت نہ کی بلکہ ہر چند آپ کو جانے سے روکنے کوشش کی اور اپنے دعویٰ کو دلائل و براہین مؤکدہ سے قائم کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔

حضرت ابنِ عباسؓ کا مشورہ

بالآخر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تنہائی میں آپ سے شرفِ ملاقات حاصل کیا اور عرض کی اے ابنِ عم میں نے سُنا ہے کہ آپ نے کوفہ کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا ہے؟

آپ نے فرمایا! ہاں

ابنِ عباس نے کہا! اے ابنِ رسول اللہ آپ مکّہ معظّمہ سے باہر تشریف نہ لے جائیں اور حرمِ خُدا کی مفارقت اختیار نہ کریں کیونکہ آپ کے والدِ گرامی نے حرمین شریفین کو چھوڑ کر عراق کی طرف توجہ فرمائی تو آپ

آپ نے فرمایا! عراق کے سفر کا مصمّم ارادہ کرلیا ہے اور دل کو قضائے ربّانی اور حکمِ سبحان پر رکھ دیا ہے جس امر میں رضائے حق ہوگی اسی میں میری رضا ہے۔

حضرت ابن عباس نے کہا! اے امام حسین اگر آپ سفر کو تشریف لے جائیں کیونکہ وہ وسیع و عریض مملکت ہے اور اس میں قبیلہ ہمدان آپ کے والد گرامی کے محبّین کا ہے اور اس علاقہ میں اہلِ بیت کرام کے بہت سے مخلصین ہوا خواہ موجود ہیں آپ اُس ملک میں اپنا مستقر قائم فرما کر اطراف واکناف کے ممالک میں اپنی غلاموں کو بھیجیں تا کہ وہ لوگوں کو آپ کی بیعت کی دعوت دیں اور لشکر جمع کریں اُس وقت جو مدعا ہوگا اس پر کھڑے ہو جائیں۔

حضرت امام حُسین علیہ السلام نے فرمایا! اے ابنِ عمّ میں اپنے بارے میں آپ کی کمال شفقت کو جانتا ہوں اور آپ کے اپنے متعلق اخلاص وخلوص اور عقیدت کو پہچانتا ہوں، مگر میں نے کوفہ جانے کا عزمِ صمیم کرلیا ہے اور کسی بھی صورت میں اُسے فسخ نہیں کرسکتا،

اِس سفر میں ایک راز ہے جو ظہور پذیر ہوگا اور میں جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا واقعہ پیش آنے والا ہے اور یہ میں نے اپنے جدّ امجد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اپنے والدِ گرامی علیہ السلام سے سُن رکھا ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ میرے والدِ گرامی نے بار ہا منبر پر فرمایا ہے۔

اوتیت علم المنایا و البلایا

اس وقت وہ کتاب میرے سامنے ہے اور میں اہل بیت کی عمروں اور اجل کے وقت کو جانتا ہوں آپ اس بارے میں زیادہ ضد نہ کریں اور اس سفر سے مجھے نہ روکیں میں اس سفر میں بے اختیار ہوں اور میرے اُمور کی عنان کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔

بارہا گفت ام و بارِ دگر میگویم
کہ من دلشدہ ایں رہ نہ بخود می پویم
مَن اگر خارم اگر گُل چمن آرائی ہست
کہ ازاں دست کہ می پروردم می رویم

حضرتؓ عبداللہ ابن عباس نے عرض کی! اگر آپ قطعی طور پر عراق جانے کا ارادہ فرما چکے ہیں اور اس سفر کو ترک نہیں کر سکتے تو خدا کے لئے عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! انہیں کہاں چھوڑوں اور کس کے سپرد کروں بہتر یہی ہے کہ یہ لوگ میرے ساتھ رہیں۔

ابن عباس نے کہا! اے ابنِ رسول اللہ میرا خیال تھا کہ میں آپ کے ساتھ رہوں مگر قائدِ قضا نے میری عنان مدینہ منوّرہ کی طرف موڑ دی ہے ہوسکتا ہے جب آپ کوفہ کو اپنا مستقر بنالیں تو میں آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو جاؤں اور میں نہیں جانتا کہ آپ کی مفارقت کا بوجھ کس طرح

برداشت کروں گا اور آپ کی ہجرت کے غم انجام کا جام کونسی قوّت سے پیوں گا

تو می روی مَن خستہ باز مِی مانم
در ایں کہ بے تو بمانم عجب ہمی مانم
تو باد پائے عزیمت چو باد میرانی
مَن آبِ دیدہٴ گُل گوں چُوں آب می مانم

مکّہ معظّمہ سے روانگی

بعد ازاں امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے اپنے برادران و ہوا خواہان اور عزیزان و اقارب کو جمع فرمایا اور خواتین و اطفال کے لئے محمل تیار کئے اور ذی الحجہ مبارک کی تین تاریخ کو مکّہ معظّمہ سے باہر نکلے اور راستے کی طرف رخ کرلیا۔

روایت آئی ہے کہ آپ کے ایک خالص و مخلص مُحبّ نے عرض کی اے ابن رسول اللہ کوفہ کی طرف جانا مصلحت نہیں کیونکہ اہلِ کوفہ وفا کی بات کرتے ہیں اور ان کی وفا ختم ہو جاتی ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا میں ان کی حُجّت کے الزام سے ڈرتا ہوں اور یہاں اس ڈر سے میں نے اس مصیبت کو قبول کرتے ہوئے بارِ سفر تیار کیا ہے کہ غیب سے کمند ڈال دی گئی ہے اور میں اُس کمند کا گرفتار ہوں۔

چہ کنم من چہ کنم من کہ گرفتارِ کمندم
گہ ازیں سوئے برندم گہ از آنسوئے کشندم

فرزدق سے ملاقات

جب آپ منزل صفاح پر تشریف لے گئے اور فرزدق شاعر کو عراق کی طرف سے آتے دیکھا،

جب فرزدق نے آپ کے جمالِ جہاں آرا کو دیکھا تو فوراً گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور آپ کے پاؤں مبارک اور رکابوں کو بوسہ دیا۔

امام عالی مقام نے پوچھا!

اُے فرزدق کیا تو کوفہ سے آیا ہے؟

فرزدق نے کہا! ہاں اُے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے

امام عالی مقام نے پوچھا! تو نے کوفہ کے لوگوں کو کس حال میں چھوڑا؟

فرزدق نے کہا! اُن کے دل آپ کے ساتھ ہیں کیونکہ آپ حق کے راستے پر ہیں اور اُن کی تلواریں بنواُمیہ کے ساتھ ہیں کیونکہ وہ اُنہیں دنیا کا مال دیتے ہیں۔

امامِ عالی مقام نے فرمایا! تُو نے سچ کہا ہے پھر آپ نے فرزدق کو رخصت کیا اور حرم کی طرف رخ کر لیا۔

قاصدِ حُسین

جب آپ بطن الرمہ کے مقام پر پہنچے تو آپ نے قیس بن مسہر کو ایک خط دے کر کوفہ کی طرف روانہ کیا خط کا مضمون یہ تھا۔

"ہمیں مُسلم بن عقیل کا خط موصول ہوا تمہارا ہماری خلافت پر اتفاق اور شوق اور تمہاری وہاں ہمارے آنے کی آرزومندی کے بارے میں معلوم ہوا اللہ تبارک وتعالیٰ تُمہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمارے بارے تُمہاری کوشش کو ضائع نہ کرے ہم نے یہ خط وادیٔ رمہ سے لکھ کر تُمہاری طرف ارسال کیا ہے اور عنقریب ہم اس خط کے پیچھے تمہاری طرف آرہے ہیں" والسلام

قیس آپ کا گرامی نامہ لے کر کوفہ کو روانہ ہوگیا جب وہ قادسیہ میں پہنچا تو وہاں پر وہ یزید وابن زیاد کے سپہ سالار حسین بن نمیر کے لشکر نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ جب امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے کوفہ کی طرف آغازِ سفر کیا تو ابن زیاد کے تمام جاسوسوں نے اسے خط لکھ دیئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی روانگی کے بارے میں معلومات بہم پہنچا دیں،

ابن زیاد نے تمام راستوں کی ناکہ بندی کراتے ہوئے جنگجو اور دلیر لوگوں کو راستوں پر متعین کر دیا جبکہ امام عالی مقام علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کو اس بارے میں آگاہی نہ تھی چنانچہ جب امام عالی مقام علیہ السلام کا قاصد قیس قادسیہ میں پہنچا تو حصین بن نمیر نے اُسے گرفتار کر کے کوفہ بھیج دیا ابن زیاد نے اُسے اذیتیں دینے کے بعد محل کی چھت سے نیچے گرا دیا اور وہ شہید ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

''نور الائمہ'' میں روایت آئی ہے کہ کوفہ کی طرف خط کربلا سے لکھا گیا تھا عنقریب یہ روایت نقل کی جائے گی۔

زہیر بن القین بارگاہ حسین میں

القصہ جب امامِ عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام نے مقام ''ذاتِ عرق'' پر نزول اجلال فرمایا تو بشیر نے عرض کی اُے ابن رسول اللہ کیا آپ نے یہ نہیں سنا کہ کُوفِی لَایُوْفِیْ یعنی اہل کوفہ عہد پورا نہیں کرتے؟

امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے اور بعد ازاں آپ نے وہاں سے کوچ کیا اور'' مقامِ ورود'' پر پہنچ گئے وہاں پر آپ نے ایک طرف دیکھا تو اونچی جگہ پر ایک خیمہ نصب کیا ہوا پایا آپ نے پوچھا یہ کس کا

خیمہ ہے؟

لوگوں نے بتایا یہ زہیر بن القین البجلی کا ہے وہ اس وقت مکہ معظّمہ سے حج کر کے آ رہا تھا اور مناسک حج ادا کرنے کے بعد کوفہ کی طرف جا رہا تھا امام حسین علیہ السلام نے اُسے اپنے پاس بلا بھیجا تو پہلے اس نے بہانہ کیا پھر خوب غور و فکر کرنے کے بعد خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جگر گوشے کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے زہیر کیا تو چاہتا ہے کہ تیرے جہاد کا مرکب محبّت الٰہی کے میدان میں رواں ہو اور تو ''شمشیرِ تابدار'' کی آب کے ساتھ خاکسارانِ ہوس کی آتشِ فساد کو ٹھنڈا کرے اور شمعِ شہادت کے گرد پروانہ وار پرواز کرے اور تیرے چہرے پر حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی چمک ہو۔

زِجاں بگذری تابجاناں رسی

زہیر کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا اور اس نے ان اشعار کے مطابق عرض کرتے ہوئے کہا اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرے کہ پیش تو بر آستانِ خدمت نیست
سریست آنکہ سزاوارِ تاجِ عزّت نیست

بہ پیشِ اہلِ نظر کم بوَد ز پروانہ
ولے کہ سوختۂ آتشِ محبّت نیست

میں ایک عرصہ سے اس دولت کا آرزومند اور اس سعادت کا منتظر ہوں خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ مجھے میرے دل کی مراد حاصل ہوئی۔

زہیر بن قین غلامی حسینؑ میں

بعد ازاں زہیر آپ کی خدمتِ اقدس سے اُٹھ آیا اور اپنے خیمے کو اُکھاڑ کر امام عالی مقام علیہ السلام کے خیام کے پاس نصب کر دیا پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم میں سے جو شخص شہادت کی آرزو کو پسند نہیں کرتا اُسے مجھ سے الگ ہو جانے کا اختیار ہے یہ بات سن کر اس کے بہت سے ساتھی اس سے الگ ہو کر کوفہ کی طرف چلے گئے۔

اسی دوران اُس نے اپنی بیوی کو بُلا کر کہا اے میری وفادار دوست اور ہمدم غمگسار میں نے امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی غلامی اختیار کر لی ہے تا کہ جان قربان کروں تو میرے مال سے اپنا حق لے کر مجھ سے الگ ہو جا اور ایک قول یہ ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر اپنے بھائی کے ساتھ کوفہ بھیج دیا تھا۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کی بیوی نے کہا اُے صاحبِ ہمّتِ فرزانہ اور اُے مردِ مردانہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے فرزند ارجمند کی خدمت میں رہیں تو میں چاہتی ہوں کہ سیدۂ عالم حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی بیٹیوں کی ملازمت اختیار کر لوں۔

چنانچہ دونوں میاں بیوی نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولادِ امجاد اور حضرت بتول سلام اللہ علیہا کے نواسوں اور پوتوں کی خدمت گذاری اور غلامی اور خدمت گُذاری کا راستہ اختیار کر لیا اور دونوں جہان کی سعادت حاصل کرنے پر کمر ہمت باندھ لی۔

ویں کار دولت است کنوں تا کہ ارسد

حضرت مُسلم کی شہادت کی خبر

پھر امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے وہاں سے کوچ کیا اور "مقامِ بشقوق" پر تشریف لے گئے وہاں پر کوفہ سے ایک شخص آیا تو امام حسین علیہ السلام نے اُسے علیحدگی میں بلا کر وہاں کے حالات کے بارے استفسار فرمایا۔

اُس شخص نے کہا! خدا کی قسم میں اُس وقت تک کوفہ سے باہر نہیں آیا جب تک میں نے یہ نہیں دیکھ لیا کہ حضرت مسلم بن عقیل اور حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا گیا اور وہ دونوں کو مصلوب کرنے کے بعد ان کے سر دمشق میں بھیج دیئے تھے۔

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے یہ خبر سماعت فرمائی تو کہا!

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّـآ اِلَـیْہِ رَاجِعُوْنَ پھر وہ شخص چلا گیا اور سوائے امام حسین علیہ السلام کے دوسرا کوئی شخص اس راز سے آگاہ نہ ہو سکا۔

حضرت مُسلم کی بیٹی کو صدمہ

روایت آئی ہے کہ حضرت مُسلم رضی اللہ عنہ کی ایک چھوٹی بچّی تھی جسے حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے ساتھ لے آئے تھے اور وہ آپ کی صاحبزادیوں کے ساتھ رہا کرتی تھی جب اس منزل پر قیام فرمایا تو حضرت مُسلم کی صاحبزادی حسبِ عادت امام عالی مقام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی امام عالی مقام علیہ السلام نے اُس روز اس پر انعام و اکرام اور نوازشات و مراعات کی وہ بارش کی جو اس سے پہلے کبھی نہ کی تھی آپ بار بار اس کے چہرہ کی طرف دیکھتے اور اس کے بالوں پہ ہاتھ مبارک پھیرتے۔

حضرت مُسلم کی صاحبزادی کے دل میں شک پیدا ہو گیا اور اس نے فراست سے ایک بات جان لی اور عرض کی اے ابنِ رسول اللہ آج آپ نے میرے ساتھ وہ لُطف و عنایت کی ہے جو یتیموں کے لئے مخصوص ہوتی ہے کیا میرے والد گرامی شہید ہو گئے؟

امام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام بچی کی یہ گفتگو سن کر مزید برداشت نہ کر سکے اور روتے ہوئے فرمایا بیٹی! غم نہ کر میں تیرا باپ ہوں اور میری بہن زینب تیری ماں ہیں اور میری بیٹیاں سب تیری بہنیں ہیں اور بیٹے سب تیرے بھائی ہیں۔

حضرت مُسلم کی صاحبزادی نے یہ بات سُنی تو فریاد و فغاں کرتے

ہوئے عربی زبان میں یہ مضمون ادا کیا۔

اے کاش کے نخست زِمادر نزاد می
تا این زمان زدستِ پدرانہ داد می
اے کاش کے شناخت مِی خواب گاہ او
تا سَر چو خاک دَر قدم اُو نہاد می
اے کاش کے بگریہ شُدے راست کارِ من
تا جوئے ہا زِچشمۂ چشمِ کُشاد می

جب حضرت مُسلم کی بیٹی کی فریاد وفغاں ظاہر ہوئی تو حضرت مسلم کے بیٹوں کو بھی اس حادثۂ جانکاہ پر اطلاع ہوگئی۔

چنانچہ انہوں نے بھی نالہ وفریاد کرتے ہوئے اپنی دستاریں سروں سے اُتار دیں اور زاری و بے قراری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ان میں سے ہر ایک سوزِ دل سے یہ کہتا تھا۔

مَن خُود اَز دردِ دِل بفریادم
حالِ مُسلم چہ مِی دہی یادم

حضرت امام حسین علیہ السلام کو حضرت مُسلم کے غم نے نڈھال کر دیا اور آپ دھوکے کے معاملہ سے فکر مند ہو گئے کوفیوں کی بے وفائی اور حضرت مُسلم کی جدائی کے خنجر کے زخم کے باعث آپ کی چشمانِ مُبارک سے پانی کا دھارا بہ نکلا اور زبانِ حال سے یہ کلام آپ کی زبان پر جاری ہو گیا۔

بدل دردِ عجیب دارم نمی دانم کہ چُوں گریم
دِلا خُوں شو کہ تا برحالِ خُود یک لحظہ خوں گریم
تنم پرزخمِ کاری سینہ اَم پُر داغِ بے یادی
گہے اَز زخم بیروں گاہ اَز داغِ دروں گریم

کوفہ جانے سے روکنے والے نہ رکنے والے

روایت میں آیا ہے کہ حضرت اِمام حُسین علیہ السلام کے بعض ساتھیوں نے آپ کو قسم دے کر عرض کی کہ آپ اپنے آپ پر اور اپنے اہلِ بیت پر رحم فرمائیں اور کوفہ جانے کی بجائے اپنے وطن کو مراجعت فرمائیں کیونکہ اس حال میں کوفہ کی مشکلات ظاہر ہوگئی ہیں اور کوفے میں آپ کا کوئی یار و مددگار نہیں۔

حضرت مُسلم کے نبیرگان و برادران نے یہ سن کر کہا اے ابنِ رسول اللہ! حضرت مسلم کے بعد ہمارا جینا کس کام آئے گا ہم واپس نہیں جائیں گے بلکہ یا تو مسلم کا انتقام لیتے ہوئے اُن لوگوں کو قتل کریں گے یا وہی شربتِ شہادت ہم پییں گے جو مسلم نے پیا ہے

امامِ عالی مقام علیہ السلام نے بھی فرمایا !

خیر فی العیش بعد ھو لاء
یعنی اس کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں

زندگی بہر دیدنِ یار است
یار چُوں نیست زندگی عار است

ابن سعد کے قاصد سے ملاقات

جب آپ اِس منزل سے کوچ کر کے ذبالہ پہنچے تو عمرو بن سعد کے قاصد نے آ کر آپ کو وہ خط دیا جس میں لکھا تھا کہ اہل کوفہ نے اپنی مذموم عادت کے مطابق غداری اور بے وفائی کی اور حضرت مسلم کو تنہا چھوڑ دیا یہاں تک کہ اُنہیں پہنچا جو پہنچا، اور حضرت ہانی بھی تیغِ ستم سے شہید کر دیئے گئے،

ابنِ سعد کے خط سے حضرت امام حسین علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ حضرت مسلم کو شہید کر دیا گیا ہے جب یہ خبر لشکرِ امام میں پھیل گئی اوران لوگوں کو پتہ چل گیا جو آپ کے ساتھ اِدھر اُدھر سے جمع ہو گئے تھے تو اُن لوگوں نے رفاقت پر مفارقت کو ترجیح دی اور الگ ہو گئے۔

عبید اللہ جعفی سے رغبتِ امام

وہاں سے کوچ کرنے کے بعد آپ قصر بنی مقاتل کے مقام پر تشریف لے گئے وہاں پر آپ نے ایک خیمہ دیکھا جس کے پاس زمین پر نیزہ گڑا ہوا تھا اور اس کے ساتھ تلوار لٹکی ہوئی تھی اور گھوڑے کو باندھ کر اُس

کے آگے گھاس ڈالی ہوئی تھی امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے پوچھا یہ اسلحہ اور گھوڑا وغیرہ کس کا ہے؟

لوگوں نے بتایا یہ سامان مبارزان زمان اور دلیران دوران میں سے ایک شخص عبید اللہ بن الجعفی کا ہے جو کوفہ کے سرداروں میں سے ہے یہ شخص قوت وشوکت سے سرافراز ہے اور اپنے ہم جنسوں اور برابر کے لوگوں میں امتیازی شان رکھتا ہے۔

در آہنگ چوں شیرِ غرّاں بود
گر جنگ شمشیر برّاں بود

امام حسین علیہ السلام نے اس کے قبیلے کے ایک شخص حجاج بن مسروق جعفی کو اسے بلانے کے لئے بھیجا حجاج نے آپ کو سلام و پیام اُسے پہنچایا۔

عبید اللہ نے پوچھا اے حجاج ! امام حسین نے مجھے کیوں بلایا ہے؟

حجاج نے کہا تا کہ تو آپ کے ساتھ رہے اور دُشمنوں سے آپ کا دفاع کرے اور اگر تو آپ کی ہمراہی میں قتل ہو جائے تو تجھے شہادت کا درجہ حاصل ہو۔

عبید اللہ نے کہا! میں کوفہ سے اس لئے نکل آیا ہوں کہ مبادا امام حسین وہاں تشریف لا کر شہید ہو جائیں اور میں اُن کے قاتلوں کے درمیان ہوں گا۔

اُے حجاج! اہلِ کوفہ دُنیا کی محبّت میں خاندانِ نبوّت سے برگشتہ ہو کر ابنِ زیاد کے ساتھ مل گئے ہیں اور فانی مال کو بقاء کی نعمتوں پر ترجیح دے چکے ہیں مجھ میں نہ تو ان سے جنگ کرنے کی طاقت ہے اور نہ ہی اُن کی موافقت کی ہمّت رکھتا ہوں۔

حجاج نے واپس آ کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں تمام صورتِ حال پیش کر دی تو آپ بنفسِ نفیس اس کے پاس تشریف لے گئے عبیداللہ بن الحر نے آپ کی تعظیم و تکریم کا حق ادا کرتے ہوئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا آپ کو بہت اچھّی جگہ پر بٹھا کر آپ کی خدمت میں احتراماً کھڑا ہو گیا۔

امام حسین علیہ السلام نے اسے فرمایا تیرے شہر کے جانے پہچانے لوگوں مجھے خط لکھے اور اپنے قاصدوں کو بھیجا کہ ہم لوگ آپ کے اعوان و انصار اور دوست و ہوا خواہ ہیں آپ ہماری طرف جلد توجہ دیں تا کہ ہم جاں نثاری اور جاں سپاری کی شرط کو پورا کر سکیں۔

مگر اب میں نے سنا ہے کہ اُنہوں نے راہِ ہدایت سے منہ موڑ کر ضلالت و غوایت کے جنگلوں کا راستہ اپنا لیا ہے اے عبیداللہ تو جانتا ہے کہ تو خیر و شر سے جو کچھ بھی کرے گا اس کا ثواب اور سزا پائے گا میں آج تجھے اپنی معاونت و مناصرت کی طرف بلاتا ہوں اگر قبول کر لے تو قیامت کے دن اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے تیرا شکریہ ادا کروں گا۔

عبید اللہ نے کہا! میں یقیناً جانتا ہوں کہ آپ کی اتباع کرنے والا قیامت کے دن بہتر بدلہ اور نعمتوں کا وافر حصہ حاصل کر لے گا مگر اب جبکہ کوفی آپکی دشمنی پر آمادہ ہیں اور اس دیار میں آپ کا کوئی ناصر اور مددگار نہیں اور آپ کے ساتھ گنتی کے چند افراد ہیں میرا غالب گمان ہے کہ آپ پر غلبہ حاصل کر لیا جائے گا۔

یزید کا لشکر بہت زیادہ ہے اور میں ایک جان ہوں ظاہر ہے کہ میری امداد سے کیا حاصل ہوگا آپ مجھے معاف فرمادیں اور میرے پاس جو سامان اور گھوڑا وغیرہ ہے اسے آپ قبول فرمالیں خدا کی قسم یہ گھوڑا جس جانور کے پیچھے ڈال دیا جائے اسے جالیتا ہے اور جو مجھے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے وہ مجھ تک نہیں پہنچ پاتا اور یہ تلوار بھی سیفِ صارم ہے اور اہلِ عرب میں سے کسی جنگجو کے پاس کم ہی ایسا اسلحہ ہوگا مجھے اُمید ہے کہ آپ یہ حقیر تحفہ قبول فرما کر مجھ پر احسان فرمائیں گے۔

ایں تُحفہ محقر منت بر جانِ مَن نہی
پائے ملخ زمورِ سُلیماں قبول کرد

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے کھڑے ہو کر فرمایا میں تیرے پاس گھوڑے اور اسلحہ کا لالچ لے کر نہیں آیا تھا بلکہ میں تجھ سے معاونت و مظاہرت کی توقع لے کر آیا تھا جسے تو نے قبول نہیں کیا مجھے اس شخص کے مال کی ضرورت نہیں جو اپنی جان دینے میں مجھ سے دریغ کرتا ہے۔

عبیداللہ کا پچھتاوا

راوی کہتا ہے کہ آنجناب امام حسین علیہ السلام کے اس واقعہ کے بعد عبیداللہ جعفی نے اپنی اس غلطی پر افسوس کیا اور اس سلسلہ میں درد آمیز شعر کہے جو ابوالموید موفق بن احمد مکی کی تاریخ میں مذکور ہیں چونکہ اس کتاب میں شروع ہی سے عربی اشعار کا التزام نہیں کیا گیا چنانچہ ان ضروری اشعار کا ترجمہ فارسی زبان میں پیش کیا جارہا ہے یقیناً جعفی کے اشعار کا کما حقہ احاطہ تو نہیں کرسکتا تاہم اس کا مفہوم یہ ہے،

زہے حسرت کہ چوں شاہِ شہیداں
مرا گفتا قدم در نہ بیاری
چرا ہمراہ آں حضرت نہ رفتم
نہ ورزیدم طریقِ حق گذاری
اگر در کربلا می گشتم آں روز
شہیدِ راہِ او در دوستداری
بسے بودے بفردائے قیامت
مرا از لطفِ حق اُمید واری
کنوں او رفت و من از رُوئے تقصیر
بماندم در مقامِ شرمساری

بصد زاری دمادم می کشم آہ
ولے سُودے ندارد آہ و زاری

نانا جان سے خواب میں ملاقات

روایت آئی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام وہاں سے کوفے کی ایک منزل مقامِ ثعلبیہ پر تشریف لائے اور اپنی ہمشیرہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی آغوشِ راحت میں سر رکھ کر محوِ خواب ہو گئے اچانک آپ بیدار ہوئے تو آپ کی چشمانِ مبارک سے آنسو جاری ہو گئے،

آپ کی ہمشیرہ سیدہ اُم کلثوم سلام اللہ علیہا نے عرض کی اے جگر گوشۂ مصطفٰے اے نور دیدۂ مرتضٰی اور سرورِ سینہ زہرا علیہم الصلوٰۃ والسلام آپ رو رہے ہیں اور آپ کا رونا بلا وجہ نہیں۔

امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا! میں نے اس وقت اپنے نانا جان حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو آپ رو رہے تھے آپ نے روتے ہوئے مجھے فرمایا اے حسین! تو جلد ہی ہم تک پہنچنے والا ہے میں نے اپنے سامنے سواری کو کھڑے دیکھا تو آپ نے فرمایا تو جلدی میں ہے اور تیری موت بھی تیرے پیچھے جلدی میں ہے میں بیدار ہوا تو اپنے نانا جان کے رونے کی وجہ سے رونے لگا۔

یہ سن کر حضرت اُمّ کلثوم بھی رونے لگیں اور تمام پردہ نشینانِ حریم

عصمت وطہارت بھی ملول ومحزون ہوکررونے لگیں۔

حضرت علی اکبر کا جذبہ

شہزادہ حسین علیہ السلام حضرت علی اکبر علیہ السلام نے اُن کے درمیان سے اُٹھ کر عرض کی ابا جان کیا ہم حق پر ہیں؟

امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا! ہاں ہم حق پر ہیں اور ہم حق کے ساتھ ہیں۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام نے عرض کی پھر کچھ خوف نہیں کہ ہم موت تک پہنچیں یا موت ہم تک پہنچے میں یقین رکھتا ہوں کہ زندگی کا لباس مستعار ہے اور غایت عمر کی اساس ناپائدار ہے جملہ ابنائے عالم کی بشریت ہلاک ہو نے والی ہے، کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَه مقرر ہے اور منازل صحرائے دنیا کے مسافروں کی رہگذر پر اَیْنَمَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ کی مہر ہے۔

کہ ریخت تخم امانے بکشت زار جہاں
کہ برق حادثہ آتش بخرمنش نفکند
کدام دوحہ اقبال سر کشید بچرخ
کہ صرصر اجلش عاقبت زبیخ نکند

ابا جان! ہم گلشن فنا کو والدار الاخرۃ خیر کی خوشبودار ہواؤں سے آراستہ دیکھتے ہیں اور گلزار شہادت کو یر زقون فرحین کے لالہ حقائق

سے مزین ومنور پاتے ہیں پس ہمیں موت کا کیا ڈر ہے۔

مرگ برگ آمد کہ راحت ہا دروست
مرگ ساز و مغز را پیدا زپوست
مرگ بردار و حجابِ ما زپیش
تا شویم از فرع سوئے اصل خویش
مرگ جاں ہا را سُوئے جاناں کشد
بُلبلاں را جانب بُستاں کشد

ساتھ چھوڑنے والے

پھر آپ وہاں سے روانہ ہو کر "موضع قطقطانہ" پہنچے اُس مقام پر آپ نے اپنے لشکر کو فرمایا اے لوگو! میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ واپس چلے جاؤ اور تم میں سے کوئی جہاں جانا چاہتا ہے چلا جائے کیونکہ کوفیوں نے میرے ساتھ بے وفائی کی ہے اور مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا ہے یہ کام مجھ پر آپڑا ہے اور آپ لوگوں کے لئے کچھ حرج نہیں جو جانا چاہتا ہے واپس چلا جائے۔

چنانچہ وہ لوگ جو راہِ وفا میں ثابت قدم نہ رہ سکتے تھے وہ آپ سے الگ ہو گئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بیٹوں بھائیوں قریبیوں اور تھوڑے سے محبان و موالیان کے ساتھ اکیلے رہ گئے۔

بعدازاں آپ نے دوستوں اور قریبیوں سے فرمایا! ہمیں آپ سے اور آپ کو ہم سے گریز نہیں مگر آپ کو اجازت ہے ہے کہ اپنی عنان جدھر چاہیں موڑلیں۔

آپ کا اِرشاد سُن کراُن وفادارانِ حق گذار اور ہواخواہانِ اہلِ بیتِ سیّدِ مُختار علیہ الصّلوٰۃ الملک الجبّار نے زبانِ اخلاص کھولی اور خلوصِ نیّت اور صداقتِ قلبی اظہار کرتے ہوئے عرض کی! اُے ابنِ رسول اللہ ہماری ہزار جانیں آپ کی خاکِ پاک پر نثار، آپ سپہرِ ولایت کے چاند اور مسندِ امامت کے بادشاہ ہیں جو شخص آج آپ سے منہ موڑے گا کل قیامت کے دن کن آنکھوں سے آپ کے چہرۂ اقدس کی طرف دیکھ سکے گا۔

اُے قبلۂ ہر کہ مقبل آمد رویت
رُوئے ہمہ مُقبلانِ عالم سُویت
اِمروز کسے کزُ تو بگرداند رُوئے
فرداد بکدام دیدہ بیند رُویت

اُے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم کس دلیل سے آپ کے دامنِ وِلا سے ہاتھ الگ کرسکتے ہیں، اور آپ کے سلطنتِ جاوید کے باعث ملک کی خدمت وملازمت کو چھوڑ کر کس مملکت میں جائیں گے بلکہ ہمارا ملک وہ ہے جس کے سُلطان آپ ہیں اور ہم اپنی جان کو اس لئے دوست رکھتے ہیں کہ جانان آپ ہیں۔

خُوشا مُلکے کہ سُلطانش تو باشی
خُوشا جانے کہ جانانش تو باشی
خُوشا رُوئے کہ دَر رُوئے تو باشد
خُوشا چشمے کہ انسانش تو باشی
بدردِ دِل بسر بردیم عُمرے
بوئے آں کہ دَرمانش تو باشی

اُے ریحانِ روضۂ رسالت اور یاسمنِ گُلشنِ جلالت، ہمیں اپنے وصال کے گُلستان سے جُدائی کے خارستان کے حوالے نہ کریں، اگرچہ تمام عالم گل وگلزار سے بھرا ہوا ہے مگر آپ کے جمالِ عشق کے خارستان سے وہ تمام ہماری نظر میں خار ہے۔

تا خارِ غمِ عشقت آویختہ دَر دامن
کوتاہ نظری باشد رفتن بگلستاں ہا
گر طلبت یارا رَنجے برسد غم نیست
چُوں عشقِ حرم باشد سہل است بیاباں ہا

اُے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لختِ جگر ہم آپ کی حقیقت کو پہچانتے ہیں اور آپ کی ہوا خواہی کا پرچم سرِ خلوص پر کھولے ہوئے ہیں اور حق شناسی کا مرکب آپ کی پیروی کے مضمار میں چلا رہے ہیں ہم بے وفائی اور پیمان شکنی کی رسم کو مذہب فتوت اور آئینِ مروّت میں جائز نہیں سمجھتے

اگر آپ ہم پر آستینِ ملال پھیلائیں گے یا ہم سے صُحبت کا دامن چھڑائیں گے تو ہم اپنے ہاتھوں سے آپ کو دامن نہیں چھڑانے دیں گے اگر آپ دروازہ بند کردیں گے تو ہم دیوار سے در آئیں گے۔

گر تو صَد بار دامن افشانی
نگزاریم دامنِ تو زدست

اس کے بعد کہ ہم آپ کی نعمت کا حق جانتے ہیں شکر گذاری کا طریقہ اور سپاس داری کا وظیفہ اس امر کا اقتضاء کرتا ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں اس نعمت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور "وبا تشکر قد و مر النعم" کے وعدہ کے ساتھ سرِ ارادت واتباع واطاعت کی لکیر پر رکھیں۔

دامنِ دولتِ جاوید و گریبانِ اُمید
حیف باشد کہ بگیرند و دیگر بگذارند

آپ کے اُحباب ان باتوں سے گریہ کناں ہو گئے اور سیّدنا امام حسین علیہ السلام بھی رونے لگے اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

ابنِ زیاد کا جاسوس اور حُر کی روانگی

روایت آئی ہے کہ ابنِ زیاد نے ایک جاسوس مکہ معظّمہ میں بھیج رکھا تھا کہ جب امام حُسین مکّہ معظّمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوں مجھے اطلاع کر دینا اُس روز اُس کا جاسوس اُس کے پہنچا اور اس نے بتایا کہ امام حسین علیہ السلام

کو مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے سولہ روز ہو چکے ہیں اور آج وہ قبیلہ بنی عکرمہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

ابنِ زیاد نے یہ بات سنی تو حر بن یزید ریاحی کو ایک ہزار سوار دے کر بھیج دیا کہ امام حسین علیہ السلام کو کوفہ میں لے آؤ اور اُنہیں کسی اور طرف نہ جانے دینا حُر نے صحرا کے راستے کی ناکہ بندی کر دی اور امام حسین علیہ السلام کو کوفہ میں لے آؤ اور اُنہیں کسی اور طرف نہ جانے دینا حُر نے صحرا کے راستے کی ناکہ بندی کر دی اور امام حسین علیہ السلام کو تلاش کرنے لگا۔

اِمام حسین علیہ السلام اُس قبیلہ سے نکل کر کُوفہ کی طرف جانے لگے تو سامنے سے بنی عکرمہ کا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اُس سے کوفے کا حال پوچھا،

اُس نے بتایا کے ابنِ زیاد نے آپ کی تلاش میں ایک لشکر بھیجا ہے جو صحرا میں چکراتا پھرتا ہے، اور قادسیہ سے عذیب تک تمام صحرا میں فوج بِکھری ہوئی ہے اور آپ کا اِنتظار کیا جا رہا ہے مُصلحت یہ ہے کہ آپ واپس تشریف لے جائیں،

خُدا کی قسم اگر آپ آگے بڑھے تو آپ نیزوں اور تلواروں کی طرف پیش قدمی کریں گے، آپ یقین جان لیں کہ کُوفیوں کے اَعمال و اقوال پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا بلکہ اُن میں سے اکثر لوگوں نے آپ کے چچازاد کے ہاتھ پر آپ کی بیعت کر لی تھی اور اَب اِس جنگ میں آپ کے ساتھیوں نے

شام کے لشکر سے اتفاق کرلیا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تو نے نصیحت کی شرط پوری کردی۔

حُر کے لشکر سے ملاقات

بعد ازاں آپ اُسے چھوڑ کر آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ "منزلِ سرات" پر پہنچ کر وہاں پر شب بسری فرمائی اور وہاں سے علی الصبح آغازِ سفر کر دیا جب دوپہر ہوگئی اور آفتاب نصف النّہار پر آگیا تو آپ نے اس صحرا میں حُر کے لشکر کو دیکھا جو اپنے گھوڑوں کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا جب اس لشکر نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں کے ہیولے دیکھے تو گھوڑوں پر سوار ہو کر آپ کے راستے میں صف بستہ ہو گیا۔

امام حسین علیہ السلام نے ایک شخص کو بھیجا کہ اس لشکر کے سردار کے بارے میں معلوم کرے حُر بن یزید نے سامنے آکر اپنا نام ونسب بیان کیا تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا!

"حر النا ام علینا"

اے حُر کیا تو ہمارے لئے آیا ہے یا ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے لئے آیا ہے؟

حُر نے کہا! آپ سے جنگ کرنے کے لئے آیا ہوں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر فرمایا! اے حُر تیرا کیا خیال ہے؟

حُر نے کہا! مجھے ابنِ زیاد نے بھیجا ہے کہ آپ کو نہ تو واپس جانے دوں اور نہ ہی کسی اور طرف جانے دوں بلکہ آپ کے ساتھ رہتے ہوئے کوفہ کے دروازہ تک لے جاؤں۔

امامِ عالی مقام علیہ السلام نے دیکھا تو ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا آپ نے فرمایا اے حُر نماز کا وقت ہو گیا ہے گھوڑوں سے اُتر کر تو اپنے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کر اور میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز ادا کرتا ہوں۔

حُر نے عرض کی! اے ابنِ رسول اللہ آپ آگے ہوں تا کہ دونوں لشکر آپ کے پیچھے نماز ادا کریں کیونکہ آپ پیشوائے زمانہ اور اہلِ عالم کے امام ہیں اور ان اشعار کا مضمون ادا کیا۔

من و اِقتدار یا تو دَر ہر نمازے
ہمیں است تازندہ اَم نیتِ مَن
محراب اَبرویت از رو نیارم
کُجادَر پذیر و خُدا طاعتِ مَن

اِمام حُسین کی اِمامت اور خُطبہ

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے اُس کے لئے دعا فرمائی

اور سواری سے اُتر کر ظہر کی نماز ادا فرمائی پھر آپ نے کھڑے ہو کر اپنی تلوار مبارک سے ٹیک لگائی اور فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا!

اے لوگو! میں نے اُس وقت تک اس طرف کا رُخ نہیں کیا جب تک پے در پے تمہارے قاصد تمہارے پیغام اور یہ خطوط لے کر نہیں پہنچے کہ جلد از جلد ہمارے دیار میں پہنچ جائیں کیونکہ ہمارا کوئی امام نہیں جس کی ہم اقتداء کریں،

تم نے کہا تھا کہ اگر آپ ہمارے درمیان ہوں گے تو ہماری دُنیا و آخرت کی مشکلیں آسان ہو جائیں گی اور ہماری مہمّات کا انتظام ہو جائے گا، میں یہاں تمہارے کہنے پر آیا ہوں اگر تم لوگ اپنے عہد و پیمان پر راسخ ہو تو اپنے وعدوں کی تجدید کرو تاکہ میں اطمینان سے تمہارے شہر میں چلوں اور اگر تم بیعت اور اتباع پر پشیمان ہو تو اپنی عنان موڑ کر جدھر چاہوں چلا جاؤں۔

حُر نے کہا! یا امام خُدا کی قسم مجھے ان خطوط کے بارے میں کچھ علم نہیں۔

امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا! تمہارے لشکر میں وہ لوگ موجود

ہیں جنہوں نے میرے نام خط لکھے تھے پھر آپ نے وہ خطوط لانے کا حکم دیا۔

چنانچہ جب اُنہیں پڑھا گیا تو اُن میں سے بعض لوگوں نے خجالت و شرمندگی سے اپنی گردنیں جُھکا لیں اور خاموش ہو گئے۔

ابنِ زیاد کا خط حُر کے نام

بعد ازاں امام عالی مقام علیہ السلام نے اُٹھ کر عصر کی نماز کی جماعت کرائی تو اچانک ایک شُتر سوار حُر کے نام ابنِ زیاد کا مکتوب لے کر آ گیا جس کا مضمون یہ تھا۔

تُجھے جہاں بھی یہ خط ملے امام حسین علیہ السلام کو اُس جگہ روک لے اور اُنہیں گھیر کر بے آب و گیاہ مقام پر لے آ

حُر کا مشورہ

حُر نے یہ خط پڑھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا اور کہا آپ دیکھ لیں کہ ابن زیاد نے آپ کی گرفتاری کے سلسلہ میں کس قدر سخت حکم دیا ہے اب میں حیران ہوں کہ اگر میں ایسا نہیں کرتا تو ابنِ زیاد کا ڈر ہے اور اگر آپ کے ساتھ جنگ کرتا ہوں تو خدا اور رسول سے شرم آتی ہے،

پھر اُس نے اپنی فوج سے پوشیدہ ہو کر عرض کی اُے ابن رسول اللہ اگر آپ پر تلوار اُٹھاؤں تو حر کے ہاتھ کٹ جائیں، اور اگر آپ کی طرف نگاہِ خیانت اُٹھاؤں تو میری آنکھیں پھُوٹ جائیں، میں جب اس راستے پر آرہا تھا تو کوئی پتّھر اور مٹّی کا ڈھیلا ایسا نہ تھا جس سے یہ آواز میرے کان میں نہ آئی ہو کہ اے حُر تجھے جنّت کی بشارت ہو اور میں اپنے آپ سے کہتا تھا تجھ پر افسوس ہے کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے سے جنگ کرنے کے لئے جارہا ہے تو یہ بشارت کیسی ہے؟

اَب میرے ساتھ مخالفین کا گروہ ہے اور میرا مقصد آپ کو گرفتار کرنا نہیں میں اس بہانہ سے اپنے لشکر کو دور رکھوں گا کہ آپ کے ساتھ پردہ نشین خواتین ہیں چنانچہ جب لوگ سو جائیں تو آپ آغازِ سفر کر کے جس طرف چاہیں تشریف لے جائیں، جب صبح کو لوگ بیدار ہوں گے تو پتہ چل جائے گا کہ آپ کس طرف چلے گئے ہیں میں کچھ دیر اپنے لشکر کو اس صحرا میں گھمانے پھرانے کے بعد آپ کے چلے جانے کا بہانہ بنا کر واپس چلا جاؤں گا۔

اِمام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام اُسے دُعا دے کر سوار ہو گئے اور دونوں لشکر چلنے لگے جب دو پہر رات گذر گئی تو دونوں لشکر اپنے اپنے پڑاؤ پر اُتر آئے۔

پھر جب حُر کے سپاہی سو گئے تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو لے کر سفر شروع کر دیا چونکہ رات تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی اس

لئے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کدھر جا رہے ہیں یہاں تک کہ صبح طلوع ہوگئی اور جہان میں روشنی پھیل گئی۔

صبح آمد و علامت خُود آشکار کرد
آفاق را زرنگِ شفق لالہ زار کرد

مقام کربلا آگیا

امام عالی مقام علیہ السلام کا گھوڑا ایک ہولناک زمین پر جا کر بیخ پا ہو گیا اور باوجود آپ کے تازیانہ لانے کے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا امام عالی مقام علیہ السلام نے پُوچھا کوئی شخص جانتا ہے کہ یہ کونسی جگہ ہے؟

ایک شخص نے کہا! اس مقام کو ''ارضِ ماریہ'' کہتے ہیں۔

امام عالی مقام نے فرمایا! ہوسکتا ہے اس کا کوئی اور نام بھی ہو؟

لوگوں نے کہا! ہاں! اس سے مقامِ کربلا بھی کہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا!

اللہ اکبر ارض کرب و بلا و سفك الدماء

یہ زمین کربلا وہ جگہ ہے جہاں ہمارا خون بہے گا اور یہ آلِ عبا کے لوگوں کے مزارات کا احاطہ ہے۔

گر نام ایں زمیں بیقیں کربلا بود
ایں جا نصیب ما ہمہ کرب و بلا بود

ایں جا بود کہ تیغ بر آل نبی کشند
دیں جا بود کہ ماتم آلِ عبا بود
کارِ مخدرات من ایں جاتبہ شد
پشتِ مبارزانِ مَن ایں جادو تابود
ریزند دَر مصیبت من آب چشم خویش
ہر مُرغ و ماہی کہ دَر آب و ہوا بود

شہزادہ حُسین حضرت علی اکبر علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی ابا جان یہ کیسی فال ہے جو آپ نے نکالی ہے اور کیسی گفتگو ہے جو آپ نے فرمائی ہے۔

امام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے جانِ پدر میں ایک مرتبہ صفین کے سفر میں آپ کے دادا جان کے ہمراہ اس مقام پر پہنچا جسے کربلا کہتے ہیں تو آپ کے دادا جان سواری سے اُتر آئے اور میرے بھائی امام حسن علیہ السلام کی آغوش میں سر رکھ کر استراحت فرمانے لگے،

میں آپ کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک آپ بیدار ہوکر رونے لگے۔

میرے بھائی نے کہا اباّجان! آپ کو کیا ہوگیا؟

آپ کے دادا جان نے فرمایا! میں نے خواب میں دیکھا کہ اس صحرا میں خون کا دریا جاری ہے اور میرا حسین اس دریا میں گر کر ہاتھ پاؤں مار

رہا ہے، اور فریاد کر رہا ہے مگر کوئی شخص اس کی فریاد کو نہیں پہنچتا پھر آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا اے اباعبداللہ! تجھے اس صحرا میں خوفناک واقعہ پیش آنے والا ہے اس وقت کیا کرے گا ؟

میں نے کہا! ابا جان میں اُس وقت صبر کروں گا اور سوائے صبر و شکیبائی کے میں کیا کر سکتا ہوں؟

امیر علیہ السلام نے فرمایا! ایسا ہی کرنا اس لئے کہ صبر کرنے والوں کا اجر شمار میں نہیں آ سکتا۔

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ

﴿سورۃ الزمر آیت ۱۰﴾

بعد ازاں امام عالی مقام نے فرمایا! اونٹوں کو بٹھا کر اُن پر سے سامان اُتار دو اور خیمے نصب کر دو۔

صاحب نور الائمہ نے کہا!

بار بکشاید کاینجا خونِ ما خواہند ریخت
آبروئے ما بخاکِ کربلا خواہند ریخت
کودکانِ جعفرِ طیّار را خواہند کشت
گرد بر رُخسارِ آلِ مصطفٰے خواہند ریخت

آں سگاں از حیلۂ روباہ بازی دم بدم
خونِ نُورِ دیدۂ شیرِ خُدا خواہند ریخت

زمین کربلا پر ورودِ حسینؑ

امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام اُسی جگہ پر گھوڑے سے اُتر آئے جب آپ کے قدم مبارک کربلا کی مٹی پر لگے تو خاکِ کربلا کا رنگ زرد ہو گیا اور اس سے غبار اُٹھا جس سے آپ کے گیسو مبارک گرد آلود ہو گئے سیدہ اُم کلثوم سلام اللہ علیہا نے فرمایا! بھیا میں نے عجیب حال دیکھا ہے اور اس صحرا سے میرے دل کو سخت ہَول آتا ہے۔

وادیٔ عشق کہ جز کشتہ ذرو نایاب است
ریگش از خونِ دلِ تشنہ لباں سیراب است

ماتم نہ کرنے کی وصیّت

امام عالی مقام علیہ السلام نے بہن کو تسلی دیتے ہوئے اپنی زوجہ محترمہ کو بلا کر وصیت فرمائی،

اُے میری رفیق دلنواز اور غمگسار کارساز جب
تو مجھے اس مقام پر گھوڑے سے گرتا ہوا دیکھے اور
میرے سر اور چہرے کو کٹا پھٹا پائے اور میں تیروں اور
تلواروں کے زخموں سے گھائل ہو جاؤں تو اپنے
چہرے اور سر کے بالوں کے برہنہ نہ کرنا اور نہ ہی سینہ

کوبی کرنا اور نہ منہ پیٹنا کیونکہ دشمنوں کی شماتت بہت بڑی مصیبت ہے۔

جب اہلِ بیت کرام نے یہ بات سنی تو سب ہی نے فریاد و فغاں کرتے ہوئے عرض کی اے سید و سرور آپ نے ہمیں یہ کیسی جان گداز اور پر سوز خبر دی ہے اور اندوہ و ملال کا یہ کیسا داغ ہے جو ہم یتیموں اور غریبوں کے سینوں پر نمایاں کیا ہے۔

اِیں سخن چیست کہ دِلہا ہمگی خُوں گردد
دِیدہ ہا اُز غمِ دلِ دجلہ و جیحوں گردد

پھر آپ کے بیٹوں اور اقرباء نے اس قدر نالہ و فریاد اور آہ و زاری کی کہ زمین و آسمان والے اُن کے گریہ سے بے چین ہو گئے اور اُن کے کانوں میں الرضاء بالقضاء کی آواز پہنچی تو اُنہوں نے صبر کو اختیار کر لیا۔

امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا جب ایسا ہی ہے تو صبر کرنے کے علاوہ کیا چارۂ کار ہے آپ وہاں سے اپنے ساتھیوں کے پاس آئے کہ وہاں پر خیمہ نصب کر دیں چنانچہ فرات کے قریب پڑاؤ ڈال لیا گیا۔

قاصدِ حسینؑ قیس کی دوسری روایت

"نور الائمہ" میں روایت آتی ہے کہ امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام نے کربلا سے سلیمان بن صرد خزاعی کے نام ایک خط لکھا جس میں

تحریر تھا کہ تم نے مجھ کو خط لکھا تھا جس میں استدعا کی گئی تھی کہ میں تمہارے پاس آؤں چنانچہ اب میں آ گیا ہوں اگر تم میرا ساتھ دے کر اپنے وعدہ کو پورا کرو گے تو مروت کا یہی تقاضا ہے اور اگر بے وفائی کرو گے تو اہل کوفہ سے یہ بعید نہیں، کیونکہ انہوں نے میرے والدِ گرامی برادر مُعظّم اور چچازاد بھائی ایسا ہی کیا ہے۔ اس وقت مخالفین کے لشکر نے میرے راستے کی ناکہ بندی کر رکھی ہے اگر میرا ساتھ دو گے تو بھلائی حاصل کرو گے ورنہ میں تو اپنا جسم اللہ تعالیٰ کی قضا کے سپرد کر کے الرضاء بالقضا باب اللّٰہ الاعظم کی انتظارگاہ میں قدم اطاعت کے ساتھ کھڑا ہو چکا ہوں۔

درمانِ رضا بحکمِ قضا دادن است وبس

آپ نے یہ گرامی نامہ قیس اعرابی کے حوالے کیا اور قیس یہ خط لے کر کوفہ کو روانہ ہو گیا مگر راستوں کی ناکہ بندی کرنے والوں نے اُسے راستے میں ہی گرفتار کر لیا اور پھر ابن زیاد کے حوالے کر دیا۔

قیس نے ابن زیاد کو دیکھا تو خط کو جیب سے نکال کر پھاڑ دیا ابن زیاد نے کہا یہ کاغذ کیسا تھا؟

قیس نے کہا! یہ خط تھا جو میں لے کر آ رہا تھا۔

ابن زیاد نے کہا! یہ خط تو کہاں سے لے کر آ رہا تھا؟

قیس نے کہا! امام حسین علیہ السلام کی طرف سے

ابن زیاد نے کہا! تو نے اسے پھاڑا کیوں؟

قیس نے کہا! دوستوں کے راز دشمنوں پر افشاء کرنا شرطِ وفا نہیں۔
ابنِ زیاد نے کہا اگر تو چاہتا ہے کہ تُجھے رہا کر دیا جائے تو تُجھے یہ دو کام کرنا پڑیں گے۔

اوّل! اُن لوگوں کے نام بتا دو جن کے نام یہ خط لکھا ہوا تھا۔
دوم! امام حسین اور ان کے بھائی اور اُن کے والد کو منبر پر آ کر گالیاں دو اور میری اور یزید کی تعریف کرو۔

قیس نے کہا! جن لوگوں کے نام خط تھا اُن کے ناموں کا اظہار تو ممکن نہیں البتہ دُوسرا کام کر دوں گا تو لوگوں کو مسجد میں جمع کر کے مجھے منبر پر کھڑا کرتا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اُسے بیان کروں ابنِ زیاد نے منادی کروادی، تو لوگ مسجد میں جمع ہو گئے، مسجد کے صحن میں منبر بچھا دیا گیا، تو قیس نے اُس پر کھڑے ہو کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے جلال و جمال کی تعریف کی، اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود وسلام بھیجا بعد ازاں اللہ تعالیٰ سبحانہ کی ابتلاء سے گذرنے والے انبیاء واولیاء کے بارے میں چند باتیں بیان کرنے کے بعد کہا!

اے لوگو! میں امامِ حسین علیہ السلام کا قاصد ہوں
مجھے اُنھوں نے اس لئے بھیجا ہے کہ اس ملک کے
لوگ اُن سے اِس امر کی بیعت کریں کہ وہ یزید سے
خلافت کے زیادہ حقدار ہیں، اِس لئے کہ وہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں پس آپ لوگ
اُن کی امداد کرنے میں جلدی کریں کیونکہ وہ بہت ہی
تھوڑے لوگوں کے ساتھ کربلا میں تشریف لائے ہیں
جبکہ مخالفین بہت زیادہ ہیں خوش نصیب ہے وہ صاحبِ
دولت جو ہجوم بلا کا اندیشہ کئے بغیر بیابانِ کربلا میں چلا
آیا۔

فراز و شیب بیابانِ عشق دام بلا است
کجا است شیر دلے کربلا نہ پرہیزد

بعد ازاں اُس نے یزید اور ابنِ زیاد کی مذمت کی تو اہلِ کوفہ نعرے لگانے لگے ابنِ زیاد نے اپنے آدمیوں کو بھیجا تو جناب قیس کو مسجد کے منبر سے اُتار کر محل کی چھت پر لے جایا گیا اور شربت شہادت نوش کرادیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کو قیس کے شہید ہو جانے کی خبر پہنچی تو آپ بہت روئے اور اسے کے لئے دعائے خیر کی۔

ابنِ زیاد کا خط حضرت امام کے نام

ابنِ زیاد نے جب سُنا کہ حضرت امام حسین کربلا میں اُتر گئے ہیں تو اس نے آپ کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

یزید نے مجھے خط لکھا ہے کہ تجھے جب بھی حسین کے

بارے میں علم ہو جائے یا تو اُنہیں پالے تو اُس وقت
تک نہ بستر پر لیٹنا اور نہ شکم سیر ہو کر کھانا پینا جب تک تو
ان سے میری بیعت نہ لے لے، اور اگر وہ انکار کریں
تو ان کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔

اُے حسین! میں اِس وقت آپ کو نصیحت کرتا
ہوں کہ آ کر یزید کی بیعت کرلیں اگر آپ اس پر آمادہ
نہیں تو جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔

امام حسین علیہ السلام کو یہ خط ملا تو آپ نے پڑھ کر اُسے پھینک دیا اور فرمایا افسوس ہے اس قوم کی بدحالی پر جو مخلوق کی رضا کو خالق کے غضب پر ترجیح دیتی ہے۔

رو بدنیا آورند و پُشت بر عقبٰی کنند
خلق را خُوشنود سازند و خُدا را خشمناک

ابنِ زیاد کے قاصد نے کہا آپ اس خط کا جواب لکھ دیں امام حسین علیہ السلام نے فرمایا!

ما له عندي جواب فقد حقت عليه كلمة العذاب

یعنی میرے پاس اُس کا جواب نہیں اور اس کا بدلہ
سوائے کلمۂ عذاب کے نہیں۔

امامِ حسین کے قتل کا انعام

ابنِ زیاد کا قاصد واپس چلا گیا اور اُسے جا کر بتایا کہ امامِ حسینؑ نے تیرا خط پھینک دیا تھا اور اُس کا جواب نہیں لکھا ابنِ زیاد کا غصہ اور زیادہ ہو گیا اور اِس نے اہل مجلس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تم میں سے کون ہے جو امام حسین کے ساتھ جنگ کرنے میں پہل کرتا ہے اس کے صلہ میں میں اُسے عراق کے جس شہر کی چاہے گا گورنری دے دوں گا۔

اُس کی اِس بات کا کسی نے جواب نہ دیا تو اُس نے اپنی پیشکش کو دُوسری بار اور پھر تیسری بار دہرایا مگر پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا۔

بعدازاں اُس نے ابن سعد کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ ایک عرصہ سے سُن رکھا ہے کہ تو "رے" کی حکومت کی آرزو رکھتا ہے فی الواقع وعلاقہ وسیع اور عرصہ فسیح ہے اور وہاں کی آمدنی بہت زیادہ دولت اور بے شمار اموال پر مشتمل ہے میں چاہتا ہوں کہ "رے" اور "طبرستان" کا علاقہ تیرے نام لکھ دوں اور تیری اس آرزو کو قوتِ تنہائی سے صحرا سے فعل کے ساتھ لے آؤں۔

ابنِ سعد سے مذاکرہ

ابنِ سعد نے اِس پر اُسے آداب عرض کیا تو ابنِ زیاد نے "رے" اور طبرستان کا علاقہ اس کے نام لکھنے کے بعد اُسے خلعتِ فاخرہ پہنا کر اُس

کے لئے گھوڑا مزین کروایا پھر کہا اے ابنِ سعد میں تیری سپہ سالاری میں لشکر دیتا ہوں اور خزانے سے پچاس تھیلے نقد رقم تجھے عطا کرتا ہوں، اور یہ سب اس شرط پر ہے کہ تو کربلا میں جا کر امامِ حسین علیہ السلام کو یزید کی بیعت پر آمادہ کرے اگر نہ مانیں تو ان کے اور ان کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر میرے پاس لے آئے۔

ابنِ سعد نے کہا! اے امیر یہ ایک بہت بڑا کام ہے جس کے شروع کرنے کے بارے میں غور و فکر کئے بغیر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تو مجھے اجازت دے تا کہ میں اپنی اولاد اور ساتھیوں سے صلاح مشورہ کرلوں۔

ابنِ زیاد نے کہا! جا اور مجھے اس بارے میں جلد مطلع کرنا۔

ابنِ سعد کے بیٹے کا جواب

ابنِ سعد ابنِ زیاد کا دیا ہوا خلعت پہن کر اور اُس کے عطا کردہ بہترین اور عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے ہاتھ میں "رے" کی حکومت کے بارے میں لکھا ہوا فرمان لے کر اپنے گھر آگیا جب اُس کے بیٹوں نے اُسے اِس صُورت میں دیکھا تو پوچھا اے باپ یہ خلعت اور گھوڑا تجھے کہاں سے ملا اور تیرے ہاتھ میں یہ کاغذ کیسا ہے؟

ابنِ سعد نے کہا اے میرے بیٹو! مجھے وہ دولت حاصل ہوئی ہے جس کی کوئی حد نہیں اور میرے مقدر اس قدر بلند ہو گئے ہیں جس کی کوئی

انتہا نہیں۔

اِمروز بخت نیک بشارت رسان ماست

اِقبال رُخ نمود مرادات ماروا ست

روزیست انیکہ دِل بفراواں وعاش جست

عہدیست اینکہ جاں بہزار آرزوش خواست

تُمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ امیر ابنِ زیاد نے مجھے اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا ہے اس خلعتِ فاخرہ اور عُمدہ گھوڑے کے علاوہ اُس نے میرے نام طبرستان کی حکومت کا فرمان بھی لکھ دیا ہے اور اِن تمام اُمور کی شرط یہ رکھی ہے کہ میں کربلا میں جا کر امام حسین علیہ السلام سے جنگ کروں۔

اُس کے چھوٹے بیٹے نے کہا یہ سودائے لاحاصل ہے جو تیرے دل پر سیاہ نُقطے کی صورت میں نمایاں ہو گیا ہے، کیا تو نہیں جانتا کہ تو کس کے ساتھ جنگ کرنے جا رہا ہے اور کس خاندان کے ساتھ دشمنی کے لئے کمر باندھی ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام بن علی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کا ٹکڑا، حضرت علی مرتضٰی کی آنکھوں کا نور اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے دل کا سرور ہیں تیرے والد گرامی حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے نانا جان پر جان نثار کرتے تھے اور تو ان کی جان لینے کے درپے ہے۔

ایسا نہ کر خدا کا خوف کر اور قیامت کے دن کی شرمساری سے ڈر اور

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دینے کے لئے خود کو آمادہ رکھ، جب آپ نے قیامت کو پُوچھا کہ تُو نے میرے بیٹے کے ساتھ کیا سلوک کیا اور تو نے اُس کے سامنے تلوار نکال لی تھی تو اس وقت کون سی حجت اور کون سا عذر پیش کرے گا،

دوسری بات یہ کہ تو نے اُنہیں اپنے ہاتھ سے خط لکھ کر بھیجا تھا جسے پڑھ کر اُنہوں نے تیری بات کو قبول کرتے ہوئے اِس طرف کا رُخ کیا ہے اور اب تو اُنہیں قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، لوگ تجھے غدار اور بے وفا کہیں گے اور محبانِ اہلِ بیت تجھے قیامت تک برائی سے یاد کریں گے ایسا مت کر ایسا مت کر کیونکہ بھلائی سے یاد کئے جانے والے لوگ ایسا نہیں کرتے،

ابنِ سعد نے اُس سے رُخ پھیرتے ہوئے بڑے بیٹے سے پُوچھا تو اس بارے میں کیا کہتا ہے؟

اُس نے کہا! اگرچہ میرے بھائی نے جو باتیں کی ہیں وہ درست ہیں مگر یہ اُدھار ہے اور جو کچھ ابنِ زیاد نے دیا ہے وہ نقد ہے اور کوئی عقلمند نقد کو اُدھار کے عوض نہیں دیتا اور حاضر کو غائب پر اختیار نہیں کرتا۔

نقد را رائیگاں زدستِ مدہ
وز پے نسیہ روزگار مبر
گُفت صُوفی کہ آب کاسۂ نقد
از عسل ہائے نسیہ نکوتر

ابنِ سعد کی کربلا کو روانگی اور اس کے اشعار

ابنِ سعد نے کہا! اُے بیٹے تو نے سچ کہا میں نے اب دنیا کے مال کا حال اختیار کرلیا ہے آخرت کا حال دیکھا جائے گا پس دوسرے روز ابنِ سَعد دار الامارت میں پہنچا اور کہا میں حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے پر راضی ہوں۔

ابنِ زیاد نے خوش ہو کر پانچ ہزار کا لشکر اُس کی کمان میں دیا اور اُسے کربلا کی طرف رخصت کر دیا، ابنِ سعد جب کوفہ سے باہر آیا تو کسی نے پوچھا،

اے ابنِ سعد! کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کے ساتھ جنگ کرے گا؟

ابنِ سعد نے کہا ہاں! حُسین کے ساتھ جنگ کرنا اگرچہ دنیا میں موجبِ عار اور آخرت میں جہنم میں داخل کرنے کا باعث ہے مگر ملک ''رَے'' کی حکومت بھی ذوق وحضور کا سبب اور عیش وسرور کا واسطہ ہے اور اُس نے اس مقام پر چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ ابوالمفاخر رازی نے ان اشعار میں پیش کیا ہے۔

مرا بخواند عبید اللہ از میانِ عرب
رسید بردلم از خواندنش ہزار تعب

مرا امارت رے داد و گفت حربِ حسین
قبول کن کہ از و ملک راست شور و شغب
بملکِ رَے دلِ من مایل است و می ترسم
بکینہ چوں بکشم پادشاہِ ملکِ ادب
چگونہ تیغ کشم در رُخ کسے کہ در است
شجاعت و نَسب و علم و حلم و فضل و حسب
و لے چوں در نگرم در رَے و حکومتِ آں
ہمی رود زدلم خوفِ نارِ ذات لہب

ابنِ سعد کے بھانجے کی نصیحت

روایت میں آیا ہے کہ ابنِ سعد کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ نے دیکھا کہ اُس کا ماموں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کا عزم بالجزم کر چکا ہے تو اس نے اُس کے پاس آ کر کہا ماموں جان تم امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے کیوں جا رہے ہو؟ جب کہ یہ گناہ کبیرہ اور قطع رحمی کو مستلزم ہونے کے ساتھ ساتھ بدعہدی اور بے وفائی کے ساتھ شہرت پذیر ہونے کا سبب ہے تم اس امر کا کیوں ارتکاب کرتے ہو؟

ابنِ سعد نے کہا! اَے بیٹے اگر میں ایسا نہ کروں تو مجھے حکومت اور سرداری کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟

حمزہ نے کہا! خدا کی قسم امارت کو چھوڑ کر دنیا سے نکل جانا اس سے بہتر ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ کوئی اس طرح پیش ہو کر اس کی گردن پر خونِ حسین ہو۔

دین پر دُنیا کو ترجیح

ابنِ سعد نے اس امر پر اچھّی طرح غور فکر کیا اور چاہا کہ اپنے اس ارادے کو بدل ڈالے مگر دنیا کی محبّت نے اس کی نگاہِ بصیرت پر پردے ڈال کر کنوئیں میں گرا دیا اور وہ پانچ ہزار سواروں اور پیادوں کا لشکر لے کر کربلا میں پہنچ کر امام حسین علیہ السلام کے سامنے فروکش ہوگیا۔

اِمامِ حسینؑ سے بات چیت

بعدازاں اُس نے امام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ اِس ملک کے میں کس کے لئے آئے ہیں؟

امام عالی مقام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا! تُو نے اور تیرے ساتھیوں نے مجھے خط لکھے اور مسلسل قاصدوں کو بھیج کر التماس کیا کہ میں تمہارے پاس آؤں اور اس بلاوے میں تم نے بے حد مبالغے سے کام لیتے ہوئے میرے آنے کے لئے اصرار کیا۔ چنانچہ میں تمہارے واہی کلمات کے مطابق تمہاری طرف آگیا، جبکہ تم نے اپنے عہد و پیمان کو توڑتے ہوئے

میرے چچازاد بھائی مُسلم بن عقیل کے ساتھ نہ دیا اور اُسے شہید کر دیا اب میں چاہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میرے لئے رکاوٹ نہ بنے تو میں واپس چلا جاؤں۔

اس جواب سے ابنِ سعد کا دل خوش ہو گیا اور اس نے کہا ہو سکتا ہے کہ امامِ حسین علیہ السلام اور ابنِ زیاد کے درمیان صلح ہو جائے اور امامِ حسین علیہ السلام واپس چلے جائیں اور جنگ کی ضرورت پیش نہ آئے چنانچہ اس نے ابنِ زیاد کو لکھا جس میں امامِ حسین علیہ السلام کا داعیہ بیان کیا گیا۔

ابنِ زیاد کا جواب

ابنِ زیاد نے اُسے خط لکھا! حُسین پر یزید کی بیعت پیش کر اگر قبول کر لیں تو مجھے مطلع کر دے ورنہ میرے حکم کا انتظار کر، ابنِ سعد نے جان لیا کہ ابنِ زیاد امام حسین علیہ السلام کی واپسی پر رضا مند نہیں ہوگا چنانچہ اُس نے ابنِ زیاد کا خط حضرت امامِ حسین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔

آپ نے خط پڑھ کر فرمایا ! میں ابنِ زیاد کی بات پر ہرگز عمل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اُس کا حکم مان سکتا ہوں۔

ابنِ زیاد کا دُوسرا لشکر اور پانی پر پہرہ

ابنِ زیاد کو جب امام حسین علیہ السلام کے امتناع وانکار کی خبر پہنچی تو

وہ سخت غضبناک ہوا اور پھر اُس نے حصین بن نمیر، شیث بن ربعی اور شمر ذی الجوشن کو تمام سواروں اور پیادوں کا لشکر دے کر ابنِ سعد کی مدد کو بھیج دیا اور اُسے پیغام بھیجا کہ امام حسین اور اُس کے ساتھیوں کو اُس وقت تک فرات کے پانی سے محروم کر دیا جائے جب تک وہ یزید کی بیعت نہ کر لیں۔

عمرو بن سعد اور عمرو بن حجاج نے پانچ سو سواروں کو فرات پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا تو وہ فرات اور امام حسین کے درمیان حائل ہو گئے امام عالی مقام علیہ السلام نے اپنے خیمے صحرا میں نصب کر لئے اور یہ صورت امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے تین روز قبل پیدا ہوئی تھی۔

امام عالی مقام علیہ السلام کے ساتھیوں پر پیاس غالب آ گئی تو آپ نے اپنے بھائی حضرت عباس ابن علی رضی اللہ عنہما کو تیس سواروں اور بیس پیادوں کے ساتھ پانی لینے کے لئے بھیجا،

حضرت عباس نے ابنِ سعد سے جنگ کی اور اس پر غلبہ حاصل کر کے پانی کے مشکیزے بھر کر اپنے خیموں کو واپس آ گئے،،

امام عالی مقام علیہ السلام کی ابنِ سعد سے مُلاقات

دوسرے دن امام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام نے ابنِ سعد کو پیغام بھیجا کہ میں چاہتا ہوں تو آج رات مجھ سے ملاقات کرے ابنِ سعد نے آپ کی بات مانتے ہوئے اپنے خاص خاص آدمیوں کو ساتھ لیا اور

لشکر گاہ سے باہر آ گیا۔

امام عالی مقام علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت عباس اور اپنے بیٹے حضرت علی اکبر کو ساتھ لیا اور سوار ہو کر اُس کے پاس تشریف لے آئے، اور فرمایا اے عمرو! خدا تعالیٰ سے ڈر اور واپس چلا جا، کیا تو اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تو میرے ساتھ مقابلہ اور مقاتلہ کرنے کے لئے نکل آیا ہے جبکہ تو جانتا ہے کہ میں کس کا بیٹا ہوں اس نادرست فیصلے کو ترک کر دے اور دنیائے غدار کی ظاہری آرائش وزیبائش سے دھوکا نہ کھا کیونکہ یہ کسی کے ساتھ وفاداری اور پائیداری کے ساتھ نباہ نہیں کرتی۔

گنجِ بقا نیست دریں خاکداں

مغزِ وفا نیست دریں اُستخواں

آنچہ دریں مایدۂ خر گہیست

کاسۂ آلُود و دست تہیست

ہر کہ در و دید و بالش بدوخت

وانکہ از و گفت زبانش بسوخت

اس بدنامی کو اپنے لئے پسند نہ کر اور دل کو عشوہ نما اور دلربا عروسِ دُنیا میں نہ باندھ کیونکہ اس بوڑھی عروسہ کے ہزار شوہر ہیں۔

ابنِ سعد نے کہا! آپ کا فرمان حق سچ ہے مگر میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں آپ کی خدمت میں آ گیا تو میرے کوفہ کے مکانوں کو برباد کر دیا جائے گا

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا !

دنیا کی عمارات اس لئے محبت کرنے کے قابل نہیں کہ یہ سب اپنے تعلق سے طاقت حاصل کرتی ہیں اگر تیرے اونچے محل پست کر دیئے جائیں گے تو تیرے لئے جنت میں قصرِ رفیع تعمیر کیا جائے گا اس کے باوجود اگر تو میرے پاس رہے گا تو میں تجھے یہاں بھی تیرے گھر سے بہتر گھر عطا کر دوں گا۔

ابنِ سعد نے کہا! کُوفہ کے علاقہ میں میری بہت سی زمین اور کھیتیاں ہیں مجھے ڈر ہے کہ ابنِ زیاد اُن پر قبضہ کر لے گا۔

امامِ حسین علیہ السلام نے فرمایا! اگر تیری کھیتیاں ضائع ہو جائیں گی تو میں تجھے حجاز میں زراعت کے لئے زمین بخش دوں گا جو اس سے بدرجہا بہتر ہو گی۔

ابنِ سعد نے اس پر سر جُھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا،

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! چلا جا میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ تو میرے بعد اپنی مراد کو نہیں پہنچ سکے گا۔

چنانچہ بعد ازاں وہی ہوا جو امام عالی مقام علیہ السلام کی زبان پر آیا تھا اور تھوڑے عرصہ کے بعد مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے اس کو اور اس کے

ناہنجار بڑے بیٹے کو قتل کر دیا جس نے اُسے قتلِ حُسین کی ترغیب دی تھی اور "رَے" کی حکومت کی تحریص دلائی تھی،

بریر ہمدانی کی ابنِ سعد کو نصیحت

امامِ عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام اُس سے ملاقات کے بعد واپس تشریف لائے تو آپ کے ایک عابد و زاہد ساتھی حضرت بریر بن حضیر ہمدانی نے آپ کی خدمت میں عرض کی اے ابنِ رسول اللہ! آپ نے کیا کیا ہے؟

آپ نے فرمایا! -میں نے عمرو بن سعد کو نصیحت کی تھی جسے اُس نے قبول نہیں کیا۔

اور بریر نے کہا! میں جاتا ہوں شائد غفلت کی روئی اُس کے کانوں سے نکال سکوں اور میری نصیحت سماعت رضامندی کے ساتھ صفائی کو ظاہر کر دے۔

حضرت امامِ عالی مقام نے فرمایا! تیری صوابدید پر کسی کو اعتراض نہیں۔

حضرت بریر کو اجازت مل گئی تو وہ علی الصُّبح ابنِ سعد کے لشکر میں تشریف لے گئے

ابنِ سعد اپنے خیمے میں تھا، حضرت بریر اجازت لئے بغیر اندر گئے اور بغیر سلام کئے تشریف فرما ہو گے۔

ابنِ سعد نے غضبناک ہو کر کہا اے ہمدانی بھائی مجھے سلام کرنے

سے تجھے کس چیز نے روک دیا ہے کیا میں مسلمان نہیں ہوں؟

حضرت بریر نے کہا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ

یعنی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمین امن اور سلامتی میں رہیں جبکہ تو نے یہاں اہلِ بیت نبوّت پر پانی بند کر دیا ہے اور ان کی مذمت پر زبان کھول لی ہے،

تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کے ساتھ جنگ کرنے کا داعیہ کر رکھا ہے اور عترت پیغمبر کے سامنے لشکر لا کھڑا کیا ہے تو کس طرح مسلمان رہے گا۔

از خلق و خدا ہیچ ترا شرم و حیا نیست

ابنِ سعد نے کچھ دیر گردن جھکانے کے بعد سر اُٹھا کر کہا اے بریر میں یقین رکھتا ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ جدال وقتال کرنے والے اور ان کے حقوق غصب کرنے والے کا ٹھکانہ لامحالہ جہنم ہے اور اُس کا بدلہ عذاب الیم ہے مگر میں ملک "رے" کو نہیں چھوڑ سکتا اور میرا دل وہاں کی حکومت کو ترک نہیں کر سکتا۔

بہر طور میں نے خدمت حق کی بساط لپیٹ لی ہے اور تیغِ شقاوت سے مرکب سعادت کی کونچیں کاٹ دی ہیں جبکہ نیک بخت اور عقل مند آدمی

یہ کام کیسے کرسکتا ہے۔

گیرم کہ روز گار ترا میر تے کند
آخر نہ مرگ نامۂ عمرِ تو طے کند
گیرم کہ بگذری تو ز قارون بگنج و مال
با وَے وفا نہ کرد جہاں با تو کے کند

حضرت بریر نا اُمید ہو کر وہاں سے اُٹھ کر باہر آ گئے اور امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی اُس سیاہ گلیم نے نعیم مقیم پر عذابِ عظیم کو اختیار کر لیا ہے۔

باآبِ زم زم و کوثر سفید نتواں کرد
گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ

شمر کی شرارت

جب شمر بن ذی الجوشن نے سُنا کہ ابن سعد نے رات کو حضرت امام حسین علیہ السلام سے مذاکرات کئے ہیں تو اُس نے فوراً کوفہ میں جا کر ابنِ زیاد کو بتایا کہ امام حسین علیہ السلام اور ابنِ سعد کے درمیان رسل و رسائل کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔

اور رات کو بھی اُن دونوں نے ایک دوسرے سے ملاقات کر کے صلاح مشورہ کیا ہے جس کی حقیقت نہیں معلوم ہو سکی۔

ابنِ زیاد کا خط ابنِ سعد کے نام

ابنِ زیاد نے غضبناک ہو کر ابن سعد کو خط لکھا! میں نے تجھے حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا ہے نہ کہ اُن کی مصاحبت اختیار کرنے کے لئے میں نے سُنا ہے کہ تو نے اُن سے نامہ و پیام اور گفتگو کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اگر تجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا تو اپنے لئے ملکِ "رے" کے بارے میں لکھا ہوا فرمان مجھے واپس کر دے اور لشکر کی سپہ سالاری شمر بن ذی الجوشن کے حوالے کر دے۔

ابنِ سعد کو یہ خط ملا تو اس نے غم و اندوہ میں ڈوب کر دل کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ پر آمادہ کر لیا۔

پانی کا چشمہ جاری ہو گیا

روایت آئی ہے کہ آٹھ محرّم الحرام کو حضرت امامِ حسین علیہ السلام کے لشکر میں پانی موجود نہ تھا چنانچہ آپ کے ساتھی پیاس میں مبتلا ہو گئے اور بچے العطش العطش پکارنے لگے۔

امام عالی مقام اُٹھ کر ایک مقام پر تشریف لے گئے اور فرمایا! اس زمین کی کھدائی کرو چنانچہ جب اس جگہ کی کھدائی کی گئی تو وہاں سے ٹھنڈے میٹھے اور نفیس پانی کا چشمہ جاری ہو گیا آپ کے لشکر نے اس سے پانی پیا اور

اپنی سواریوں کو سیراب کیا اور مشکیزے بھر لئے تو وہ چشمہ از خود وہاں سے غائب ہو گیا بعد ازاں اُسے ہر چند تلاش کیا گیا مگر اس کا نشان نہ مل سکا اور یہ حضرت امامِ عالی مقام علیہ السلام کی جملہ کرامات میں سے ایک کرامت تھی۔

ابنِ زیاد کی مزید افواج کی آمد

جب اس چشمے کے متعلق ابنِ زیاد کو خبر پہنچی تو اس نے ابنِ سعد کو خط لکھا کہ تو نے حسین کو یہ چھوٹ دے رکھی ہے کہ وہ صحرا میں کنواں کھود لیں اُن کا سختی سے محاسبہ کر اور اُن کے لئے عرصۂ حیات مزید تنگ کر دے میں تیرے پاس پے در پے افواج بھیج رہا ہوں۔

چنانچہ اس نے ابنِ سعد کی مدد کے لئے شمر کی کمان میں چار ہزار افراد کا لشکر بھیج دیا اُس کے پیچھے دو ہزار کا لشکر یزید کلبی کو اور چار ہزار کا لشکر حصین بن نمیر سکونی کو دے کر روانہ کر دیا۔

اِن افواج کے عقب میں دو ہزار کا لشکر عمرو بن قیس حمصی کی کمان میں اور ایک ہزار کا لشکر قیس بن حنظلہ کے زیر کمان روانہ کیا یہ کل لشکر سترہ ہزار افراد پر مشتمل تھے جبکہ ان سے پہلے ابنِ سعد پانچ ہزار کا لشکر لے کر جا چکا تھا اس طرح یزیدی افواج کے بزدلوں کی تعداد بائیس ہزار ہو گئی جبکہ حضرت امامِ عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی تھے۔

قبیلۂ اسد کے مجاہدین

اِس صورت حال کو دیکھتے ہوئے حضرت حبیب بن مظاہر اسدی نے امام عالی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی اے ابنِ رسول اللہ! یہاں سے نزدیک ہی قبیلۂ بنی اسد آباد ہے آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں تاکہ میں اُن لوگوں کو آپ کی مدد کے لئے بلاؤں،

آپ نے اسے اجازت دے دی تو اس نے اپنی قوم میں جا کر کہا اے لوگو! سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جگر گوشے کے مقابلے میں بائیس ہزار سوار اور پیادے جمع ہیں آپ لوگ میرے قریبی ہیں میں آپ کے پاس یہ نصیحت کرنے کے لئے آیا ہوں کہ اگر آپ لوگ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کے طلبگار ہیں تو آئیں اور امام حسین علیہ السلام کو چوکھٹ تھام لیں،

اُن لوگوں میں سے عبداللہ بن بشیر نے اُٹھ کر کہا لوگوں میں سب سے پہلے محبت کا دعویٰ کرنے والا میں ہوں آپ گواہ رہیں کہ سب سے پہلے امام حسین علیہ السلام کی دعوت میں نے قبول کیا ہے۔

حبیب نے کہا!! اے ابن بشیر تیرا خدا تجھے بشارت نصیب کرے۔

القصہ! بنی اسد کے نوے اشخاص نے بیعت کی اور پورے طور پر مسلح ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی لشکر گاہ کی

طرف چل پڑے۔

قضاراً اس قبیلے کے ایک بد بخت شخص نے ابنِ سعد کو خبر پہنچادی اور اس نے ازرق شامی کو چار ہزار کا لشکر دے کر بھیج دیا اور اس مخبر کو لشکر کے آگے رکھا وہ اس لشکر کو اُن لوگوں کے سر پر لے گیا، اور فرات کے کنارے جنگ چھڑ گئی بنی اسد کے لوگوں کو شکست ہو گئی بہت سے لوگ قتل ہو گئے اور باقی ماندہ اس خیال سے واپس چلے گئے کہ اس لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں،

حبیب بن مظاہر نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت امام حسین علیہ السلام کو دی تو اہل بیت کرام کے غم وحزن میں مزید اضافہ ہوگیا۔

ہر دم افزاید غمے بالائے غم
لشکرِ غم وَاں مِی افتدز ہم

آج ہی جنگ ہوگی

ابن زیاد کو جب معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے قبائل کو مدد کے لئے بلایا ہے تو اس کی آتشِ غضب مشتعل ہو گئی اِس نے عمرو بن سعد کو خط لکھا اگر تو نے آج ہی امام حسین سے جنگ شروع نہ کی تو تجھے اور تیرے ساتھیوں کو سزا دی جائے گی۔

ابنِ سعد کو ابنِ زیاد کا پیغام ملا تو وہ ڈر گیا اور باوجود شام کا وقت

ہونے کے گھوڑے پر سوار ہوا اور تمام لشکر کا رُخ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف کردیا۔

یہ محرم الحرام کی نویں تاریخ تھی جسے تاسُوعا کہتے ہیں اور امام عالی مقام علیہ السلام اس وقت زانو مبارک پر سرِ انور رکھے محوِ خواب تھے اچانک آپ نے فوج کا غبار سواروں کے نعرے اور اسلحے کی جھنکار سُنی تو آپ بیدار ہوکر اسی مقام پر کھڑے ہوگئے اور اپنے بھائی حضرت عباس علیہ السلام کو بھیجا کہ اُن لوگوں کی آمد کا مقصد معلوم کریں۔

حضرت عباس صورتِ حال پر مطلع ہوکر واپس آئے اور عرض کی کہ ابن سعد اپنا لشکر لے کر جنگ پر آمادہ ہے۔

آج کی رات جنگ نہ کرو

امام عالی مقام علیہ السلام نے اُنہیں فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس واپس جا کر کہیں اب شام ہو چکی ہے اور یہ جمعۃ المبارک اور عاشورے کی رات ہے اس لئے ہمیں دن کا باقی حصہ اور آج کی رات مہلت دے دو تا کہ ہمارے مراسمِ اطاعت اور لوازمِ اوراد اس رات برقرار رہیں۔

حضرت عباس علیہ السلام نے ان لوگوں کے پاس جا کر فرمایا اے لوگو! جگر گوشۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آج کی رات مُہلت طلب کرتے ہیں جیسا کہ تم جانتے ہو یہ رات اُن کی آخری رات ہے اس لئے وہ چاہتے ہیں

کہ اسے اطاعت و عبادت میں بسر کریں اور ان کے اوراد و وظائف میں خلل نہ آئے۔

ابنِ سعد نے لشکر کے اُمراء سے مشورہ کیا تو اُنہوں نے کہا ہم تنگ آ چکے ہیں اور امیر ابنِ زیاد کے غضب سے ڈرتے ہیں شمر نے نعرہ لگایا تم لوگوں کو امان نہیں اور بے مقصد مہلت دینے کا موقع نہیں ہے۔

اُس وقت ابو شعبان کندی یا عمرو بن حجاج نے اس بات سے شرم محسوس کی بلند آواز سے کہا اے لوگو! یہ کیا سخت دلی اور سُست پیمانی ہے جو تم کرتے ہو اگر یہ لوگ اہلِ چین یا اہلِ رُوم ہوتے اور تم سے مہلت مانگتے تو تم اُنہیں مہلت دے دیتے آخر یہ لوگ یہ تمہارے پیغمبر کے اہل بیت ہیں اور تم ان کے جدِ امجد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت ہو خالق سے ڈرو یا مخلوق سے شرم کرو۔

شما بس سخت رُو و سست وثیقید
چُوں شیطانِ لعین با کبر و کیید
زحق سُبحانہٗ شرمے ندارید
زمردم نیز آزرمے ندارید
نہ آخر اہلِ بیت مُصطفینید
بصد کرب و بلا دَر کربلایند

لوگوں نے یہ باتیں سُنیں تو جنگ سے ہاتھ روک لئے اور واپس اپنی

اپنی جگہوں پر آ گئے اور چوکیدار پہرہ دینے لگے۔

خیموں کی حفاظت کے لئے خندق

حضرت امام حسین علیہ السلام پیش ازیں خندق کھودنے کا حکم دے چکے تھے تا کہ ایک تو ایک ہی طرف سے جنگ لڑی جائے اور دوسرے خواتینِ اہلِ بیت کرام دوسروں کے تعرض سے محفوظ و مامون ہو جائیں چونکہ اس خندق کو لکڑیوں سے بھرا جا چکا تھا،

چنانچہ اس وقت آپ نے فرمایا! خندق کی لکڑیوں کو آگ لگا دی جائے تا کہ دشمن شب خون نہ مار سکیں۔

دوزخی کہنے والا دوزخ میں

جب آگ کے شعلے بلند ہوئے تو مالک بن عروہ گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت امام عالی مقام کے پاس آیا اور کہا اُے حسین! دوزخ کی آگ سے پہلے ہی تو نے اپنے لئے آگ جلالی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا!

کذبت یا عدو اللہ

اے اللہ کے دشمن تو جھوٹ کہتا ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا اور تو بہشت میں جائے گا۔

حضرت مُسلم بن عوسجہ نے عرض کی اے ابن رسول اللہ مجھے اجازت عطا فرمائیں تا کہ میں تیر کو اس کے حلق کے پار کر دوں؟

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا میں جنگ میں پہل کرنا نہیں چاہتا مگر تو دیکھ اور حق تعالیٰ جل شانہٗ کی قدرت کا مشاہدہ کر پھر آپ نے قبلہ رو ہو کر دعا فرمائی اور کہا ! اللھم جر ہ الی النار

الٰہی! اِسے اِس کے بدلہ میں آگ میں ڈال دے۔

اور اس سے پہلے کہ یہ جہنّم کی آگ کا ایندھن بنے اِسے دنیا ہی میں آگ کا مزہ چکھا دے۔

مظلوم کی دُعا قبول ہوتی ہے اثرِ اجابت ظاہر ہوا مالک بن عروہ کے گھوڑے کا پاؤں ایک گڑھے میں پڑ گیا اور وہ گھوڑے پر پیچھے کی طرف الٹ پڑا لگام ہاتھوں سے چھوٹ گئی اور پاؤں رکاب میں الجھ گیا اور گھوڑا چاروں طرف سرپٹ دوڑنے لگا یہاں تک کہ خندق کے قریب جا کر اسے اپنی پشت سے آگ میں گرا کر واپس بھاگ گیا، لوگوں میں اس پر شور مچ گیا اور یہ امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کی دُوسری کرامت تھی،

امام عالی مقام علیہ السلام نے اس پر سجدۂ شکر ادا کیا اور بلند آواز سے جسے دونوں لشکر سن سکیں دُعا کی الٰہی! ہم تیرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت اور ذُرّیت ہیں ہم پر ظلم کرنے والوں کے ساتھ انصاف فرما۔

نسب پر طعن کرنے والے کا انجام

ابن اشعث نے کہا! تیری پیغمبر کے ساتھ کیا رشتہ داری ہے جو ہر وقت لاف مارتا رہتا ہے۔

امام عالی مقام علیہ السلام غیرت کی وجہ سے پریشان ہو گئے اور کریم و کارساز کی بارگاہ میں سرِ نیاز رکھ کر خداوندِ بے نیاز کے حضور میں مناجات کرتے ہوئے کہا، الٰہی! ابن اشعث نے میرے نسب پر جرح قدح کی ہے اور یہ مجھے تیرے پیغمبر کا بیٹا تسلیم نہیں کرتا۔

فاذ فی الیوم ذلا عا جلا

پس آج ہی اسے ذلت وخواری سے ہمکنار کر اور اس کی رگِ جاں کو قطع فرمادے۔

امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کی دُعا کا تیر ابھی ہدف آسمان پر بھی نہیں پہنچا تھا کہ شہبازِ قضا قضائے عالمِ تقدیر سے آ پہنچا۔ اور اُسی وقت ناپاک کے باطن میں ظاہر کا تقاضا ہوا اور وہ گھوڑے سے اُتر کر رفع حاجت کے لئے بیٹھ گیا اچانک سیاہ بچھو نے اس کی شرمگاہ پر ڈنک مارا اور وہ برہنہ حالت میں نجاست کے درمیان گرا اور اس کے آلودہ جسم سے اس کی ناپاک جان نکل گئی۔

آں چناں بد زندگانی ۔ مردہ بہ

امام عالی مقام کی ایک اور کرامت

امام عالی مقام علیہ السلام کی ایک اور کرامت جو واقع ہوئی وہ یہ ہے کہ جعدہ قرنی نے آپ کے اپس آ کر کہا اے حُسین! تو فرات کے اس پانی کو دیکھ رہا ہے جو بحرِ مواج کی صورت بہ رہا ہے مگر خدا کی قسم تو اس سے ایک قطرہ بھی نہیں چکھ سکتا یہاں تک کہ پیاسا ہی ہلاک ہو جائے۔

امام حسین علیہ السلام نے یہ بات سُنی تو رو پڑے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی! اللھم امتہ عطشا نا الٰہی اِسے پیاسا ہلاک کر دے۔

اُسی وقت اُس کا گھوڑا بغیر کسی وجہ کے اسے گرا کر بھاگ نکلا اور وہ گھوڑے کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگتا رہا جس سے اُس پر پیاس غالب آ گئی اور وہ العطش پکارنے لگا۔

اُس کے ساتھیوں نے اسے پانی پلانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر پانی کا ایک قطرہ بھی اُس کے حلق سے آگے نہ جا سکا اور وہ پیاسا ہی جہنم رسید ہو گیا، اور یہ تیسری کرامت ہے جو اس روز امام عالی مقام سے ظہور پذیر ہوئی ابنِ زیاد کا لشکر ان تمام کرامات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود اپنے عناد اور صرافتِ جہل پر قائم تھا۔

اشقیاء منکرِ کرامات اند
دَر بساطِ مناکرت مات اند

اولیا را چوں خویش پندارند
سر بابل صفافر و نارند
این ہمہ بہر آنکہ جنس نیند
دو دیوند و نوعِ انس نیند

القصہ! اُس دن اور رات میں جنگ نہ ہوئی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے غلام بھوکے پیاس سے تمام رات بارگاہ حیی وقیوم میں ذکر الٰہی کرتے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے رہے۔

شب عاشورہ کی آمد

خوارزمی اپنی کتاب مقتل "نور الائمہ" میں روایت کرتے ہیں کہ جب تاسوعا یعنی نویں محرم الحرام کا دن گذر گیا اور اور شب عاشورا آ گئی سیاروں کا سلطان تعزیت خانۂ غروب میں چلا گیا۔

سیاہ فام رات سیاہ لباس اوڑھ کر خاندانِ نبوّت کے ماتم میں چھپ گئی بلاؤں کے گھر کی خواتین شہیدانِ کربلا کے نظارے کے لئے آ گئیں شفق نے آنکھوں کا خُون دامنِ آسمان پر چھڑک دیا اور عرصۂ زمین ادبار کی گرد اپنے رُخساروں اور سر سے چھاننے لگا۔

چُوں دود ظلم رُوئے زمین را سیاہ کرد
مہر روئے خویش را بجز اشش تباہ کرد

امام عالی مقام کا ساتھیوں کو چلے جانے کا مشورہ

امامِ عالی مقام علیہ السلام نے اُس رات صحرا کے درمیان سیاہ لکڑی کی کرسی بچھانے کا حکم دیا جو آپ کے ساتھ تھی اور آپ اس پر تشریف فرما ہو کر اپنے تمام ساتھیوں کو بلا کر انتہائی جزیل و بلیغ خُطبہ ارشاد فرمایا آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا!

الحمد لله على السراء والضراء

یعنی راحت اور تنگی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اما بعد!

جاننا چاہیے کہ میں نے اپنے اصحاب سے بڑھ کر کسی شخص کو وفادار نہیں پایا اور نہ ہی اپنے اہلِ بیت سے زیادہ رحیم اور بہترین کوئی شخص دیکھا ہے فَجَزَاءَ کُمُ اللهُ مِنِّي خَيْرًا پس اللہ تعالیٰ آپ کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

جان لیں کہ آج رات میں تمہیں اپنی بیعت کے حلقہ سے آزاد کرتا ہوں اور یہ مُہلت میں نے آپ لوگوں کے لئے لی ہے اور میرا گمان ہے کہ یہ لوگ مجھے دیکھنے کے بعد آپ کی تلاش اور کسی دوسرے کی جُستجو نہیں کریں گے۔

پس آج کی رات میرا ہر صحابی میرے اہلِ بیت کے ایک ایک فرد کا ہاتھ پکڑ لے اور یہاں سے نکل جائے تا کہ تکلیف سے رہائی اور سختیوں سے نجات حاصل کر لے۔

من شدم غرقۂ گرداب غم آن بہ کہ شما
کشتی خود بسلامت سوئے ساحل رانید

آپ کے ساتھیوں کا جواب

آپ کے بھائیوں موالیوں اور خویش و اقارب نے جواب دیا اے ابنِ رسول اللہ! نہ تو ہم میں آپ کی جدائی برداشت کرنے کی طاقت ہے اور نہ آپ کا ہجر برداشت کرنے کا یارا ہے اور نہ ہی ہمیں آپ کے بعد زندہ رہنے کی خواہش ہے، جب تک ہم جسم میں جان رکھتے ہیں اور ہمارے جسم میں خُون کا ایک بھی قطرہ باقی ہے دین اور خاندانِ رسول ربّ العالمین کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کریں گے۔

بقیامت برم کہ آن عہد کہ بستم با تو
تا نگوئی کہ دَر آن روز وفائیت نہ بود

حضرت مُسلم کے بیٹوں کو امام کا مشورہ

امام عالی مقام علیہ السلام نے اُن کے لئے دعا فرمائی اور فرزندانِ مسلم

کو مخاطب کر کے فرمایا اے میرے ابنِ عم کے بیٹو! میں نے کوفیوں کے جھوٹے وعدوں اور اکاذیبِ باطلہ پر اعتماد کرتے ہوئے تُمہارے والد گرامی کو بھیجا تو اُن لوگوں نے دل کا رُخ کوچہ مہر وفا سے پھیر لیا اور اقدامِ انتقام کے ساتھ تباہی و بربادی کی تحریک کے راستے پر آگ کے شُعلے کی طرف دوڑ پڑے، اور تمہارے باپ کی حفاظت کی طرف لوٹنے کی بجائے اعراض کے تیروں کا نشانہ بنا کر اہلِ بیتِ نبوّت کی حق شناسی کو ناسپاہی کی بنا پر پھینک دیا۔

الا لعن الرحمن من أكفر النعم

یہاں تک کہ اُس نے شربتِ شہادت نوش کیا اور سعادت کا خلعت پہنا اب تم مسلم بن عقیل کی یادگار ہو اور تمہاری والدہ بھی غمزدہ ہے اُٹھیں اور اپنی والدہ کو ساتھ لے کر یہاں سے قبیلۂ بنی طے میں چلے جائیں اور وہاں سے مدینہ منوّرہ زادااللہ شرفہا میں پہنچ جانا۔

سیاہ پرچم والا انتقام لے گیا

پھر فرمایا! میرا دل اللہ تبارک وتعالیٰ کے کرم کی اُمید میں بندھا ہوا قاصد کا منتظر ہے کہ ایک شخص دمبدم بنی اُمیہ سے ہمارا انتقام لے گا اور یہ بات میں نے اپنے والدِ گرامی سے اور اُنہوں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنی ہے اور یہ صورت اس وجہ پر ہے کہ جنگ صفین کے ایام میں ایک روز میرے والدِ گرامی نے فرمایا ابو مسلم کہاں ہے؟

محمد بن حنفیہ نے عرض کی! ابّا جان وہ آخری صف میں ہے۔

حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا میری مراد ابو مسلم خولانی نہیں بلکہ میرا مقصود اُس لشکر والے سے ہے جو مشرق کی طرف سے سیاہ پرچم کے ساتھ نمودار ہوگا اور اِس قدر جنگ لڑے گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے وسیلہ سے حق کو مرکز میں قائم فرمائے گا، اُن لوگوں کے لئے کیا اچھا وقت ہوگا جو دشمنانِ دین کو ہلاک کرنے اور ظالموں کا سر جھکانے کے لئے اس کی موافقت میں جدوجہد کریں گے۔

یہ روایت صحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے اور ''شواہد النّبوت'' میں مذکور ہے کہ یہاں اس طرح بیان کیا ہے کہ اس صاحبِ دعوت شخص سے مراد ابو مسلم مروزی ہے جس نے مروزِ شاہجہان سے سیاہ جھنڈوں کیساتھ نکل کر بنوامیہ کے ساتھ جنگ کی اور دنیا کو مروانیوں کی مصیبت سے نجات دلائی۔

بہر کیف! امام حُسین علیہ السلام نے حضرت مُسلم کی اولاد کو فرمایا آپ لوگ چلے جائیں اور اپنے باپ کے زخم پر مزید نمک نہ چھڑکیں تمہارے لئے تمُہارے باپ اور بھائیوں کی مصیبت ہی کافی ہے۔

اندریں زُودے نشاید داغ بر بالائے داغ

فرزندانِ مُسلم کا جواب

اُنہوں نے آپ کا ارشاد سُنا تو فریاد کرتے ہوئے عرض کی!

اے امامِ زمان

مائم و خاکِ کُویت تاجاں زتن برآید

جان کی کیا قیمت ہے اگر آپ کے لئے قربان نہ کریں اور سر کی کیا قدر ہے اگر اسے آپ کے قدموں کی خاک پر نثار نہ کریں ہمارے باپ نے آپ کی وفاداری میں اپنے سر کا نذرانہ پیش کیا اور ہم آپ کی محبّت میں اسی جان کا دروازہ کھولیں گے جس کی غیرت دشمنوں کے لئے دروازہ نہیں بناتی اور ہم محبت کے سر سے دوستوں کے ساتھ جان کو دروازہ بنائیں گے،

آپ وہ سرور نہیں ہیں کہ سر کو آپ کے ساتھ طاقت کی تنگی ہو اور نہ آپ وہ دلبر ہیں کہ دل کی رضا جلدی سے آپ کو ہاتھ کی طاقت نہ دے سکے۔

تا سر ز گریبان اجل برنزنیم
مادست زد ابان تو کوتہ نکنیم

آخری شب

اِمام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام نے جب دیکھا کہ یہ لوگ از روئے صدق صفادم نہیں مارتے اور راہِ وفا میں ثابت قدم ہیں تو اُن کے لئے دُعائے خیر فرمائی اور حکم دیا کہ جب میرے اصحاب اس امر پر قائم ہو جائیں تو چلے جانا چاہیے اور آج کی رات اطاعت وعبادت خداوندی میں

گزار کر آخری نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہتے ہیں اور یہ فجر کی نماز ہو گی۔

القصّہ! آپ کے خدام اپنے خیموں میں جا کر اوراد و ادعیہ میں مشغول ہو گئے اور اس تمام رات عرصۂ زمین سے سوز دل کی فریاد چاند کے بالا خانے تک پہنچتی رہی اور غریبانِ صحرائے مصیبت کے آنسوؤں کی نمی چشموں کے چشمے سے پشتِ ماہی تک پہنچتی رہی۔

اشک چشم تا بماہی رفت و آہم تا بماہ
ماہ و ماہی را بر اشک و آہ میگیرم گواہ

صدائے ہاتف

"نور الائمہ" میں روایت آئی ہے کہ اوائل صبح ہی میں آسمان سے ہاتفِ غیبی کی آواز آئی یا خیل اللّٰہ ارکبو اے اللہ کے لشکر سوار ہو جا کہ کارزار کی گھڑیاں آ گئیں اور دار القرار کی منزل کو جانے کا وقت آ گیا، حضرت اُم کلثوم سلام اللہ علیہا نے اہل بیتِ کرام کے ہوش گم کر لینے والوں اور فریاد کرنے والوں کا امام حسین علیہ السلام کے خیمہ میں لا ڈالا اور کہا پیارے بھیا آپ نے آسمان سے آنے والی اس آواز کو سماعت فرمایا۔

امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا! ہاں سُنا بلکہ اس سے پہلی ساعت میں اس سے بھی عجیب تر واقعہ دیکھا۔

امام عالی مقام کا خواب

پھر فرمایا! وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک دم آسمان سے نُورِ باصرہ میرے دماغ میں پہنچا اور میری نظر جان کے شگاف سے گلشنِ ملکوت کے نظارا میں مشغول ہوگئی اور میں اپنے نانا جان کا وارث ہونے کی حیثیت سے اس حال میں تھا۔

تنام عینائی ولا ینام قلبی یعنی میں سوتا تھا اور میرا دل جاگتا تھا میں نے دیکھا کہ مجھ پر کُتّوں نے حملہ کر دیا ہے اور ان میں ایک برص زدہ کتّا ہے اور وہ سب کے سب مجھ پر غرا رہے تھے میں نے اپنے آپ سے کہا یہ مجھے ہلاک کر کے ہی دم لیں گے،

میں اسی حال میں تھا کہ میرے جدِّ امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سامنے نمودار ہوئے اور آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے اُے شہید آلِ محمد اور اے میرے بیٹوں میں سب سے زیادہ مظلوم تیری رُوحِ پاک کے استقبال کے لئے یہ ساکنان عالم بالا اور مقربان ملأ اعلیٰ آئے ہیں اور تجھے تیرے بہت بڑے مرتبے کی بشارت دیتے ہیں کوشش کر کہ آج شام کو میرے ساتھ افطار کرے اور توقف وتاخیر کو جائز نہ رکھنا۔

میں نے دیکھا کہ میرے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک فرشتہ ہے آپ نے اُس کی طرف متوجّہ ہو کر فرمایا اے حسین! تو اس

شخص کو جانتا ہے؟

میں نے عرض کی! نہیں

آپ نے فرمایا! یہ آسمان سے سبز بوتل لے کر فرشتہ اُترا ہے تا کہ بوتل میں تیرا خُون ڈال لے۔

حضرت اُم کلثوم سلام اللہ علیہا نے یہ خواب سُنا تو رونے لگیں، امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے میری بہن اہلِ بیت کو بُلائیں کہ یہ مقامِ رُخصت ہے۔

الوداع اے دوستاں کیں دم سفر خواہیم کرد
مسکنِ اصلی خود جائے دگر خواہیم کرد

ما کہ ماہیم چوں یوسف دریں زنداں اسیر
مصرِ عزّت را عزیز آ سا مقر خواہیم کرد

حاصلِ دُنیا متاعے نیست کاں را قیمت است
زو چوں صاحب ہمّتاں قطع نظر خواہیم کرد

ما ازیں جا شاد و خُرّم می روم از بہر آنک
منزل اندر بقعۂ زیں خُوب تر خواہیم کرد

ہر کرا عزم تماشائے ریاضِ قُدس ہست
گو مہیا شو کہ مازیں جا سفر خواہیم کرد

اہلِ بیت سے گفتگو امام

پس امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے حرم محرم اور اولادِ امجاد آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے امامِ عالی مقام علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اپنے سامنے بٹھایا اور اُن کے چہروں کو بوسے دیئے اور اپنے چہرۂ اقدس کو اُن کے مبارک سینوں سے مَلا اور دلِ پُرخون سے زار زار روتے ہوئے فرمایا اُے میرے جگر کے ٹکڑو! میری جان تمہارے لئے جلتی ہے کہ ابھی تمہاری یتیمی کا وقت نہیں اور حزنِ یتیمی کے علاوہ تمہارے لئے دردِ غریبی بھی ہے میں نہیں جانتا کہ کیا کہوں اور تمہارے غم کو کیا کہوں۔

پھر آپ نے اپنی زوجہ محترمہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا! اے میری ہمدمِ دیرینہ اور نورِ دیدہ و سرورِ سینہ میں نہیں جانتا کہ تم ان یتیموں کے ساتھ کیا کرو گی اور میرے بعد ان کا غم کس طرح برداشت کرو گی۔

اِس بات سے اہلِ بیت کرام نے فریاد و فغاں شروع کر دی اور صبر و سکون کی کشتی حیرت و غرقاب کے گرداب میں چکرانے لگی اور حزنِ مصیبت کے دریا کی موجیں اور فوجیں متلاطم و متراکم ہو گئیں۔

خاندانِ اہلِ بیت کے بزرگوں کے اندوہ و غم سے زمانے کی آنکھ گریاں ہو گئی اور اس نغمۂ دلسوز سے دُنیا کی زبان سے جگر خراش ترنم کا آغاز کر دیا۔

موجزن می بینم از ہر دیدۂ طوفاں غمے
می رسد دَر گوشم از ہر لب صدائے ماتمے
اہلِ عالم را نمی دانم چہ کار اُفتادہ اَست
اِیں قدر دانم کہ درہم رفتہ کارِ عالمے

حضرت اُمِ کلثوم کی دردانگیز گفتگو

حضرت اُمِ کلثوم سلام اللہ علیہا کی طاقتِ سماعت جواب دے گئی تو عرض کی! اے گلدستۂ باغِ لافتا اور اے لالۂ نورستہ چمنِ ہل اتی ان غم اندوز باتوں کو سننے کی کس کو طاقت ہے اور اس کلام جگر سوز کی تابِ سماعت کس میں ہے۔

ہمارے نانا جان حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے،

ہمارے محترم آپ کے والدِ گرامی حضرت علی المرتضٰی تھے وہ بھی شہادت کے پروں کے ساتھ روضۂ سعادت کی طرف پرواز کر گئے،

آپ کے برادرِ گرامی جناب حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے بھی اپنا دستِ کرم ہمارے سر اُٹھالیا،

ہمارے بھائی کے بعد محرمِ محروماں اور پناہِ مظلوماں آپ کی ذات اقدس ہے اے یادگارِ خاندانِ نبوت جب آپ چلے جائیں گے تو ہمارا محرمِ

حال کون ہوگا اور ہم فراق کے ماروں کے زخمی دل پر مرہمِ راحت کون رکھے گا

فریاد از آں روز کہ ما بے تو بمانیم
در آرزویت عمر بحسرت گذرانیم

طُلوعِ صُبحِ عاشورہ

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اچانک صبح طلوع ہوگئی اور اس غم نے گریبانِ غریباں چاک کردیا۔

فلما اضاء الصبح فرق بيننا

صبح ننگے سر خراشیدہ رو نیل پوش آسمان سے نمودار ہوئی اور آفتاب دلِ پُر آتش کے ساتھ سرگشتہ آسمان سے سرگردان طلوع ہوا، زمانے کے خنجر نے ماتمِ شہداء میں رات کے گیسو کاٹ دیئے اور اس مصیبت میں بال تراشنا تعجّب خیز نہیں۔

ہر صبح اگر نہ تعزیت مغترا الہداست
پیراہنِ کبودِ فلک غرق خوں چراست
گر آفتاب شرع نہ دَر آب مِی رود
بر قامتِ سپہر چرا پیرہن قباست

گردَر فراقِ آں رُخ گلگوں نسوخت زار
خُورشید را چرا رُخِ لعلے چُوں کہر باست

فجر کی نماز اور میدانِ کارزار

بہر کیف! جب صبح طلوع ہوئی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے نماز کی اذان دی اور دوستوں کو بلایا تیمّم کر کے سُنتیں ادا کیں اور با جماعت فرض ادا کیے، ابھی آپ نے دعا بھی نہ مانگی تھی اور نہ ہی اوراد پڑھے تھے کہ مخالفین کے لشکر سے جنگ کے نقّارے پر چوٹ پڑنے لگی سوار اور پیادے جوق در جوق میدان میں آ گئے اور جھنڈے گاڑ کر ھل من مبارز کی صدا دینے لگے۔

لشکروں کی ترتیب

موالیانِ حسینی نے مخالفین اہلِ حجاز سپاہِ عراق کے برگ ونوا کو دیکھا!

تو خیرِ زمان وزمین کے لئے پروانہ وار دستِ یقین سے جانِ شیریں کے درمیان کمرِ خدمت گزاری باندھ لی اور پیادہ و سوار میدان میں آ گئے ابنِ سعد نے لشکر کو ترتیب دی میمنہ نامامون پر عمرو بن الحجاج کو امیر بنایا اور میسرہ ناسرہ کو شمر بن ذی الجوشن کے سپرد کیا اور اپنے غلام کو پرچم دے کر اس سپاہ قلب کو قلبِ سپاہ میں مقرر کیا۔

امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام نے باوجود صرف چند ساتھی ہونے کے دشمن کے لشکر کی کثرت کچھ پرواہ نہ کی، اور میمنہ با میمنت

کے لئے حضرت زہیر بن قین بجلی کو نامزد فرمایا اور میسرۂ بایسر پر حضرت حبیب بن مظاہر اسدی کو مقرر فرمایا اور پرچمِ نُصرت انشان اپنے برادرِ رشید حضرت عباس علیہ السلام کو عطا کیا۔

اگر چہ قلب کی جگہ صدر ہوتی ہے مگر اس صدر نے قلب میں جگہ لی امام حسین علیہ السلام کے مبارزان نے میدانِ شہادت میں نقدِ جان ہتھیلی پر رکھ لیا تو ہاتفِ غیبی نے اُن کے گوشِ ہوش میں یہ آواز پہنچائی۔

روزِ جنگ است و جنگ باید کرد
کوشش نام و ننگ باید کرد
تا شود مرد عرصۂ میداں
تنگ برا سب تنگ باید کرد
وقتِ جوشش شتاب خوش باشد
گاہ شستن دُر رنگ باید کرد
شکمِ ماہ و پُشت ماہی رُا
زاشکِ شمشیر رنگ باید کرد
اندریں بحر غوطہ باید خورد
جا بکامِ نہنگ باید کرد
رزم با ایں سگانِ روبہ باز
ہمچو شیر و پلنگ باید کرد

وزپۓ دیدہ ہائۓ کج بیناں
فکر تیر خدنگ باید کرد

امام عالی مقام کا صداقت آفریں خطبہ

جب دونوں صفیں آراستہ ہوگئیں تو امام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام اپنے خیمے میں تشریف لائے سرِ اقدس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عمامہ رکھا اور آپ کی زرہ زیب تن فرمائی۔

ان انبی بِا لسیف کے میدان کے شہسوار کی تلوار ہاتھ میں لے کر حمائل کی اور راکبِ بُراق کے مرتجز نامی گھوڑے پر سوار ہوکر میدان کی طرف نکلے اور چند شعر پڑھے جن میں سے ایک یہ ہے۔

انا ابن علی الطهر من آلِ هاشمی
کفانی بهذا مفخرا حین افخر

آپ کے ارشادات کا مضمون یہ تھا کہ اے اہل عراق! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں نبیرۂ مصطفٰے ہوں اور رسول خدا کا نواسہ ہوں اور جگر گوشۂ فاطمۃ الزہرا ہوں اور قُرّۃ العینِ علی المرتضٰی ہوں اور حسن مجتبیٰ میرے بھائی ہیں اور میرے چچا جعفر طیّار جنّاتِ معلیٰ کی فضاؤں میں پرواز کرتے ہیں، میرے والدِ گرامی کے چچا سیّد الشہداء حضرت حمزہ ہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ میں نے اپنے سر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دستار

پہنی ہوئی ہے، اور یہ زرہ مبارک بھی آپ کی ہے جو میں نے پہن رکھی ہے اور یہ تلوار بھی حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جو میں نے حمائل کر رکھی ہے اور یہ گھوڑا بھی آپ ہی کا ہے جس پر میں سوار ہو کر آیا ہوں؟

اُن کے لشکر سے آواز آئی، اے حسین! آپ نے جو کچھ فرمایا ہے حق و صداقت اور درستی و راستی پر مبنی ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! پھر کس وجہ سے تم میرے خون کو حلال جانتے ہو؟

اور وہ پانی جو چرندوں درندوں اور یہود و نصاریٰ پر حلال ہے مُجھے اس سے محروم کر دیا اور حال یہ ہے کہ میرے والدِ گرامی اپنے دشمنوں کو حوضِ کوثر سے دور کر دیں گے کیا کوئی ایسا شخص ہے جو پیاسے اونٹوں کو پانی سے محروم کر دے؟

اسی اثناء میں اہلِ بیت کے خیمہ سے عورتوں اور بچّوں کے رونے کی آواز امام حسین علیہ السلام کی سمع ہمایوں میں پہنچی تو آپ اس آواز کو سن کر متاثر ہو گئے اور فرمایا!

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِی الْعَظِیْمُ

پھر آپ نے حضرت عباس اور حضرت علی اکبر کو بھیجا کہ جا اُنہیں کہو تمہارے رونے کے لئے کل کا روز کافی ہے۔ اب اس وقت رونے میں عجلت نہ کریں۔ وہ لوگ خاموش ہو گئے تو امام عالی مقام نے دوبارہ آغاز

گفتگو کرتے ہوئے فرمایا۔

اے لوگو! تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو حرام قرار دیا ہے میں ہرگز جھوٹ نہیں کہتا اور نہ ہی وعدہ خلافی کرتا ہوں۔ میں نے کسی مسلمان کو تکلیف نہیں دی اور جب تک مجھ پر تکلیف کا قلم جاری نہیں کیا گیا میں نے فرائضِ خداوندی کو ترک نہیں کیا، اور تم جانتے ہو کہ وہ نسبتِ عالی جو آج کے دن میں رکھتا ہوں۔

رُوئے زمین پر کوئی شخص نہیں رکھتا، میں وہ شخص ہوں جس نے دنیا سے منہ موڑ کر اپنے جدِ بزرگوار صلوٰۃ اللہ وہ سلامہ علیہ کے روضۂ اقدس کی خدمت اختیار کر رکھی تھی مجھے اس جگہ نہیں رہنے دیا گیا، یہاں تک کہ میں نے ضرورتاً مدینہ منورہ کو چھوڑ کر حرمِ مکہ میں پناہ لی اور اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہو گیا۔

بعد ازاں! تمہارے قاصد مُسلسل آنا شروع ہو گئے، اور تمہارے اِس مضمون کے خطوط متواتر پہنچتے رہے کہ ہم آپ کو دُوسروں سے زیادہ امامت کا مستحق سمجھتے ہیں، آپ کو چاہیے کہ اس طرف توجہ فرمائیں۔

تا در قدم تو جُملہ جان افشانیم

اَب میں تمہارے کہنے پر آیا ہوں تو تم نے خُفیہ مکّاری اور غداری سے کام لیتے ہوئے ہم غریبوں کے نازک دلوں کے آبگینہ کو غداری و جفاکاری کے پتھر کے ساتھ توڑ ڈالا۔

اگرچہ تمہارے مکر کی آگ نے میرے صبر و سکون کو جلا دیا ہے مگر میں پہاڑ کے کان میں کہہ دوں تو اسی وقت بست الجبال بسہ کی صفت ظاہر ہو جائے اور اگر تمہارے جور و جفا کی بجلی سے میرے ساتھیوں کے صبر کی بنیاد ہل گئی ہے مگر میں روزِ روشن کو اشارہ کروں تو اسی وقت ظلمات بعضها فوق بعض کے اثرات اُس سے ظاہر ہو جائیں۔

اور اب میں تمہارے سبب سے راحتوں کے دار الملک کو لشکرِ اضطراب کے یغما سے خراب دیکھتا ہوں، اور سفینۂ آمال کو عواصفِ ملال کی ہواؤں سے غرقابِ انقلاب میں پاتا ہوں۔

دریائے غصہ را بن و پایاں پدید نیست
کارِ زمانہ را سَر و ساماں پدید نیست
دارم درون جبہ دل صد ہزار تیر
پنہاں چناں کہ یکسرِ پیکاں پدید نیست

پھر آپ نے اُس لشکر میں موجود رؤسائے کوفہ کو ایک ایک کا نام لے کر پکارا اور فرمایا! اُے عمرو بن سعد اور اے عمرو بن الحجاج اور اے شیث بن ربعی اور فلاں اور فلاں تم لوگوں نے میری طرف خط لکھے اور اب میرے مقابلہ میں آ گئے ہو۔

اُنہوں نے جواب دیا کہ ہمیں ان خطوط کا کچھ علم نہیں۔

امام عالی مقام کے پاس اُن کے خطوط موجود تھے آپ نے اُنہیں

دکھائے اُنہوں نے کھلم کھلا انکار کرتے ہوئے کہا! ہمیں ان خطوط کے لکھے جانے کے بارے میں کچھ علم نہیں۔

امام اعالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام اُن کے جھوٹ اور غداری سے حیران ہو گئے اور اپنے ساتھیوں کو فرمایا! ان خطوط کو آگ میں ڈال دو پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ میں نے تم پر حُجّت پوری کر دی اور مجھ پر تمہاری کوئی حجت نہیں۔

امام کی طرف پہلا تیر چلانے والا

ابن سعد نے آگے بڑھ کر کہا اے حسین! ان باتوں سے کچھ فائدہ نہیں آپ یا تو یزید کی بیعت کر لیں یا ہم آپ کو تلوار کی ضرب سے ہلاک کر دیں گے۔

پھر کمان سے ایک تیر نکالا اور کہا اے اہل کوفہ! گواہ رہنا اور کل کو امیر جلیل عبید اللہ بن زیاد کے سامنے گواہی پر کھڑے ہونا کہ حسین کے لشکر کی طرف سب سے پہلے تیر چلانے والا میں ہوں پھر اس نے امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی طرف تیر چلا دیا۔

امام کا فرمانِ حق

امام عالی مقام نے اپنی ڈاڑھی مبارک کو ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا!

یہودیوں پر خدا کا غضب ہو جب اُنہوں نے سختی کا وقت دیکھا تو
کہا عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں،

اور نصاریٰ پر غضب الٰہی ہو کہ سختی کا زمانہ آیا تو اُنہوں نے افتراء
باندھتے ہوئے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں،

اور اس وقت اس موقع پر تم پر پروردگار کا غضب ظاہر ہو رہا ہے کہ
پیغمبر کے بیٹے کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو،

اور میں اس وقت وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰه کی راہ پر چلنے
والے سالکوں کی طرح صبر و شکیبائی کے راستے پر چلنے میں انحراف نہیں کروں
گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ کے ساتھ عروۂ وثقائے
محبت کا خلعت جو کہ صابروں کے قامت با استقامت پر راست آتا ہے
تمسک کرتا ہوں کیونکہ تھوڑے عرصہ تک ظُلم کے نتائج ستمگاروں کو پہنچیں گے
اور وہ جاہ عزّت و حُرمت کی بلندی سے چاہِ اِدبار و ذلّت کی گہرائی میں گرفتار
ہوں گے۔

کہ کرد دَر ہمہ عالم کمانِ ظُلم بزہ
کہ تیرِ لعنتِ جاوید رَا نشانہ نہ شد

میں منتظر ہوں۔

اِن اللّٰه کایمهل ولا یهمل

کے حکم کے مطابق تُمہارے کردار کا بدلہ اور تمہاری گُفتار کی سزا تمہیں

بہت جلد پہنچنے والی ہے۔

ہر کہ آئینِ ظُلم پیش نہاد
بند بردست و پائے پیش نہاد
چند روزے اگر سَر افرازد
و ہرش آخر زِ پاور اندازد

بعدازاں! امام عالی مقام نے اپنے گھوڑے کی عنان میدان سے موڑی اور اپنے لشکر کی صفوں میں تشریف لے آئے اور جنگ کی تیاری کر نے لگے یہ واقعہ دس محرم الحرام ۶۱ھ جمعۃ المبارک کے دن کا ہے۔

لشکروں کی مجموعی تعداد

" ایک قول کے مطابق مخالف لشکر کی تعداد سترہ ہزار اور ایک روایت کے مطابق بتیس ہزار تھی جبکہ صحیح تر روایات یہ ہیں کہ لشکر یزید کی تعداد بائیس ہزار سواروں اور پیادوں پر مشتمل تھی جو شام اور کوفہ سے اس معرکہ میں موجود تھے۔

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے خدام کی تعداد ایک روایت کے مطابق بیاسی اور ایک روایت کے مطابق بہتر تھی اور آپ کے علاوہ تیس سوار اور چالیس پیادہ تھے اور بہت سے رسائل جن میں اِس مقتل کی داستان مرقوم ہے۔

اِن جنگ کرنے والوں اور جنگ کی کیفیت کی تفصیل مذکور نہیں ہے اور محض اس کے نام اور شعر پر اکتفاء کیا گیا ہے جبکہ اس کم تر مُلّا حُسین واعظ کاشفی نے بہت زیادہ تلاش وجستجو کی یہاں تک کہ اِن واقعات کی تفاصیل کو خیر الکلام کے طریق پر ان اوراق میں تحریر کیا چونکہ ہر ایک مبارز کی رجز جو اُس نے پڑھی تھی اُس سے فارسی زبان میں فائدہ حاصل نہیں کیا جاسکتا اس لئے یہ سخن منقطع کر دیئے اور یہاں نقل نہیں کئے مگر وہاں نقل کیا گیا ہے جہاں اُن کی ضرورت تھی۔

اور وہ اشعار جن کا ترجمہ اُن رجزوں سے قدماء کے کلام میں پایا جاتا ہے اور اِس وقت کے لوگوں کے ذہنوں کے مطابق نہیں اُس پر بھی احاطہ نہیں کیا مگر وہ جس کا تحریر کرنا بے فائدہ نہیں تھا اُسے نقل کر دیا ہے۔

ومن اللہ الاعانۃ والتوفیق

حضرت حُر بارگاہِ امام میں

روایت آئی ہے کہ جب جنگ کی صفیں تیار ہو گئیں تو دونوں طرف میدان میں نگاہیں اُٹھی ہوئی تھیں کہ جنگ میں پہل کون کرتا ہے۔

امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! میں نے اپنے والد گرامی کی اس بات کو یاد کر رکھا ہے کہ جب تک مخالف جنگ کی ابتداء نہ کرے اُس کے ساتھ جنگ نہ کی جائے۔

لشکرِ کوفہ کی پہلی صف میں حر بن یزید کھڑا تھا جب اُس نے اِس حال کا مشاہدہ کیا تو اپنا گھوڑا ابنِ سعد کے پاس لے گیا اور کہا! اے ابنِ سعد کیا تو امام حسین بن علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرے گا؟

ابنِ سعد نے کہا ہاں! اِس جنگ میں بہت سے جسم بے سر ہو جائیں گے۔

حُر نے کہا! کل قیامت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا جواب دو گے؟

ابنِ سعد نے اِس بات کا کوئی جواب نہ دیا تو حُر میدان کی طرف لوٹ آیا مگر اُس کے اعضاء پر لرزہ طاری تھا اور دل دھڑک رہا تھا چنانچہ جو شخص اُس کے پہلو میں تھا وہ اُس کے دل کی دھڑکن سُن رہا تھا۔

حُر کی قوم سے مہاجر بن اوس اور ایک روایت کے مطابق اُس کے بھائی مصعب بن یزید نے کہا! میں نے تجھے کسی معرکہ میں اِس قدر خوفزدہ نہیں دیکھا تو مشہور بہادر اور جنگجو لوگوں میں سے ہے اور جب بھی کوفہ کے بہادروں اور تلوار چلانے والوں کا ذکر ہوتا ہے تیرا نام سب سے پہلے لیا جاتا ہے، اور تجھے سب پر ترجیح دی جاتی ہے تیرے جسم کا لرزنا اور دل کا دھڑکنا کس وجہ سے ہے؟

حُر نے کہا! اُے بھائی میں ڈرتا نہیں ہوں مگر میرے نفس نے مجھے جنت اور دوزخ کے درمیان اختیار دیا ہے اور سوچتا ہوں کس طرف جاؤں۔

پھر اچانک اُس نے جگر خراش چیخ مار کر کہا اے بھائی! بشارت ہو میرے نفس نے بہشت کو اختیار کر لیا ہے، اور گھوڑے کو چابک لگا کر امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور گھوڑے سے اُتر کر آپ کی رکاب کو بوسہ دیا اور امام کے گھوڑے کے سُموں پر منہ رکھ کر عرض کی اے ابنِ رسول اللہ مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ یہ لوگ آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیں گے بلکہ میرا خیال تھا کہ یہ مہم صلح پر منتج ہو گی، اب اِن کی سرکشی اور بغاوت ظاہر ہو گئی تو میں آپ کی خدمتِ اقدس میں لوٹ آیا کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی اور میرا عذرِ گناہ شرف قبولیت حاصل کر لے گا،،

با خجالت ہائے کلی رو براہ آوردہ ام

جانِ پردرد و زبانِ عذر خواہ آوردہ ام

بر منِ بے دل میفشاں دست روزے را کہ من

بر اُمید رو سوئے ایں بارگاہ آوردہ ام

امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام نے گھوڑے پر سے ہی اپنا ہاتھ مبارک حُر کے سر اور چہرے پر پھیرا اور فرمایا! اے حُر بندہ گناہ کرنے کے بعد جب بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر استغفار کرتا ہے اور اُس گناہ سے توبہ کر لیتا ہے تو توبہ قبول ہونے کی اُمید ہو جاتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ

﴿سورۃ الشوریٰ آیت ۲۵﴾

تُو اپنے جس جرم کی نسبت میری طرف کرتا ہے میں اُسے ناکردہ قرار دیتا ہوں اور جو خطا تجھ سے اِس وقت تک واقع ہوئی اُس سے درگذر کرتا ہوں بہادر بن اور جنگ میں دل کو مضبوط رکھ کیونکہ آج بازارِ سعادت کا دن ہے اور یہ میدانِ جلوہ گاہِ اہلِ شہادت ہے۔

حُر کا بھائی دامنِ امام میں

حُر اپنے دل کو امام حسین علیہ السلام کی محبت سے فراوانی دے کر میدان میں پہنچا اور گھوڑے کی جولانیاں دکھانے لگا۔

جب اُس کے بھائی مصعب بن یزید نے دیکھا کہ حُر نے آخرت کو دُنیا پر ترجیح دے دی ہے اور اپنے ہاتھ سے آلِ عبا کی محبّت کا دامن پکڑ لیا ہے تو اُس نے اپنے گھوڑے کو مہمیز لگائی اور امامِ عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف مُڑ گیا۔

ابنِ سعد کے لشکر نے گمان کیا کہ مصعب اپنے بھائی کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے گیا ہے مگر اُس نے میدان میں پہنچ کر کہا اے برادر آپ نے خضرِ راہ بن کر مجھے عذاب کی ظلمت سے نکالا اور آبِ حیات کی معرفت کے چشمہ پر پہنچا دیا میں نے آپ کی موافقت اختیار کر لی ہے اور مخالفین سے بیزار ہو گیا ہوں، کل قیامت کو ہم ایک دوسرے کے گواہ ہوں گے اور امام حسین علیہ السلام کی شفاعت سے مل کر حصہ لیں گے۔

حُر اُسے ساتھ لے کر امامِ مظلوم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام صورت حال آپ کی خدمت میں عرض کر دی۔

امامِ عالی مقام علیہ السلام نے اُسے گلے لگایا اور حُر کے ساتھ اُس کے لئے بھی دعائے خیر فرمائی۔

حُر میدانِ جنگ میں

امام اسمٰعیل کے مقتل میں روایت آئی ہے حُر جب امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُس نے عرض کی اے ابن رسول اللہ! میں نے رات کو خواب میں اپنے باپ کی زیارت کی تو اُس نے میرے پاس آ کر کہا اے حُر ان دنوں کہاں جا رہا ہے؟

میں نے کہا! امام حسین علیہ السلام کے راستے کی ناکہ بندی کے لئے جا رہا ہوں، میرے باپ نے چیختے ہوئے کہا اے بیٹے! تجھ پر افسوس ہے تجھے رسول خدا کے بیٹے سے کیا کام؟ اگر تو جہنّم کی آگ برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو جا اور اُن کے ساتھ جنگ کر، اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور پروردگارِ عالم کی رضا کا خواہاں ہے اور جنّت کے باغات و محلاتِ جاودانی کی طلب رکھتا ہے تو جا کر اُن کے دشمنوں سے جنگ کر اب آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں تا کہ میں آپ کے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے جاؤں ؟

امامِ حسین علیہ السلام نے فرمایا! تو ہمارا مہمان ہے صبر کرتا کہ دوسرا آدمی میدان میں جائے،

حضرت حُر نے عرض کی! اے ابنِ رسول پہلا شخص جو آپ کے ساتھ جھگڑنے آیا تھا میں تھا آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں تاکہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کی پہل بھی میرے حصّے میں آئے۔

امام حسین علیہ السلام نے اُسے اجازت عطا فرمادی، حُر مردِ دلاور اور بہادر شخص تھا میدانِ جنگ میں اُسے ایک ہزار سوار کے برابر سمجھا جاتا تھا اور وہ ابن زیاد کا سپہ سالار تھا، وہ اپنے گھوڑے کو برق جہندہ کی طرح دوڑاتا ہوا میدان میں آیا اور رجز کہتے ہوئے اپنے مقابلے کی دعوت دی۔

ابوالمفاخر رازی نے اُس کی رجز کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

منم شیر دِل حُر مَردم ربائے
کمر بستہ پیشِ ولیء خُدائے
منَم شیر و شمشیر بُرّاں بدست
کہ دارد بر شیر و شمشیر پائے

حُر میدانِ جنگ میں

جب ابنِ سعد نے حُر کو میدان میں دیکھا تو اُس کے دل پر لرزہ طاری ہو گیا پھر اُس نے ایک مشہور عربی جوان صفوان بن حنظلہ کو بلا کر کہا،

حُر کے پاس جا کر نرمی اور نصیحت کے ساتھ اُسے میری طرف واپس لے آ اگر وہ تیری بات نہ مانے تو شمشیرِ آبدار سے اُس کا سر تن سے جدا کر دے،

صفوان تمام تیاری اور زیبائش کے ساتھ حُر کے سامنے آیا اور کہا! تو ایک عقلمند اور بہادر شخص ہے، اور بہادر جنگجو آدمی کو مناسب نہیں کہ وہ یزید سے رخ موڑ کر حسین کی طرف کر لے۔

حُر نے کہا! اے صفوان تیری عقلمندی اور دانائی کے پیش نظر تیری یہ بات کتنی عجیب ہے یزید ناپاک اور ظالم و فاسق شخص ہے، اور امام حسین علیہ السلام پاک اور پاک زادے ہیں اِن کی والدہ محترمہ کی تزویج بہشت میں ہوئی تھی جبریل امین انکا جھولا جُھلاتے تھے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنے باغ کی خوشبو کہتے تھے۔

وصفش از شرح و بیاں بالا تر است
ہر چہ مَن گویم ازاں والا تر است

صفوان نے کہا! میں یہ سب کچھ جانتا ہوں بلکہ اِس سے زیادہ بھی جانتا ہوں مگر دولت اور مال اور جاہ یزید کے ساتھ ہے اور ہم سپاہی لوگ ہیں ہم مرتبہ منصب چاہتے ہیں تقویٰ و طہارت ہمارے کس کام آئے گا۔

حُر نے کہا! اے خاکسار تو حق کا جانتے ہوئے اُسے چھپاتا ہے اور بظاہر میٹھا مگر دھوکے کا جان لیوا شربت نوش کرتا ہے۔

صفوان نے غضبناک ہوکر حُر کے سینے پر نیزہ مارا تو حُر نے اُس کے نیزے کے وار کو اپنے نیزے پر روکا اور بہادری کے ساتھ اُس کے نیزے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، اور اِسی غصّے میں نیزے کی نوک اُس کے سینے پر ماری تو نیزہ اُس کی پُشت سے ایک گز پار ہو گیا، پھر اسی نیزے پر زور دیتے ہوئے اُسے گھوڑے کی زین سے نیچے گرادیا اور اس کی ہڈی پسلی ایک کر دی،

حُر کی بے مثال بہادری

جب دونوں لشکروں نے صفوان کو ریزہ ریزہ ہوتے دیکھا تو شور مچانے لگے۔

صفوان کے تین بھائی تھے وہ اپنے بھائی کے قتل ہونے پر غضبناک ہو گئے اور تینوں نے بیک وقت حضرت حُر پر حملہ کر دیا،

حضرت حُر نے نعرہ لگایا اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وقُدرت کو یاد کرتے ہوئے ایک کو کمر سے پکڑا اور زین سے اُٹھا کر زمین پر دے مارا جس سے اُس کی گردن ٹوٹ گئی،

دُوسرے کے سر پر تلوار ماری جو اُس کے سینے تک اُترتی چلی گئی تیسرا بھاگ نکلا تو حضرت حُر نے اُس کا پیچھا کر کے اُس کی پشت پر نیزہ مارا جس کی نوک اُس کے سینے کے پار نکل گئی۔

بعدازاں! حضرت حُر حضرت امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے، اور عرض کی اے ابنِ رسول اللہ کیا آپ نے مجھے معاف فرمادیا اور آپ مجھ سے خوش ہو گئے؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! ہاں تو حُر ہے جیسا کہ تیرا نام تیری ماں نے رکھا میں تجھ سے خوش ہوں اور تو آزاد ہے یعنی کل قیامت کو تو آتشِ دوزخ سے آزاد ہوگا۔

حُر نے یہ بشارت سُنی تو انتہائی خوشی کے ساتھ میدان کی طرف لوٹ گئے اور یزیدی لشکر کے ساتھ جنگ شروع کر دی جناب حُر جس طرف حملہ کرتے کشتوں کے پُشتے لگا دیتے اور جس طرف رُخ کرتے سواروں اور سواریوں کو گرا دیتے، اِسی حال میں یزید کے پیادہ سپاہی حضرت حُر کے سامنے آئے اور اور اُنہوں نے اُن کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔

حضرت حُر پا پیادہ جنگ کرنے لگے، اُن کے جہاں سوز غُصّے کا شعلہ لپک رہا تھا اور قہر کی آگ مشتعل ہو چکی تھی۔

بے نیزہ صخرہ را سوراخ می کرد
بے پیکان موئے راہ صد شاخ می کرد

یزیدی لشکر نے حضرت حُر کی جنگ کا یہ عالم دیکھا تو پیادہ وسوار اُن کے سامنے سے ہٹنے لگے جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ حُر پا پیادہ جنگ کر رہے ہیں تو آپ نے اُن کے لئے ایک بہترین گھوڑا بھیج دیا

جس پر سوار ہو کر حضرت حُر اُس کی جولانیاں دکھانے لگے۔

عنانِ مرکب خود تاب می داد
بخونِ نوکِ سنان را آب می داد

یزیدیوں کا گروہ پروین کی طرح جمع ہو کر اُن کے سامنے آتا اور بنات النعش کی طرح متفرق ہو جاتا ہے۔

حضرت حُر نے چاہا کہ واپس جا کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دے لیں کہ ہاتف کی آواز آئی اے حُر واپس نہ جانا کیونکہ حُورانِ بہشتی تیری آمد کی منتظر ہیں پس حضرت حُر رضی اللہ عنہ نے امام حسین علیہ السلام کی طرف رُخ کیا اور عرض کی اے ابنِ رسول اللہ میں آپ کے نانا جان کی خدمتِ اقدس میں جا رہا ہوں اگر آپ کا کوئی پیغام ہو تو دے دیں؟

امام حسین علیہ السلام نے روتے ہوئے فرمایا! اے حُر شاد باش کہ ہم بھی تیرے پیچھے آ رہے ہیں۔

حضرت حُر فردوس میں

امامِ حسین علیہ السلام کے لشکر میں شور مچ گیا اور حضرت حُر دشمن کے لشکر سے جنگ کرنے لگے، یہاں تک کہ اُن کا نیزہ ٹوٹ گیا تو اُنہوں نے تیغِ آبدار کھینچ لی۔

اور جس کمینے کے سر پر وار کرتے اُسے سینے تک چیر دیتے اور جس کی کمر پر وار کرتے اُسے دو ٹکڑوں میں تبدیل کر دیتے آپ کبھی میمنہ پر حملہ کر کے یزیدیوں کے لشکر میں گھس جاتے اور کبھی میسرہ پر حملہ کر کے تتر بتر کر دیتے،

اِسی طرح بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے آپ قلبِ لشکر میں گھس کر ابن سعد کے پرچم بردار تک پہنچ گئے تاکہ اُسے پرچم سمیت دو ٹکڑے کر دیں کہ شمر نے اپنے لشکر کو آواز دی کہ انہیں چاروں طرف سے گھیر لو اور اپنے گھیرے سے نہ نکلنے دو چنانچہ یزیدی لشکر نے اُن پر یکلخت حملہ کر دیا اور چاروں طرف سے وار کرنے لگے۔

حضرت حُر اس گروہ کے درمیان نہایت جوش و خروش اور بہادری سے لڑ رہے تھے کہ اچانک قسورہ بن کنانہ نے اُن کے سینے پر نیزہ مارا جو اُن کے جسم میں گھس گیا،

جنابِ حُر سرگرمی سے جنگ کر رہے تھے جب اُنہوں نے اپنا زخم دیکھا اور قسورہ کو دیکھا کہ اُس نے نیزہ مارا ہے اور اُس کے سر سے خود الگ ہو چکا ہے تو اُنہوں نے اُس کے سر پر تلوار کا وار کیا جس نے قسورہ کو سینے تک چیر دیا اور وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔

حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی گھوڑے سے گر پڑے اور نعرہ لگایا ابن رسول اللہ ادرکنی۔

امام حسین علیہ السلام نے گھوڑا دوڑایا اور دشمنوں کے سامنے پہنچ گئے پھر آپ نے گھوڑا چھوڑ دیا اور زمین پر بیٹھ کر حضرت حُر کا سر اپنی آغوش میں لے لیا اور اپنے دامن سے اُن کے رخساروں کو صاف کرنے لگے حضرت حُر میں جان کی تھوڑی سی رمق باقی تھی۔

اُنہوں نے آنکھ کھولی دیکھا کہ اُن کا سر حضرت امام کی آغوش میں ہے تو مسکراتے ہوئے عرض کی اے ابن رسول اللہ! آپ مجھ سے راضی ہوگئے ؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! میں تجھ سے خوش ہوں اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو حضرت حُر نے یہ بشارت سُنی تو نقدِ جاں کو جانان پر نثار کر دیا۔

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست
کہ ایں مژدہ آسائشِ جانِ ماست

امام علیہ السلام نے حُر کا مرثیہ کہا۔

امام حسین علیہ السلام حضرت حُر کے لئے رونے لگے اور آپ کے ساتھی بھی گریہ کناں ہو گئے۔

حاکم خثعمی روایت لائے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت حُر کے مرثیہ کے تین شعر کہے جن میں سے ایک یہ ہے،

لنحم الحر حر بنی ریاح
صبور عند مختلف الریاح

ابوالفاخر نے بیان کیا کہ

خوشا حُر فرزانائے نامدار
کہ جاں کردہ بر آلِ احمد نثار
بعشقِ جگر گوشۂ مصطفیٰ
برآوردہ از جانِ دشمن و مار

حضرت حُر کے بھائی کی شہادت

حضرت حُر کے بھائی مصعب نے جب دیکھا کہ حضرت حُر رضی اللہ عنہ شہادت کے پروں سے گلستانِ اقدس کو پرواز کر چکے ہیں تو اُس نے حضرت امامِ عالی مقام علیہ السلام سے اجازت طلب کی اور میدان میں پہنچ کر دشمنوں سے لڑائی شروع کر دی۔

جناب مصعب مردانہ وار اور بہادری کے ساتھ دشمنوں سے لڑتے رہے اور کئی ایک کو قتل کرنے کے بعد شربتِ شہادت نوش کر کے اپنے بھائی سے جا ملے۔

حضرت حُر کے بیٹے کی شہادت

روایات میں آتا ہے کہ حُر کا بیٹا علی کوفہ کے لشکر میں تھا، جب اُس

نے اپنے باپ اور چچا کو شہید ہوتے دیکھا تو خود پر قابو نہ رکھ سکا اور اپنے غلام سے کہنے لگا آؤ گھوڑوں کو پانی پلا لائیں۔

چنانچہ دونوں امام عالی مقام کے لشکر کی طرف چلے گئے جب علی بن حُر حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو گھوڑے سے اُتر کر آپ کے قدموں کو بوسہ دیا اور اپنے باپ کی لاش کے پاس بیٹھ کر اُن کے چہرے پر چہرہ رکھ دیا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے جوان تو کون ہے؟

اُس نے کہا! میں آپ پر فدا ہونے والے حُر کا بیٹا ہوں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ پر اپنی جان قربان کروں۔

اور الولد الحر یقتدی بآبائِہ کے نکتے کا اظہار کروں یعنی حُر کے بیٹے نے اپنے آباء کی پیروی کی۔

پسر کو ندارد نشانِ پدر
تو بیگانہ خوانش نخوانش پسر

امام حسین علیہ السلام نے اُس کے لئے دعا فرمائی اور وہ آپ سے اجازت لے کر میدانِ جنگ میں آ گیا لشکرِ شام سے ایک مسلح شخص اُس کے سامنے آیا تو علی بن حُر نے بغیر کوئی بات کئے اُس کے سینے میں نیزہ مار کر زمین پر گرا دیا اور کہا۔

ریا ے نژادم نہ من بندہ اُم
بسے دشمنان را سر افگندہ اُم
من ازوالدِ خویش شرمندہ اُم
چوں او کشتہ شُد من چرا زندہ اُم

بعدازاں دشمنوں کے لشکر سے اس کے سامنے ایک اور شخص آیا تو اُس نے اُسے بھی قتل کردیا۔

امام حسین علیہ السلام نے بلند آواز سے اُسے آفرین کہا اور اُسے دعا دی۔

اُس باپ پر خدا کی آفرین ہو جس نے تیری پرورش کی اور اُس ماں پر جس نے تجھے جنا آخر سپاہِ یزید نے اُسے گھیرے میں لے لیا اور وہ لڑتا لڑتا شہید ہو کر اپنے باپ اور چچا سے جا ملا۔

حُر کے غلام کی شہادت

حُر کے ایک غلام کا نام غرہ تھا وہ اپنے آقا کے لئے رو رہا تھا اور اُس کے دل کو مفارقت اور جدائی کی آگ نے بھون دیا تھا اُس نے گھوڑے کی عنان کھینچی اور میدانِ کارزار میں جا کر زبردست جنگ شروع کر دی اور متعدّد دشمنوں کو قتل کر کے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

اور عرض کی! اے ابنِ رسول اللہ میں نے گستاخی کی ہے آپ اپنے

کرم سے میرا عذر قبول فرمائیں کہ میں جنگ کے طریقوں سے ناواقف ہوں مگر اپنے آقا زادہ کے فراق میں جل رہا ہوں میں چاہتا ہوں کہ آج آپ کے قدموں پر اپنی جان قربان کروں اور کل عرصۂ محشر میں اپنے آقاؤں پر فخر کروں۔

اگر مرا بہ غلامی خود قبول کنی
بسا کرشمہ کہ باشاہ و شہریار کنم

امام حسین علیہ السلام نے اُسے شاباش دی اور وہ پُورے سرور ونشاط سے میدان میں پہنچ گیا اور تھوڑے ہی عرصے میں اپنے آقا اور آقا زادے کے پاس پہنچ گیا اور نقدِ شہادت سے متاعِ سعادت جاودانی خرید لی۔

دیدہ بربست از جہاں تا طلعتِ مقصود دید

امام کا دوبارہ اتمام حجّت کرنا

روایت آئی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ان چار افراد کی شہادت کے بعد دوسری مرتبہ دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہوگئے اور آواز دی۔

اے اہلِ کوفہ وشام! میں نے تمہارے ساتھ جنگ میں پہل نہیں کی اور تم نے میری طرف پہلے تیر چلایا، میں ابھی جنگ کے میدان میں نہیں ہوں اور ابھی میرے لشکر میں سے کسی شخص کو قتل نہیں کیا گیا حُر اور اُس کا

بھائی اور اُس کا بیٹا اور اُس کا غلام تم لوگوں میں سے تھے، جنہوں نے نُصرت کا پرچم میری طرف سے لہرایا اور اپنی عزیز جانوں کو میری محبّت میں نثار کر دیا اور میں دوسری بار تم پر حُجّت قائم کرتا ہوں تا کہ کل قیامت کے روز تمہاری کوئی حُجّت مجھ پر لازم نہ آئے۔

اُے لوگو! آؤ اور میرے ساتھ تین کاموں میں سے کسی ایک پر اتفاق کرلو۔

نمبر ایک! مجھے راستہ دے دو تا کہ میں یزید کے پاس جا کر اُس سے مناظرہ کروں اگر بغیر مکابرہ کے حق اُس کے ہاتھ ہوا اور میں جان لوں کہ وہ حق پر ہے تو اس کی بیعت کرلوں گا ورنہ وہ جانے اور میں جانوں۔

یزیدیوں میں سے کسی نے پُکار کر کہا ہم آپ کو یزید کی طرف نہیں جانے دیں گے آپ شیریں زبان اور چابک سخن ہیں ہوسکتا ہے آپ دلپذیر عذر خواہی سے دھوکا دیکر اس سے خُلاصی حاصل کرلیں اور دوسری مرتبہ ملک میں فتنہ انگیزی کی شورش بپا کردیں۔

نمبر دو! امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا! اگر تم ایسا نہیں کرتے تو خُدا کے لئے مجھے میرے نانا جان صلوات اللہ وسلامہ کے روضۂ اقدس پر جانے دو تا کہ میں وہاں کی مجاوری کرتے ہوئے زہد و عبادت میں اپنی زندگی بسر کرسکوں۔

یزیدیوں نے کہا! ہم آپ کو اِس کی بھی اجازت نہیں دیتے ممکن ہے ہے آپ کے پاس عرب سے آپ کے حلیف پہنچ جائیں اور آپ طلب خلافت کے لئے باہر نکل آئیں۔

نمبر تین! امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اگر تم یہ دونوں کام نہیں کرتے تو مجھے اور میرے ساتھیوں کو پانی دو کیونکہ عامۃ الناس اور تمام جہان والوں کو پانی پینے کا حق حاصل ہے۔

یزیدیوں نے کہا! پانی کی بات نہ کریں اگر آپ کے ساتھی اور خدام ٹکڑے ٹکڑے بھی ہو جائیں تو اُنہیں فرات کا پانی نہیں ملے گا مگر یہ کہ وہ یزید کی بیعت کر لیں اور ہم بغیر آپ سے جنگ کرنے کے واپس نہیں جائیں گے۔

جنگ کیسے لڑی جائے

اِمام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا! جنگ کے لئے ایک کے مقابلے میں ایک شخص کو بھیجتے رہو تاکہ بہادر کا بزدل سے اور ہنر مند کا بے ہنر سے امتیاز ہو سکے۔

یزیدیوں نے کہا! اَے فاطمہ کے بیٹے اچھی بات ہے ایسا ہی ہو گا اور ہم اِس پر راضی ہیں کیونکہ مبارزانِ عرب کی عادت یہ ہے کہ حرب وقتال کے وقت اپنے نام اور لقب کو آشکارا کرتے اور اپنے قبیلے اور برادری کے

تفاخر سے خود پر فخر و مباہات کرتے اور لاف وگزاف کے دروازے کھول دیتے نیز جنگ کے معاملہ میں جو ہنر کسی میں ہوتا وہ اُسے ظاہر کرتا۔

زہیر بن حسان اسدی کی بہادری

بہرصورت! جب اُنہوں نے یہ بات قبول کر لی تو امام حسین علیہ السلام اپنے لشکر کی صف میں واپس آ گئے۔

ابنِ سعد نے سامر ازدی نامی ایک بہادر اور جنگجو شخص کو میدان میں بھیجا سامر تیز طرار گھوڑے پر سوار ہو کر شاہی اسلحہ پہنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا آیا اور جنگ کرنے والوں پر اپنا نام ظاہر کر کے ھل من مبارز کی صدا دینے لگا۔

اس موقع پر حضرت زہیر بن حسان اسدی نے امام حسین علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں کھڑے ہو کر عرض کی! اے ابنِ رسول اللہ میدان میں آنے والا صف شکن جنگجو اور بہادر شخص ہے مجھے اجازت عطا فرمائیں کہ اس کے ساتھ جنگ کروں اور اِس کی لاف وگزاف کا پرچم صرصرِ قہر کے ساتھ سرِ میدان ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔

امام عالی مقام علیہ السلام نے اُسے اجازت عطا فرمائی، اور یہ زہیر قبیلہ بنی اسد سے تھے ان کا قبیلہ کربلا سے زیادہ دور نہ تھا وہ سب لوگوں کو چھوڑ کر حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں آ گئے تھے یہ نہایت بہادر اور جنگی

مہارت رکھنے والے عقلمند انسان تھے یہ میدانِ جنگ میں فتحیاب ہوتے تھے اور جنگ کی مجلسوں میں زخموں اور ضربوں کے جام سے نُصرت کا شربت نوش کرتے تھے۔

دَر افگند مرکب بمیداں دلیر
بغرید مانندۂ نرہ شیر

جناب زہیر غضبناک ہوکر نکلے اور سامر ازدی کو برسرِ راہ روک لیا سامر نے جب زہیر کو دیکھا تو کانپنے لگا اور اُنہیں نصیحت کرتے ہوئے کہنے لگا اے میدانِ جنگ کے شہسوار اور بہادر انسان تجھے شرم نہیں آتی کہ اپنے مال ومنال اور اہل وعیال کو چھوڑ کر امام حسینؑ کو تقویت وروانی دینے کے لئے میدان میں نکل آیا ہے۔

جناب زہیر نے کہا! اے بزدل تجھے شرم آنی چاہیے تھی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اہلِ بیت پر تلوار اُٹھاتا ہے، اور دُنیا کی فانی نعمتوں کے لئے آخرت کی دائمی عقوبت وسزا اختیار کرتا ہے۔

سامر دُوسری بات کرنا چاہتا تھا کہ حضرت زہیر نے اُس کے منہ پر نیزہ مارا جس کی نوک اُس کی گدی سے پار ہوگئی اور وہ اُسی وقت گھوڑے سے گر کر جہنّم رسید ہوگیا۔

بعد ازاں! زہیر نے ابنِ سعد کے سامنے آکر نعرہ لگایا کہ اے اہلِ عراق جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں زہیر

بن حسان اسدی ہُوں تم میں کون ہے جو باہر آئے تا کہ ہم کچھ عرصہ ایک دُوسرے کے ساتھ مقابلہ کریں اور دیکھیں کہ کس کا مقدر یاوری کرتا ہے اور کس کو زوال پذیر کر کے ذلیل وخوار کرتا ہے؟

کُوئے عشقت و دَرد و زخم بلا پَے در پَے
کُو حریفے کہ قدم برسرِ ایں کُوے نہد

جناب زہیر کا دوسرا اشکار

اہلِ شام و عراق نے جناب زہیر کا شہرہ آفاق نام سن رکھا تھا، اور پیش ازیں اُن کی بہادری اور دبدبے کا نعرہ بھی سن چکے تھے، اِس لئے اُنہوں نے سر جھکا دیئے اور اُن کے ساتھ جنگ کرنے سے ڈرنے لگے۔

ابنِ سعد نے اپنی فوج کو ڈانٹتے ہوئے کہا! یہ کیسی بے حمیتی ہے جو تم لوگوں نے اختیار کی ہے۔

بالآخر ایک شخص میدان میں آیا اور اُس نے بہادروں کے اجتماع میں اپنے نام کو بلند کیا، یہ شخص نصر بن کعب نخعی روسائے کوفہ اور سردارانِ عرب میں سے ایک بہادر شخص تھا، اور اُسے ایک سو بہادروں کے برابر سمجھا جاتا اُس نے گھوڑے کو مہمیز لگائی اور زہیر کے پاس آ کر کہا! اے شجاعِ عرب تو نے خود کو نعمتوں سے الگ کر دیا اور اپنے چچازادوں کا ساتھ چھوڑ دیا ہے میرے ساتھ آ تا کہ میں تجھے امیر ابن زیاد کے پاس لے جاؤں اور تو

مصیبتوں اور کلفتوں کے خارزار سے نکل کر راحت و بہجت کے گُلشن زار میں پہنچ جائے۔

حضرت زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! اے لعین ابن زیاد کی غلامی میں بدعت کے کانٹے دین کے دامن میں اُلجھ جاتے ہیں، اور امام حسین علیہ السلام کی غلامی کے گُلستان میں ہر وقت کنارِ جوئے بار حقیقت سے معرفت کی شاخیں پھوٹتی ہیں اور میں اِس وقت آپ کی محبت کے گلشن سے گُلہائے مراد چن رہا ہوں اور دشمنِ نابکار کے آزار کے کانٹوں سے نہ تو ڈرتا ہوں اور نہ ہی اِن کی پرواہ کرتا ہوں۔

زرُوئے دوست مراچوں گُل مُراد شگفت
حوالہ سرِ دشمن بسنگِ خارہ کنم

نصر نے سوچا کہ زہیر کو باتوں میں اُلجھا کر اِس پر بے خبری میں حملہ کردوں۔

جناب زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اُس کے ارادہ کو بھانپ گئے اور اُس کی بات کا جواب دینے کی بجائے نیزے کے ایک ہی وار سے اُسے صحرائے عدم میں بھیج دیا۔

تیسرا شکار

نصر کا بھائی صالح بن کعب میدان میں آیا تو جناب زہیر نے اُس کی

طرف نیزہ چلایا، صالح نے چاہا کہ اپنے گھوڑے کو ایک طرف ہٹا کر جناب زہیر کے وار کا رد کرے لیکن اُس کا گھوڑا زخمی ہو گیا، اور بھاگتے ہوئے اُسے اپنی پُشت سے گرا دیا گھوڑے سے گرتے وقت اُس کا پاؤں رکاب میں اُلجھ گیا اور رکاب سے پاؤں نکالنے کی کوئی صورت نہ تھی، چنانچہ گھوڑا دوڑنے لگا پھر اُس نے ایک ایسی دولتی جھاڑی جس سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

چوتھا اور بہت سے شکار

اُس کا بیٹا کعب بن نصر اپنے باپ سے زیادہ بہادر تھا، وہ اپنے باپ اور چچا کا انتقام لینے کے لئے گھوڑے پر نعرے لگاتا ہوا حضرت زہیر کے سامنے آ گیا، ابھی وہ اپنی سانسیں ہی درست کر رہا تھا کہ حضرت زہیر نے اُس کی ناف پر نیزہ مارا جو اُس کی پشت سے پار ہو گیا۔

جناب زہیر نے قتل ہونے والوں میں سے کسی کے گھوڑے اور اسلحہ کی طرف توجہ نہ دی اور سامنے ایک پیادوں کی ٹولی پر حملہ کر دیا، اور اُن سب کو تہہ تیغ کرنے کے بعد میدان میں واپس آ گئے اور مبارز طلبی کی،

چُنانچہ آپ کے سامنے جو شخص بھی آتا آپ کا نیزہ اُسے خون میں ڈبو دیتا اور میدان کی خاک دشمنوں کے خون سے آلودہ ہو جاتی۔

غریواں بہر جانبے می شتافت
نیزہ دل دشمناں می شگافت

اور ایک ہی ساعت میں ستائیس سرداروں کو پامال کر دیا۔

یزیدیوں کی بُزدلانہ چال

ابنِ سعد نے حجر بن حجار کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا کہ تو میرے لشکر کا پشت پناہ ہے میدان میں جا کر زہیر کا سر لے آ میں تیری ہر ضرورت پُوری کر دوں گا۔

حجر نے کہا! افسوس! افسوس ایک لومڑی شیر ببر سے کیا جنگ کرے گی، اور ایک چڑیا شہباز کے سامنے کیا پرواز کر سکتی ہے، یہ بنی اسد کا پہلوان ہے اور اکیلا ہزار بہادروں پر بھاری ہے، میں ابھی زندگی سے سیر نہیں ہوا کہ اُس کے ساتھ جنگ کے لئے جاؤں۔

گوز نے کہ با شیر بازی کند
بخوں ریز خود ترک تازی کند

ہاں ایک تجویز ہے کہ تین سو سوار تین مقامات پر گھات لگالیں میں میدان میں جا کر زہیر کو مقابلے کی دعوت دوں گا اور جب وہ حملہ کرے گا تو میں اُس سے رُوگردانی کر کے ایک کمین گاہ کی طرف نکل جاؤں گا چونکہ زہیر ایک جنگجو شخص ہے اِس لئے وہ لازماً میرا پیچھا کرے گا اور تمہارے سو آدمی اُس پر حملہ کر دیں گے اگر اُس نے اُن کی صف توڑ دی تو میں اُسے اپنے پیچھے لگا کر دوسری کمین گاہ کی طرف لے جاؤں گا اور ایسے ہی تیسری کمین گاہ کا لشکر

بھی ساتھ شامل کر لیا جائے گا اور تین سو آدمی چاروں طرف سے اُس پر وار کریں گے۔ ابن سعد نے تین سو سواروں کے لئے تین کمین گاہیں مقرر کر دیں۔

حضرت زہیر بن حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِس صُورتِ حال سے بے خبر میدان میں کھڑے مقابل کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک حجر آ کر اُن سے دور کھڑا ہو گیا حضرت زہیر نے کہا اے ابن حجار میرے قریب آ کر مقابلہ کر۔

حجر بن حجار نے کہا! میں تیرے ساتھ جنگ کرنے کے لئے نہیں بلکہ نصیحت کرنے کے لئے آیا ہوں،

اُے زہیر! تو ایک بہادر توانا اور تنومند شخص ہونے کے باوجود ابن زیاد کے پاس کیوں نہ آیا کہ وہ تجھے دنیا کے مال و دولت سے مالا مال کر دیتا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ حسین کے پاس نہ زیادہ مال و متاع اور نہ اقتدار و اختیار نہیں، تیری بلند بختی کا تقاضا ہے کہ تو مالِ دولت کے ساتھ وابستہ ہو جاؤ۔

حضرت زہیر نے کہا! اے ملعون دولت کی خواہش ہو گی تو حضرت امام حسین علیہ السلام سے طلب کی جائے گی کیونکہ آپ کا ہاتھ ہمایوں فال ولایت کی بلندی ہے اور میری ہمت کی بلندی اُن کی غلامی ہے۔

میں ابن زیاد نابکار کو کیا سمجھتا ہوں اور وہ لوگ جنہوں نے عنانِ اختیار اس کے ہاتھوں میں دے دی ہے سب بدنصیب اور بزدل ہیں۔

دُولت اُز مُرغِ ہمایوں طلب و سایہ اُو
زانکہ بازاغ و زغن شہپرِ ہمّت نبود

حضرت زہیر کی شہادت

حجر خاموش ہو کر آگے بڑھنے سے ہچکچایا تو حضرت زہیر نے اپنے گھوڑے کی لگام کو حرکت دی اور اُس پر حملہ کر دیا۔

ابن حجار شکست کھا کر کمین گاہ کو بھاگا تو حضرت زہیر نے خیال کیا کہ وہ اُن کے ہاتھوں ہلاک ہونے کے ڈر سے بھاگ نکلا ہے آپ مردانہ وار نعرہ لگاتے اور گھوڑا بھگاتے ہوئے اُس کے پیچھے پیچھے یزیدیوں کی کمین گاہ میں پہنچ گئے تو اُس نے اپنے گھوڑے کو چھوڑ دیا اور پا پیادہ اپنے سواروں کے درمیان بھاگنے لگا،

حضرت زہیر اُس کی گدی پر نیزے کا وار کرنے لگے تو اچانک کمین گاہ کے ایک سو سواروں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور دائیں بائیں طرف سے آپ پر وار کرنے لگے۔

حضرت زہیر نے دشمنوں کی اس تعداد کی ذرّہ برابر بھی پرواہ نہ کی اور نیزہ چلاتے ہوئے ابنِ حجار کے پیچھے پیچھے دوسری کمین گاہ تک پہنچ گئے،

القصّہ! جب آپ تین سو سواروں کے درمیان گھر گئے تو شیث بن ربعی نے آپ کے کندھے پر نیزہ مارا جس سے آپ کی زرہ کی کڑیاں ٹوٹ

گئیں اور نیزہ آپ کے کندھے کے پار ہو گیا، جناب زہیر نے یہ مہلک زخم کھانے کے باوجود شیث بن ربعی پر حملہ کر دیا وہ شقی آپ سے ڈر کر سواروں کے درمیان آ گیا تو حضرت زہیر نے نیزہ پھینک دیا اور تلوار کھینچ کر دائیں بائیں دشمنوں کی گردنیں کاٹنے لگے۔

آفریں بر برقِ تیغت کو بیک دم خصم را
فرق پیدا درمیانِ ترک و مغفر می کند

روایت آئی ہے کہ حضرت زہیر رضی اللہ عنہٗ نے پچاس سواروں کو گرایا اور آپ کے وجود شریف پر نوّے زخم تھے امام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام نے اِس حال کا مشاہدہ کیا تو اپنے تمام خدّام کو ارشاد فرمایا کہ زہیر کو یہاں لایا جائے۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کے غُلام حضرت سعد دس سواروں کے ساتھ میدان میں گئے اور حضرت زہیر کو گھیرنے والے سواروں پر حملہ کر دیا اور حضرت زہیر کو اُن کے درمیان سے نکال لائے۔

حضرت زہیر کے جسم پر دو سُو سے زیادہ تیروں کے زخم تھے جن سے بارش کی طرح خون ٹپک رہا تھا وہ اِس حالت میں امام عالی مقام کی خدمت میں لائے گئے تو حضرت امام عالی مقام گھوڑے سے نیچے تشریف لے آئے اور زہیر کے سرہانے کھڑے ہو گئے کچھ دیر بعد زہیر نے آنکھ کھولی اور حضرت امام عالی مقام کے قدموں پر سر رکھ دیا اور زبانِ حال کے ساتھ یہ

مضمون ادا کیا۔

خاکِ قدمِ دوست شُدم نیست کے ترا
ایں عیش کہ امروز مرا در قدمِ اوست

امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے زہیر بات کر اور جو تیرے دل میں ہے اُسے ظاہر کرتا کہ اُس کے مطابق تیرا حق خدمت ادا کروں۔

کیونکہ تو نے کوئی خطا نہیں کی اور جوانمردی و بہادری کی شرائط کو بجا لایا ہے۔

زہیر نے عرض کی! اے رسول خدا کے بیٹے میرے لئے مصفا اور شیریں پانی کا ایک جام لایا گیا ہے آپ کچھ دیر صبر فرمائیں تاکہ میں پانی پی لوں۔

امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا! جنت کے لوگ زہیر کے سامنے نمودار ہوئے ہیں اور وہ بہشت کی شراب طہور ہے جو اس کے سامنے ظاہر کی گئی ہے۔

از پے آں تیغ کہ بر سر خورند
شربت از چشمۂ کوثر خورند

پس جناب زہیر نے منہ کھولا اور کسی نے کوئی چیز اُن کے منہ میں ڈالی اسی وقت اُن کی روح کا طائر زقوت فرحین کے گلستان کو پرواز کر

گیا۔

امام حسین علیہ السلام رونے لگے اور فرمایا! زہیر کو مبارک ہو کر وہ اُس جہان میں میرا ہمسایہ ہوگا رضوان اللہ علیہ۔

دونوں لشکروں کا پیش منظر

روایت آئی ہے کہ جب جناب زہیر شہید ہو گئے تو دونوں لشکر چشمِ انتظار کھولے کھڑے تھے کہ عرصۂ میدان میں کون شخص مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے آتا ہے، اور کون بہادر مردانگی وفرزانگی کی داد دیتا ہے، ایک طرف سے کوفیوں اور شامیوں کا شقاوت اثر لشکر عناد کی جہاں سوز آگ جلائے اور شرارتِ قتال وجدال کا جھنڈا کھڑا کئے ہوئے تھا۔

نبرد آزمایانِ آہن گسل
پُر از خشم سینہ پُر از کینہ دِل
چُوں آتش بسو زندگی گشتہ گرم
نہ مہر و وفا نہ آرزنم شرم

اور ایک طرف سے اِمام کونین اور نورِ دیدۂ رسول الثقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لشکر سعادت "ما اتصل النظر بالعین" دست اعتصام عروۃ الوثقیٰ میں حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل کا دامن پکڑے ہوئے اور مرکز فقاتلوا التی تبغی پر پائے ثبات رکھے ہوئے کھڑا ہے اگر چہ یہ لوگ تھوڑے

نظر آتے ہیں مگر از روئے جرأت و بہادری اِس طرح تھے کہ اگر شیر ببر اُن کے سامنے آ جائے تو اپنے پنجہ سے اُس کا جگر نکال لیں اگر درندے کے ساتھ جنگ کریں تو اُسے بے درنگ چیر کر رکھ دیں۔

ہر یکے از نیزہ چوں شعلۂ آتش بکف

ہر یکے را ناوک چوں برقِ سوزاں در کماں

دو سر پھروں کی ڈینگیں

ابوالمؤید نے روایت بیان کی ہے کہ اِس موقعہ پر ابن سعد کے لشکر سے دو سوار آئے جو کوہ پیکر گھوڑوں پر سوار تھے اُن دونوں نے پورے جسم پر اسلحہ پہنا ہوا تھا اور گھوڑوں کی جولانیاں دکھا رہے تھے۔

ایک نے کہا! میں ابن زیاد بن ابیہ کا غلام یسار ہوں۔

﴿زیاد کے باپ کا نام نا معلوم ہے اُس کا اپنا دعویٰ تھا کہ میں ابو سفیان کا نُطفہ ہوں﴾

دوسرے نے کہا! میں ابنِ زیاد کا مولیٰ سالم ہوں کون وہ خُون گرفتہ ہے جو اپنی زندگی سے تنگ آ چکا ہے وہ میرے مقابلہ میں آئے تا کہ میں اُسے نیزہ و شمشیرِ بُرّاں کے ساتھ زندگی سے آزادی دِلا دوں۔

حضرت بریر بن خضیر اور حضرت حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہما نے چاہا کہ میدان میں جائیں چنانچہ دونوں نے امام عالی مقام امام حسین علیہ

السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت طلب کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ٹھہرو اِسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن عمرو کلبی آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی اُے ابن رسول اللہ مجھے اجازت عطا فرمائیں۔

امام عالی مقام علیہ السلام نے اُس کی طرف دیکھا وہ ایک گندم گُوں اور طویل اقامت شخص تھا اُس کے بازو مضبوط سینہ کشادہ تھا اور بہادروں شان اُس کی جبین سے مترشح تھی۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! تو اِن دونوں غلاموں کو قتل کرنے والا ہے اور عبداللہ کو اجازت عطا فرما دی۔

حضرت عبداللہ کلبی کی بہادری

حضرت عبداللہ آتشِ آبدار یعنی شمشیرِ صاعقہ بار لئے ہوئے پیادہ پا اُن دونوں سواروں کے پاس چلے گئے۔

اُنہوں نے پُوچھا! تو کون ہے؟

فرمایا! میں بنی کلب سے ہوں اور میرا نام عبداللہ ہے۔

یسار اور سالم نے کہا! ہم تُجھے نہیں جانتے واپس جا کر زہیر بن قین یا بریر ہمدانی کو ہمارے مقابلے کے لئے بھیج۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا! اے بزدل کے غلامو تمہاری یہ جرأت

کہ تم لشکر کے سرداروں اور بہادروں کو طلب کرو جب کہ تمہارا جوڑ تم جیسا کوئی غلام ہی ہو سکتا ہے اگر تشنگی کی ضرورت نہ ہوتی تو ہم آزاد لوگوں کا تمہارے ساتھ جنگ کرنا باعثِ عار تھا۔

یسار نے غضبناک ہو کر حضرت عبداللہ کو نیزہ مارا اُنہوں نے اُس کا وار رد کرتے ہوئے اُس کے پاؤں پر تلوار ماری تو یسار گھوڑے سے گر پڑا اور حضرت عبداللہ تلوار کھینچے ہوئے اُس کے سر پر پہنچ گئے تا کہ اُس کا کام تمام کر دیں سالم نے پیچھے سے آ کر چمکتی ہوئی تلوار نکالی اور حضرت عبداللہ پر وار کرنے کا ارادہ کیا تو امام عالی مقام کے لشکر سے آواز آئی اے عبداللہ خود کو سالم کی ضرب سے بچاء

حضرت عبداللہ نے اِس بات پر توجہ نہ کی اور تلوار کی نوک یسار کے سینہ پر رکھ کر زور لگایا تو نوکِ شمشیر اُس کے سینہ سے پار نکل گئی اِسی اثناء میں اُن پر سالم کی تلوار چل گئی تو اُنہوں نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا جس سے اُن کی انگلیاں کٹ گئیں۔

حضرت عبداللہ کی شہادت

بعد ازاں! اُنہوں نے یسار کے سینے سے اپنی تلوار کھینچی اور ایک ہی وار سے سالم کا بھی کام تمام کر دیا ابنِ زیاد کے دوسرے غلاموں نے دیکھا تو اُنہوں نے جمع ہو کر حضرت عبداللہ پر حملہ کر دیا۔

حضرت عبداللہ نے بہادروں کی طرح لڑتے ہوئے کئی ایک کو قتل کیا اور بہت سے دُشمنوں کو زخمی کرنے کے بعد شربتِ شہادت نوش فرمالیا۔

برداشت پائے وروئے براہِ عدم نہاد
بآں کیست کو براہ عدم پامی نہند
شاہ و گدا و پیر و جوان و بلند و پست
از دامِ ہولناکِ اجل کس نمی جہد

بُوڑھا شیر

نُورالائمہ میں روایت آتی ہے کہ حضرت عبداللہ کلبی کے بعد حضرت بریر بن حضیر ہمدانی جو کہ ایک عمر رسیدہ زاہد اور پاکیزہ روزگار بزرگ تھے حضرت امام عالی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت طلب کرنے کے بعد میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے اور فصیح رجز اور بلیغ نظم کے ساتھ اپنے نام و نسب کا اعلان فرمایا۔ ابُوالمفاخر رازی نے اُن کی رجز کا ترجمہ فارسی زبان میں اِس طرح کیا ہے۔

من بریر تکی پُر ہنرم
منم آں کس کہ بمردِ شمرم
بندہ الم و بر خار جہاں
نیک میداں کہ زہر بد ترم

دست دَر دامنِ آنہاز دہ ام
پردہ بر دشمنِ ایں ہا بدرم

پھر اُنہوں نے اِس انداز سے جنگ کی کہ آسمانِ دوار حیران رہ گیا اور مریخ خنجر گداز نے اُنگشتِ حیرت دانتوں میں دبالی۔

گر آں جنگِ رستم بدید بخواب
شدے از نہیبِ دِلش زہرہ آب

حضرت بریر کی شجاعت

حضرت بریر بن حضیر نے دورانِ کارزار میں نہایت کرّ وفر سے فرمایا اے مسلمانوں کو قتل کرنے والو اور پیغمبر آخرالزمان کی اولاد کا خون بہانے والو آگے بڑھو تا کہ میں تمہیں تمہارے کردار کی سزا دے دوں۔

چنانچہ جو بھی اُن کے سامنے آتا اپنا سر کٹوا بیٹھتا اور جو کوئی اُن سے جنگ کا ارادہ کرتا اپنی جانِ شیریں گنوا بیٹھتا، یہاں تک کہ مخالفین تنگ آ گئے اور اُنہوں نے یزید بن معقل کو جنگ کی تحریص دلائی۔

مباہلہ اور جھوٹے کی موت

یزید بن معقل اسلحے سے آراستہ ہو کر میدان میں آیا اور حضرت بریر کے پاس آ کر کہا! اے بریر میرا گمان ہے کہ تو جملہ گمراہوں میں سے

ایک ہے۔

حضرت بریر نے کہا! آ تا کہ مباہلہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ جو باطل ہے وہ حق والے کے ہاتھ سے قتل ہو جائے۔

یزید اِس پر رضا مند ہو گیا اور دونوں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا الٰہی ہم دونوں میں سے جو راہِ راست پر ہے اُسے گمراہ پر نصرت عطا فرما۔

اِس کے ساتھ ہی یزید بن معقل نے حضرت بریر پر تلوار کا وار کیا جسے خالی دے کر حضرت بریر نے اُس کے سر پر تلوار ماری جو اُسے سینے تک چیرتی چلی گئی اور دونوں کے سونے کا حال جنگ کی کسوٹی پر ظاہر ہو گیا۔

خُوش بود کہ محکِ تجربہ آید بمیان
تا سیہ روئے شود ہر کہ در او غش باشد

حضرت بریر کی شہادت، قاتل کی موت

یزید کو قتل کرنے بعد حضرت بریر امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت امام نے اُسے جنّت کی بشارت دی اور وہ پاک اعتقاد بزرگ اِس بشارت سے خُوش ہو کر میدان میں آ گئے اور بحیر بن اوس کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُن کی مغفرت طلب کرتے

ہوئے فرمایا۔

ان بریراً من عباد اللّٰہ الصالحین

یقیناً بریر اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں میں سے ہے۔

''نُور الائمہ'' میں روایت آئی ہے کہ حضرت بریر کو شہید کرنے والے کا چچازاد بھائی عبداللہ بن جابر اُس کے پاس آیا اور کہا اے بجیر تو نے بریر کو قتل کر دیا اور کہا خدا کی قسم وہ مقرّبانِ درگاہِ خدا اور خواص اہل اللہ کے زُمرہ سے تھے۔

بجیر پشیمان ہو کر لشکر گاہ سے باہر نکل آیا اور اُس پر خوف غالب آ گیا تو وہ فریاد کرتا ہوا مر گیا اور اِس طرح خُونِ ناحق عرصہ گاہِ قیامت میں اپنے ساتھ لے گیا۔

بغض شہدا دَر دل و خُوں دَر گردن
فکرے کن آخر کہ چہ خواہی کردن

ایک جوانِ رعنا اور اُس کی ماں

حضرت بریر کی شہادت کے بعد ایک نہایت خُوبصورت اور خوب سیرت نوجوان حضرت وہب میدان میں آئے حضرت وہب کا چہرہ چاند کی طرح اور زلفیں سنبل اور مشک سیاہ کی طرح تھیں قُدرت نے صَوَّرَ کُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ کے قلم سے اُن کے چہرے کے نقش و نگار بنائے تھے۔

اور فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کی طرح لوحِ پر اُن کی چہرہ کشائی کی تھی۔

ہر چہ بر صفحۂ اندیشہ کشد کلکِ خیال
شکلِ مطبوع تو زیبا ترآں ساختہ اند

اُن کی شادی کو سترہ روز ہوئے تھے اور ابھی عشرت و کامرانی کی بساط کو لپیٹا نہیں گیا تھا اُن کی والدہ اُنہیں چاند کہا کرتی تھیں وہ اُن کے پاس آئیں اور کہا اے فرزندِ دلبند اور جوانِ ارجمند اور اے آنسو برسانے والی آنکھوں کے نور اور تکلیفیں اُٹھانے والے سینہ کے سرور اے پرتوِ چراغِ جان اور گلِ باغِ روح و روان مجھے تجھ سے ایسی محبت ہے کہ تیرے بغیر ایک ساعت بھی زندہ نہیں رہ سکتی اور تیرے ساتھ ایسی اُلفت رکھتی ہوں کہ مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ تجھے دیکھے بغیر ایک سانس بھی لے سکوں۔

چُوں دَر خواب باشم توئی در خیالم
چُوں بیدار گردم توئی در ضمیرم

مگر خیال کر کہ اِس دشتِ کربلا و صحرائے پُر بلا میں جگر گوشۂ مصطفٰے بے وفاؤں کی جفاؤں میں گھرے ہوئے ہیں،

میں چاہتی ہوں کہ آج مجھے اپنے خون سے شربت پلاتا کہ تو نے جو میرا دُودھ پیا ہے وہ تجھ پر حلال ہو جائے، میری تمنّا ہے کہ تو نقدِ جان کو طبقِ اخلاص پر رکھ کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جائے تا کہ کلِ قیامت کو تجھ پر راضی ہو جاؤں۔

جانِ مادر! جا اور اُس سرور کے سامنے سر قربان کر اور مردانِ راہِ خدا کی طرف ہوس و ہوا کو ترک کر۔

سرے کولیش ہوس داری ہوارا پُشت پائے زن
دریں اندیشہ یک روباش و عالم را قفائے زن
طریقِ عشق می جوئی خرد را الوداع کن
بساطِ قربِ میجوئی بلارا مرحبائے زن

حضرت وہب اور اُن کی ماں

حضرت وہب نے کہا! اے مادرِ مہربان میں شہزادۂ دو جہاں علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں مجھے اُن پر اپنی جان نثار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر میرا دل اُس نوعروس کو دیکھتا ہے جس نے غربت میں میرے ساتھ موافقت کی اور ابھی اُس نے میرے وصال کی شاخ سے پھل نہیں چکھا اگر آپ اجازت دیں تو میں اُس سے تنہائی میں مل لوں۔

ماں نے کہا! جاؤ مگر عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں ہو سکتا ہے تجھے افسون و افسانہ سے فریب دے دے اور باتوں باتوں میں دولتِ سروری اور سعادتِ جاوید سے محروم کر دے۔

حضرت وہب نے کہا! امّی جان خاطر جمع رکھیں میں نے امام حسین علیہ السلام کی محبّت پر اپنی جان کے درمیان اِس طرح کمر باندھی ہے کہ میری

بیوی کا فریب ایک ناخن کے برابر بھی اُس کی گرہ نہیں کھول سکتا میں نے آپ کی مودّت کو اس انداز سے لوحِ دل پر رقم کیا ہے کہ دھوکے اور مکر کا پانی اُسے کبھی نہیں دھو سکتا۔

حضرت وہب اور اُن کی دُلہن

بعدازاں! حضرت وہب اپنی بیوی کے پاس تشریف لائے اور کہا اے میری بانوئے دمساز اور مونسِ دلنواز تمہیں معلوم ہے کہ آج فرزندِ رسولِ خدا صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ اِس دشتِ کربلا میں گرفتار ہیں اور یار و دیار سے دور بے وطن اور اکیلے رہ گئے ہیں،

میں چاہتا ہوں کہ آپ کے قدموں پر نقدِ جاں نثار کر دوں اور مصحفِ شہادت پر سے آیتِ سعادت کی تلاوت کروں تا کہ کل قیامت کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خوشنودی اور حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کی عنایت میرے شاملِ حال اور رفیقِ روزگار ہو۔

حضرت وہب کی نو بیاہتا بیوی نے آرزوؤں بھرے دل سے آہ کھینچی اور کہا! اے میرے غمگسار دوست اور انیسِ وفا میری ہزار جان امام حسین علیہ السلام کے غلاموں پر نثار کاش شریعت میں عورتوں کو جنگ کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بھی آپ پر جان قربان کرتی،

تاہم میں یقین رکھتی ہوں کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام پر آج کے دن جو جان بھی قربان ہوگی کل قیامت کو اُسے عرصۂ بہشت پاکیزہ سرشت کے قصرِ فردوس بریں میں حُورالعین کے وصال سمیت داخل کیا جائے گا۔

آپ میرے ساتھ چل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دیں اور آپ کے سامنے میرے ساتھ عہد کریں کہ میرے بغیر بہشت میں قدم نہیں رکھیں گے اور وہاں اُس دار القرار میں میرے رفیق و غمگسار شوہر کی حیثیت سے میرے ساتھ رہیں گے۔

حضرت وہب نے کہا ! بہت اچھا چلیں۔

پھر دونوں مل کر حضرت امام عالی مقام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضرت وہب کی دلہن نے تضرّع وزاری اور جزع و بیقراری کے ساتھ کہا اے ابن رسول اللہ ! میں نے سُنا ہے کہ فردوس کی حوریں اپنی آغوش کو شہید کے سر کا تکیہ بناتی ہیں اور قیامت کے دِن اُس کی بیویاں اور رفیق و ہمنشین ہوتی ہیں،

یہ جوان اپنی جان ہارنے کا ارادہ رکھتا ہے جبکہ میں نے اِس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا اور دوسری بات یہ کہ میں اس جگہ غریب و بیچارہ ہوں اور یہاں پر نہ میرے ماں باپ ہیں نہ بہن بھائی نہ خویش و اقارب اور نہ ہی کوئی غمگسار و مددگار ہے،

میں چاہتی ہوں کہ میرا شوہر عرصہ گاہِ محشر میں مجھے تلاش کرے اور میرے بغیر بہشت میں نہ جائے نیز یہ کہ مجھ غُربت زدہ کو آپ مجھے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے سپرد کر دیں تاکہ اہلِ بیت کے حرمِ محترم کی کنیزوں اور خدمت گاروں میں جگہ پالوں میں یقین رکھتی ہوں کہ سراپردۂ عصمت میں میرے دامنِ عفّت تک کسی نامحرم کا ہاتھ نہیں پہنچے گا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے ساتھی اُس خاتون کی باتیں سُن کر رونے لگے۔

حضرت وہب نے عرض کی اے ابن رسول اللہ! میں وعدہ کرتا ہوں کہ قیامت کے روز اُسے تلاش کروں گا اور جب آپ کے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولتِ شفاعت سے جنّت میں جانے کی اجازت پاؤں گا تو بغیر اُس کے مقامِ جنّت پر قدم نہیں رکھوں گا اور میں اُسے آپ کے سپرد کرتا ہوں اور آپ سے مخدراتِ حجراتِ طہارت کے سپرد کریں۔

یہ کہا اور پُھول کی طرح شگفتہ اور چودھویں کے چاند جیسے چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ میدان کو رُخ کر لیا۔

حضرت وہب میدان جنگ میں

حضرت وہب گھوڑے پر اس طرح سوار تھے جس طرح عمر گرامی جاری ہو اور اجلِ ناگہانی کا ورود ہو رہا ہو حضرت وہب نے زرہ داؤدی پہن

کمر اُس کی کڑیاں ملائیں، نیزے کو سیدھے ہاتھ میں لیا، کمی ڈھال کو بائیں کاندھے پر ڈالا اور رجز خوانی شروع کر دی جس کے پہلے شعروں کا مضمون یہ ہے۔

امیری حسین و نعم الامیر
لہ لمعۃ کالسراج المنیر
ایں چہ ذوقیست کہ جاں می بخشد
وہب کلبی بسر کوئے حسین
دستِ اُو تیغ زند تاکہ کند
رُوئے اشرار چوُں گیسوئے حسین

بہر کیف! حضرت وہب گھوڑا دوڑاتے ہوئے میدان میں پہنچے اور گھوڑے کی لگام کھینچتے ہوئے امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی مدح و ستائش میں قصیدہ کہا پھر کوہ پیکر گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے گھوڑے کے چند ایسے کھیل دکھائے اور اپنے ہنر کا اِس طرح مظاہرہ کیا کہ اپنے اور بیگانے دوست اور دشمن نے آفرین کہا اور اُن کے کھیل کی داد دی۔

پھر اُنہوں نے مبارزطلبی کی تو جو شخص اُن کے سامنے آتا، اُسے کبھی گھوڑے کی پُشت سے نیزے میں پرو دیتے اور کبھی تیغ بے دریغ سے اُس پر ہلاکت کے دروازے کھول دیتے۔ یہاں تک کہ بہت سے سپاہیوں کو خاک تیرہ پر ڈال دیا اور کشتوں سے ایک پشتہ تعمیر کر لیا۔

پھر اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی امی جان کیا آپ

مجھ پر خوش ہیں یا نہیں ؟

وہب کی والدہ نے کہا! ہاں میں خوش ہوں تو نے نہایت مردانگی ظاہر کی ہے اور رسمِ فرزانگی بجالایا ہے اور نصرت کا پرچم لہرا رہا ہے مگر میں چاہتی ہوں کہ جب تک تیرے جسم میں جان ہے تو جنگ جاری رکھے۔

حضرت وہب نے کہا! امّی جان میں فرمانبردار ہوں مگر میرا دِل اُس نوعروس کی طرف کھنچتا ہے اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں اُسے وِداع کرلوں اور آخری مرتبہ ایک بار اُسے پھر دیکھ لوں۔

خُدائے را کن اَے باغباں مضائقہ چنداں
کہ یک نظارہ کُنم باغ نو شگفتہ خود را
در آز خواب خوش اے بخت بد نگر بکشائم
بر وے ہمچو مہش چشمے شب نگفتہ خود را

دلہن سے آخری ملاقات

ماں سے اجازت لے کر حضرت وہب اپنی بیوی کے خیمہ میں تشریف لے گئے تو اُس کے سوزِ فراق میں رونے اور فریاد کرنے کی آواز سنائی دی اور اُس نے شوق کی گرمی سے گرم جگر سے آہِ آتشیں کھینچی اور کہا !

نہاد بر دلِ من روز گارِ بارِ فراق
کہ تیرہ باد چوں شب روز روز گارِ فراق

حضرت وہب کو تاب نہ رہی وہ گھوڑے سے اُترے اور اپنی بیوی کو دیکھا کہ زانوئے حسرت پر سر رکھے ہوئے چشمۂ چشم سے قطراتِ اشک برسا رہی ہے۔

حضرت وہب نے کہا! تو نے یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ اور اِس طرح زار و قطار کیوں رو رہی ہے؟

اُن کی بیوی نے جواب دیا اے آرامِ جاں اور انیسِ دلِ ناتواں

جانِ غم فرسودہ دارم چوں ننالم آہ آہ
آہ درد آلود دارم چوں نہ گریم زار زار

حضرت وہب نے بیٹھ کر اُس کا سر اپنی آغوش میں لیا اور اُس سے باتیں کرنے لگے کہ اچانک میدان سے آواز آئی!

هل من مبارز

کیا کوئی جوان ہے جو لڑائی کے لئے باہر آئے ؟

حضرت وہب نے یہ آواز سُنی تو اُٹھ کر فرمایا۔

رفتیم و داع ماز دل باید کرد
در آب دو دیدہ خاک گل باید کرد
گر بدیدی ہمہ نکو باید گفت
ورد رد سری بود بحل باید کرد

میدان میں حضرت وہب کی بہادری

حضرت وہب نے اُسی وقت گھوڑے پر سوار ہوکر رزم گاہ کی طرف عنان موڑ دی اُن کی بیوی نے اُن کے پیچھے زار و قطار روتے ہوئے زبانِ حال سے یہ مضمون ادا کیا۔

از پیش من از آہ چو تعجیل کناں رفت
دل نعرہ برآورد کہ جاں رفت رواں رفت

حضرت وہب بن عبداللہ شیر ببر اور طاقت ور اژدہے کی طرح تیغِ آبدار اور نیزۂ جاں شکار صاعقۂ کردار کے ساتھ معرکۂ کارزار میں تشریف لائے اور یزیدیوں کی طرف سے میدان میں آنے والے بہادر حکیم بن طفیل کو نیزے کا وار کر کے ایک ہی حملے میں زمین پر گرادیا اور اُس کی ہڈیاں توڑ دیں، دونوں لشکروں میں شور مچ گیا اور اُن کے سامنے دوسرا کوئی مبارز نہ آیا۔

حضرت وہب نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور دشمنوں کے قلب لشکر میں پہنچ گئے اور دائیں بائیں وار کر کے سواروں اور سواریوں کو نیزے کی انی پر رکھ لیا تو دشمن زمین چاٹنے لگے یہاں تک کہ اُس سعادت مند کا نیزہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور اُنہوں نے اپنی تلوار میانِ انتقام سے کھینچ کر ہاتھ کھول لئے۔

ہر جا کہ خود و سیر یافتے
بشمشیر برندہ بشگافتے

حضرت وہب کی شہادت

آسمان ہزار آنکھوں سے میدان کی طرف دیکھتا تو خیرہ ہو جاتی تھیں اور فرشتے اُن کی شمشیر زنی پر ہزار زبان کے ساتھ آفرین کہہ رہے تھے۔

القصّہ! مخالفین کا لشکر اُن کی جنگ سے تنگ آ گیا تو ابن سعد نے اپنی فوج کو آواز دی کہ انہیں گھیرے میں لے کر چاروں طرف سے تلواروں اور تیروں کی زد پر رکھ لو۔

چنانچہ انہوں نے گھیرے میں لے کر اُن پر وار کرنا شروع کر دیئے تو ایک شخص کا تیر اُن کے گھوڑے پر لگا اور وہ پا پیادہ ہو گئے۔

آخر اُن کے ہاتھ پاؤں جواب دے گئے اور وہ زمین پر گر پڑے تو دشمنوں نے اُن کا سر کاٹ کر امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے سامنے پھینک دیا۔

وہب کی دُلہن کا وصال

اُن کی ماں نے آگے بڑھ کر بیٹے کا سر پکڑ لیا اور اُس کے چہرے پر اپنا چہرہ مل کر فرمایا! اے جانِ مادر تُو نے بہت اچھا کیا اِس وقت تجھے میری

تمام خوشنودی حاصل ہے اور تو راہِ خدا کے شہیدوں میں مل چکا ہے پھر وہ خاتون اُس سر کو اُٹھا کر حضرت وہب کی دلہن کے پاس لائیں اور اُس کی گود میں رکھ دیا،

دلہن نے سر کو اُٹھایا اور اُس خون آلودہ سر کو اپنی آنکھوں سے لگا لیا پھر ایک جگر خراش آہ کھینچی اور اپنی جان کو خیلِ اجل کے سپرد کرتے ہوئے اپنے شوہر کے راستے پر چل دی۔

اللہ تعالیٰ اُن دونوں پر راضی ہو۔

ایک ضعیف روایت میں آتا ہے کہ اُس کمزور خاتون نے میدان کی طرف رخ کیا اور خود کو اپنے شوہر کے خون پر گرا دیا اور اُس کی خاک وخون سے چہرہ آلودہ کر لیا اچانک اُس پر شمر کی نگاہ پڑی تو اُس نے ایک غلام کو بھیجا جس نے اُس عفت مآب کے سر پر لاٹھی ماری تو وہ شہید ہو گئیں۔

وہب کی ماں کی شہادت

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت وہب کی والدہ نے بیٹے کا سر گود میں لیا اور اُسے سینہ سے لگائے ہوئے معرکہ کارزار میں آ گئیں اُس بوڑھی خاتون نے خیمے کی لکڑی ہاتھ میں لے رکھی تھی جس کے ساتھ اُس نے دشمنوں کے تین آدمی جہنّم رسید کر دیئے۔

امام حسین علیہ السلام نے اُسے واپس بلایا تو اُس نے عذر خواہی

کرتے ہوئے عرض کی اے فرزندِ رسول مجھے معذور سمجھیں کیونکہ میں دلہا دلہن کے فراق میں جل چکی ہوں۔

نُور الائمہ میں روایت آئی ہے کہ اُس بوڑھی خاتون نے واویلا کرتے ہوئے کہا! افسوس اگر میں جوان ہوتی اپنے بیٹے کے خون کا بدلہ لئے بغیر واپس نہ آتی۔

ابن خالد ازدی اور اُسکے بیٹے کی شہادت

روایت آئی ہے کہ حضرت وہب کلبی کی شہادت کے بعد حضرت عمرو بن خالد ازدی باہر آئے۔

یہ بلند قامت اور خوبصورت مجاہد گھوڑے کی منقش زین پر بیٹھ کر اور شاہانہ اسلحے سے مسلح ہو کر میدان جنگ میں آئے اور تیغِ آتش بار اور شمشیرِ گوہر بار سے جرأت و بہادری کے بہترین نمونے دکھائے اور نیزے کی سنانِ جاں ستاں سے اہلِ بغاوت کا لعلِ منشور پارا پارا کر دیا اور زُبانِ دُرِّ نثار سے نظم کے موتی رجز کی صورت میں ظاہر کئے۔

ابوالمفاخر نے اُس بہادر انسان کی رجز کا ترجمہ فارسی زبان میں اِس طرح کیا ہے۔

اے نفس عزیز ترکِ جاں کُن
ترتیبِ بہشتِ جاوداں کُن

از بہرِ شہود عرضِ اکبر
خُود را بشہادت امتحاں کُن
وز شعلۂ تیغِ آسمان وش
اطرافِ زمین چوں ارغواں کُن
دَر معرکہ ہمچون شیرِ مرداں
سر پیشِ کش خُدائے گاں کُن

حضرت عمرو بن خالد کافی جنگ کرنے اور بہت سے فاسقوں فاجروں کوقتل کرنے کے بعد جنت تجری من تحتھا الا نہار کے باغ کی طرف متوجہ ہوگئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اُن کے بعداُن کے بیٹے حضرت خالد بن عمرو من اشباہ ابا فما ظلم کے حکم کے مطابق میدان میں آئے دادِ شجاعت دی اُنہوں نے قتال کے وقت اربابِ عناد وجدال کے چہروں پر رجز کے تیر برسائے اور میدان کو بزدلوں کے خون سے لعلِ بدخشاں کی طرح درخشاں کردیا اور صفحۂ جنگ پر تیغِ آبدار وآتش بار کے ساتھ اہلِ بغاوت وسرکشی کے خُون سے افشاں چن دی، وہ برقِ خاطف کی طرح خنجر چلاتے اور شہابِ ثاقب کی طرح نیزہ آتش بار کا وار کرتے۔ بالآخر! خالد بن عمرو بھی اپنے باپ عمرو بن خالد کی طرح وصال آبادِ خلد اور خلد آبادِ وصال کو پہنچ گئے" رضوان اللہ علیہم"

چُوں ذرّہ بخورشید درخشاں پیوست
چُوں قطرہ سرگشتہ بعمان پیوست
جاں بود میانِ وے و جاناں حایل
فی الحال کہ جان داد بجاناں پیوست

حضرت سعد بن حنظلہ کی شہادت

بعد ازاں حضرت سعد بن حنظلہ تمیمی جو کسی معرکہ میں بھی تلواروں سے رُخ نہیں پھیرتے تھے اور تلوار کی درخشاں روشنی سے میدان کے غبار کو چیر دیتے تھے نے عرصۂ گاہِ جنگ کو خالی دیکھا تو۔

دماغش زگرمی دَر آمد بجوش
برآورد چُوں رعدِ غرّاں خروش

پھر اُنہوں نے میدان کی طرف رُخ کیا اور سُراغِ تیر پراں کو قفسِ ترکش سے آزاد کرتے ہوئے تیغِ براں کو معدنِ نیام سے باہر نکالا اور جنگ کی حرارت کے بخارات سے ہوا کا رخ تبدیل کر دیا اور دشمنوں کے خون کی کثرت سے صحنِ زمین کو گلنار کرتے رہے،

بالآخر بزدل دشمنوں نے کوشش بسیار کے بعد اکٹھے ہو کر اُن پر حملہ کیا اور اُن کی زندگی کی بنیاد تلوار کے ساتھ کاٹ دی۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

حضرت عمرو بن عبداللہ کی شہادت

ابولموید روایت لائے ہیں کہ اِن کے بعد حضرت عمرو بن عبداللہ مزحجی میدان میں آئے اور جنگ کے دریا میں غوطہ زن ہوگئے، انہوں نے نیش نہنگ تیز جنگ تلوار میان سے باہر کھینچی اور خود کو بادرفتار گھوڑے کے ساتھ سمندر کی طرح کارزار کی آگ کے درمیان پہنچادیا۔

سیم سیما تیغ او بر سنگ اگر کردے گذر
ہمچو سیماب از نہیبش سنگ گشتے بے قرار

بہر حال اُنہوں نے جنگ کا آغاز کیا اور میدان کی وسیع زمین کو دشمنوں پر تنگ کر دیا تیغِ یمانی کے صُفحہ کو بہادروں کے خون سے رنگین کرتے ہوئے بالآخر دشمنوں کی ضرب سے اُن کی پاک رُوح کا پرندہ زندان خانۂ خاک سے آشیانہ افلاک کو پرواز کر گیا۔ ''رضوان اللہ علیہ''

حضرت حماد کی شجاعت وشہادت

ان کے بعد حضرت حماد بن انس میدان میں تشریف لائے اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے پرچمِ نصرت بلند کیا اور تلوار سے دشمنوں کے سر جسموں سے الگ کیے، اُن کے جنگ کے طریقہ کار نے شر پسندوں کے صبر وقرار کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا، بالآخر وہ بھی دادِ شجاعت دیتے ہوئے خوش دلی کے

ساتھ شہیدانِ راہِ حق کے ساتھ جا ملے۔

ہر لحظہ بادی برد از بوستاں گلے
آشفتہ می کند دلِ مسکینِ بلبلے

حضرت وقاص کی شہادت

اُن کے بعد حضرت وقاص بن مالک

تیز کرد اسپ را چوں بحرِ خفیف
کُلّ شیءٍ من الظریف ظریف

ابھی اُنہوں نے بارہ یزیدیوں کو ہی مارا تھا کہ یزیدیوں نے اُن پر مل کر حملہ کر دیا، اور وہ نیزے کا زخم کھا کر زمین پر گر گئے، فراشِ قدرت نے اُن کی عزت کا سائبان عرصۂ جنان میں لگا دیا، اور ساقیِ قضا نے اُنہیں محفلِ ارتضاء میں بادۂ جامِ رضا سے مست و سرفراز کر دیا" رضوان اللہ علیہ"

جُرعہ ای اَز جامِ شہادت چشید
رَخت بَر ایوانِ سعادت کشید

حضرت شریح بن عبید کی شہادت

اُن کے بعد حضرت شریح بن عبید نے میدان کا رُخ کیا اور وہ مرکبِ تیز گام راہِ انجام، زریں ستام، اور سیمیں لجام پر سوار ہو کر دائیں بائیں

حملہ کرتے اور دشمن کو گھوڑے کی زین سے فرشِ زمین پر پھینک دیتے۔

بہر جا کہ نیزہ بر افراختے
جہانے زمر دم تہی ساختے
بہر سو کہ مرکب برانگیختے
بشمشیر خونِ یلاں ریختے

اچانک اُن کے گھوڑے نے غلطی کی اور وہ درست کام کرنے والے زمین پر گر پڑے، یزیدیوں نے جمع ہو کر اُن پر حملہ کیا، اور اُن پر متعدد وار کر کے اُن کے ایک ایک اعضاء کو کاٹ ڈالا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مسلم بن عوسجہ کی جُرات وشہادت

اُن کے بعد حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی میدان میں تشریف لائے حضرت مسلم بن عوسجہ نہایت جرأت مند بہادر شجاع اور صائب الرائے انسان تھے۔

آپ نے غزوۂ آذربائجان میں کارہائے عظیم انجام دیتے ہوئے مُشرکوں کی زندگی کا دائرہ تنگ کر دیا تھا، اُنہوں نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے سامنے چند مرتبہ قرآن مجید کی تلاوت کی اور اپنے لئے یہ مقام حاصل کیا کہ حضرت امیر علیہ السلام انہیں اپنا چھوٹا بھائی کہا کرتے تھے، وہ

تمام پرخطر مقامات سے تیغِ جوہردار کی طرح سُرخرو ہوکر واپس آتے اور مہلک جنگوں میں نیزہ برق آثار کی طرح سرفراز ہوتے۔

گرز او مغفر شکستے بر سرِ گردانِ رزم

تیغِ اُو جوشن دریدے بر تنِ مردانِ کار

بہرکیف ! یہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت لے کر میدان میں آئے اور حملۂ مردانہ اور جولانی مبارزانہ کے بعد شاہِ شہیداں کی مدح میں رجز خوانی کی اور اپنے قبیلہ کی منقبت اور خویش و اقارب کی تعریف بیان کی۔

اسی اثناء میں اِس حال کے مطابق جو اُن کی زبان پر جاری تھا مخالفین کے لشکر سے جنگ کرنے کے لئے ایک شخص باہر آیا اور بحرِ جوشاں اور رعدِ خروشاں کی طرح گردِ راہ سے حضرت مسلم پر حملہ کر دیا،

حضرت مسلم نے اُس کا وار خالی دیتے ہوئے اُس کے دائیں کندھے پر نیزہ مارا جس کی نوک بائیں طرف سے باہر آ گئی امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں نے شور مچاتے ہوئے نعرہ تکبیر اور نعرہ صلواۃ بلند کیا، جس کی صدا آسمان تک پہنچ گئی۔

ابنِ سعد کے لشکر نے شرمندگی سے سر جھکا دیئے اور دُوسرے شخص نے میدان میں آ کر موت کا مزا چکھ لیا، اس کے بعد جو بھی اس معرکہ میں آتا وہ اپنے مرنے والے ساتھیوں کے پاس پہنچ جاتا۔

القصّہ! یزیدی فوج میں سے ایک ایک شخص آتا رہا اور حضرت مسلم اُسے قتل کرتے رہے، یہاں تک کہ اُنہوں نے نیزے سے پچاس اور شمشیر آبدار سے چھ اشخاص کو قتل کیا اور خود بھی زخموں سے چُور چُور ہو کر زمین پر آ گرے۔

امام حسین علیہ السلام اور حضرت حبیب بن مظاہر اُن کے پاس تشریف لے گئے اور دیکھا کہ اُن کے جسم میں زندگی کی رمق باقی ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے مسلم ہمارے دوستوں کے گروہ سے تو نے اجل کا دروازہ پالیا اور وہ سب جو زندہ ہیں، اُن کا منتظر ہے، غم نہ کھا اور ملال نہ کر کہ ہم بھی عنقریب تیرے پاس پہنچنے والے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے پاس جائیں گے۔

حضرت مسلم نے یہ باتیں سُنیں تو آنکھیں کھول کر امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کے چہرہ انور کی طرف دیکھا اور مسکرا دیئے عارفوں کے گوش ہوش نے اُس وقت کے تبسّم سے یہ نکتہ سُنا کر وہ کتنا خوبصورت راستہ ہے جس میں آپ میرے ہمراہ ہیں۔

حضرت حبیب کا وصیّت طلب کرنا

اُس وقت حضرت حبیب بن مظاہر نے کہا اے مسلم آپ کو جنت کی

بشارت ہو حضرت مسلم نے کمزور آواز سے کہا! اے حبیب آپ کو بھی اللہ خیر کی بشارت دے۔

حضرت حبیب نے کہا! اے مسلم اگر میں جانتا کہ آپ کے بعد زندہ رہوں گا تو آپ سے وصیت کی درخواست کرتا، مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ میں ابھی ابھی آپ کے ساتھ ملنے والا ہوں اور میں نے اس خرابۂ فانی سے رختِ زندگانی باندھ لیا ہے، آپ سے کیا وصیت طلب کروں۔

حضرت مسلم نے فرمایا! آپ کو میری یہ وصیّت ہے کہ اہلِ شقاوت سے ہونے والی اس جنگ سے ہاتھ نہ اُٹھائیں، بہادری اور شجاعت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں امام حسین علیہ السلام کے سامنے خوب تلوار چلائیں یہاں تک کہ آپ شہزادۂ کونین پر اپنی جان قربان کر دیں۔

حضرت حبیب نے فرمایا! ربِّ کعبہ کی قسم ایسا ہی کروں گا اور آپ کی اس وصیت کو بجالاؤں گا۔

بہ بندگی حسین افتخار خواہم کرد
برائے نصرتِ اُوجاں نثار خواہم کرد
دلیر وار بمیدانِ حرب خواہم رفت
بتیغ او گرز و سناں کار زار خواہم کرد
دو رانِ معرکۂ شیران دشت ہیجارا
بطعنِ نیزۂ بیجاں شکار خواہم کرد

وصالِ محبوب

حضرت مسلم نے اُن کے لئے دُعا فرمائی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے عرض کی۔

میں جا رہا ہوں، تاکہ آپ کے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے والد گرامی حضرت علی علیہ السلام کو آپ کی تشریف آوری کا مژدہ سناؤں اور آپ کے قدومِ میمنت لزوم سے آگاہ کروں پھر اُنہوں نے آنکھیں بند کرلیں اور نقدِ جاں قابض ارواح کے سپرد کردی "رضوان اللہ علیہ"

دشمنوں کا اعتراف اور بے انصافی

روایت آئی ہے کہ جب حضرت مسلم بن عوسجہ زمین پر گرے تو ابن سعد کے لشکر سے آواز آئی! ہم نے مسلم بن عوسجہ کو قتل کر دیا ہے، یزیدی لشکر سے شیث بن ربعی نے اُن کو گالیاں دیتے ہوئے کہا تم ایسے شخص کے قتل ہونے کی خوشی کرتے ہو جس نے کفر و اسلام کے معرکہ آذربائیجان میں متعدد مشرکین کو قتل کیا تھا۔

عجیب حالت ہے کہ شیث ان لوگوں کو مسلم کے قتل ہونے پر خوشی کرنے سے منع کرتا ہے اور خود سبطِ ستودۂ رسول اور پسرِ پسندیدۂ بتول کے قتل

پرمسرت وشادمانی کا اظہار کرتا ہے، افسوس کہ اُن لوگوں میں انصاف نہیں تھا،،

مجاہد کا مجاہد بیٹا

''نورالائمہ'' میں روایت آئی ہے کہ حضرت مُسلم کی شہادت کے بعد اُن کا بیٹا روتے ہوئے میدان کی طرف چلا تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے نوجوان! واپس آجا کیونکہ تیرا باپ شہید ہو چکا ہے اور اگر تو بھی شہید ہو گیا تو تیری ماں زندہ نہیں رہے گی۔

بیٹے نے چاہا کہ واپس آجائے تو اُس کی ماں نے کہا اے بیٹے اگر تو بھی اِس جنگ سے واپس آگیا تو میں کبھی تجھ پر خوش نہ ہوں گی۔

بیٹا میدانِ جنگ کی طرف چل پڑا تو اُن کی ماں اُن کے پیچھے روانہ ہوگئی اور کہا! اُے جانِ مادر پیاس سے نہ ڈرنا کیونکہ تو اِسی وقت ساقیٔ کوثر کے ہاتھوں سے سیراب ہونے والا ہے۔

جوان میدان جنگ میں آیا اور دشمنوں کے بیس افراد کے سرتن سے اُتارنے کے بعد زمین پر گر پڑا،

اُس کا کٹا ہوا سر اُس کی ماں کے سامنے پھینکا گیا تو اُس سوختہ دل نے بیٹے کا سر اُٹھایا اور آفرین کہتے ہوئے اُسے دیکھنے لگی، جس شخص نے بھی اس حال کا مظاہرہ کیا زاروقطار رونے لگا۔

ہلال بن نافع کا ایثار اور بہادری

بعدازاں! حضرت ہلال بن نافع بجلی میدان کی طرف نکلے اگرچہ اُن کا نام ہلال تھا مگر اُن کا جمال بدر کی طرح درجۂ کمال کو پہنچا ہوا تھا، اور ابھی اُن کی شادی کو بہت ہی کم عرصہ ہوا تھا۔

جب اُنہوں نے جنگ کا ارادہ کیا تو اُن کی دلہن نے اُن کا دامن تھام کر کہا میدان میں نہ جائیں مبادا کہ آپ ہلاک ہو جائیں گے۔

ہلال نے کہا! اے بیوقوف مجھ سے دور ہو جا کیا میں دوسروں سے کمتر ہوں، میں نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت پر کمر باندھی ہے تو کیا بے معنی دعویٰ کی بناء پر آپ کی خدمت کے ساتھ پیوستہ ہوں؟

اس وقت میرا دل اس عالم سے اُٹھ گیا ہے اور یک جہتی و وفاداری کا پرچم لہرا رہا ہوں۔

بعہدِ محبت وفا می کنیم
بخاکِ درش جاں فدا می کنیم

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی سمع مبارک تک یہ باتیں پہنچیں تو ہلال کو فرمایا! اے بھائی تیرے گھر والوں کا دل تیری طرف دیکھ رہا ہے میں نہیں چاہتا کہ تم ایک دوسرے کی جدائی میں مبتلا ہو جاؤ۔

ہلال نے کہا! اے ابنِ رسول اللہ اگر میں آپ کو مصیبت میں چھوڑ

کر عشق بازی اور عشرت سازی کی طرف رُخ کرلوں تو کل قیامت کے دن آپ کے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیا جواب دوں گا اور اس حال کا عذر کیسے پیش کروں گا۔

پس اُنہوں نے امام حسین علیہ السلام سے ہمت طلب کی اور جنگ کی تیاری کرتے ہوئے خود عادی سر پر رکھی چودھویں کے چاند کی طرح چمکتی ہوئی گول ڈھال کاندھے پر ڈالی تیروں سے بھرا ہوا ترکش کمر پر باندھا اور تیغِ یمانی جوہر دار صاعقہ آثار حمائل کی۔

تیر اندازی کا کمال

حضرت ہلال بن نافع ایسے تیر انداز تھے جن کا عقاب صفت تیر سوائے دشمن کے جگر کے کچھ نہ کھاتا تھا، اور تیز پروں والے تیر کا شاہین شکار کے وقت سوائے بدخواہ کے دِل کے کسی چیز کو شکار نہ کرتا تھا۔

تیر اُو چوں بہ نہد چشم بر ابروئے کماں
زہ بگوشِ ظفر آید ز زبانِ سو فار

ہلال بن نافع چودھویں کے چمکتے ہوئے چاند اور برق فروزاں کی طرح میدان میں پہنچے اور فصیح رجز پڑھتے ہوئے سپاہِ شام سے مقابل کو طلب کیا،

اُن کے مقابلے میں قیس نامی ایک شخص آیا ابھی وہ اُن سے دو سو

قدم دور تھا کہ اُنہوں نے بحرِ کمان میں تیر جوڑا اور شستِ باندھ کر اُس کے سینے کی طرف چلا دیا۔

قیس نے ڈھال کو سامنے کرتے ہوئے تیر کو روکنا چاہا مگر ہلال کا تیر ڈھال کو چیرتے ہوئے اُس کے سینے سے گذرتا ہوا پُشت کے پار ہو گیا یہاں تک کہ اُس کا پھل زمین میں گڑ گیا، ابن سعد کے لشکری ہلال کے تیرے سے ڈرنے لگے اور کسی نے بھی اُن کے سامنے آنے کی جرأت نہ کی حضرت ہلال نے اُن کے قلبِ لشکر کی طرف رُخ کرتے ہوئے تیر چلانے شروع کر دیئے اور ہر تیر سے دشمنوں کی جان کا رشتہ جسموں سے ٹوٹنے لگا۔

چُوں تیرش سُوے خصم پراں شُدے
دلِ دشمن اَز سہم لرزاں شُدے
چو دستش کماں را بیا راستی
زہازہ زہر گوشہ بر خاستی

روایت آئی ہے کہ اُن کے پاس اسی تیر تھے اور ہر تیر سے آپ نے ایک دشمن کو ہلاک کیا جب آپ کے تیر ختم ہو گئے تو تلوار کو نیام سے کھینچا اور جنگ کرنے لگے، اور دشمنوں کے سر جسموں سے الگ کرتے رہے یہاں تک کہ اُن کی جانِ پاک کے طائر نے منادیٔ غیب سے ارجعی الی ربك کی صدا سُنی اور فادخلی فی عبادی کے آشیاں کے ساتھ توجہ فرمائی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ کی شہادت

بعد ازاں حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ یزدی میدان میں آئے اُنہوں نے اٹھائیس یزیدیوں کو قتل کیا اور شہادت کے وسیلہ سے عالم الغیب و الشہادت کی قربت میں پہنچ گئے۔

حضرت یحییٰ بن سلیم کی شہادت

اُن کے بعد حضرت یحییٰ بن سلیم میدان میں آئے جناب یحییٰ ایک پسندیدہ اور جنگی مہارت رکھنے والی شخصیت تھے وہ

وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

کہتے ہوئے دشمن کے یمن سے خالی لشکر کے میمنہ پر حملہ آور ہوئے اور تلوار کے جوہر دکھائے اور جنگ کی آگ سے دُشمنوں کے میسرہ بے یسر کو جلا کر رکھ دیا آخر الامر جناب ابن سلیم قلب سلیم کے ساتھ مقام تسلیم سے خداوند قدوس و سلام کی عنایت سے دار السلام میں پہنچ گئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عروہ غفاری کی شہادت

ان کے بعد عبدالرحمٰن بن عروہ غفاری رجز کہتے ہوئے میدان میں آئے۔

"نور الائمہ" میں اُن کے دو تین رجز اشعار کا ترجمہ اس طرح ہے۔

چُوں مَن اندر عَرَب جوان نبُوُد
دَر عرب چہ کہ دَر جہان نبُود
چوں بدستان حرب اِرم رُوے
رستمِ زال رَا امان نبُود
جاں فدائے حسین خواہم کرد
کہ جز اُو رَاحت روان نبُود

اُنھوں نے جب میدان کا رُخ کیا اور محاربہ و مقابلہ کا پرچم بلند کیا تو ایک ہی ساعت میں دشمنوں کے تیس افراد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

قضارا اُن کی پیشانی پر ایک تیر لگا جسے اُنھوں نے کھینچ کر پھینک دیا اور اِس زخم کے باوجود دائیں بائیں حملہ کرتے رہے اور دشمنوں کے مزید بارہ آدمی قتل کرنے کے بعد دَرجۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔ ''رضوان اللہ علیہ''

حضرت مالک بن انس کی شہادت

ان کے بعد حضرت مالک بن انس بن مالک مملکتِ ولایت کے مالک حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت لے کر میدان میں آئے اور ابن سعد کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا اے عمر! اگر تیرے والد حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ جانتے کہ ایک دن تجھ سے یہ حرکت سرزد ہو گی تو اپنے ہاتھوں سے تیرا سر قلم کر دیتے اور تیرے ناپاک وجود کی عار سے دنیا کو

بچا لیتے۔

ابنِ سعد نے اِن باتوں سے شرمسار اور نادم ہو کر اپنی فوج کو آواز دی کہ کوئی شخص میدان میں آ کر اِس کی زبان بند کرے اور اُسے حسب و نسب کے کارزارِ سُخن کی تشویش سے بچا لے۔

دشمنوں کا ایک شخص میدان میں آیا، جسے جناب مالک نے جہنّم رسید کر دیا اور بالآخر شامیوں کی صبحِ اقبال کو زوال کی ظُلمتوں سے آشنا کرتے ہوئے شہادت کی سعادت تک پہنچ گئے۔

حضرت عمر بن مطاع جعفی کی شہادت

اُن کے بعد حضرت عمر بن مطاع الجعفی اُن کے پیچھے پیچھے میدان میں پہنچے اور زبانِ فصیح اور بیان ملیح سے رجز کہتے ہوئے جنگ میں مشغول ہو گئے۔

آپ میدان کارزار میں چاروں طرف تیغ کے جوہر دکھاتے رہے اور تھوڑا عرصہ مصروفِ کارزار رہنے کے بعد دیارِ آخرت کے طرف روانہ ہو گئے اور شہادت کی عزّت کے ساتھ فائز ہو کر جانے والے دوستوں کے پاس پہنچ گئے۔ ''رضوان اللہ علیہ''

ہر زماں بارِ دگر بار سفر می بندد

در شادی بدل غمزدہ در می بندد

حضرت قیس بن منبہ کی شجاعت وشہادت

روایت آئی ہے کہ حضرت عمر بن مطاع کے بعد حضرت قیس بن منبہ شیرِ شکاری اور پلنگ کوہساری کی طرح میدان کی طرف نکلے اور آغاز رجز کیا جن کے بعض اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

من قیس منبہ ام کہ در جنگ
کیوان ترسد زدار و گیرم
گر رستم زال زندہ گردد
گردد بجہم کمند اسیرم
در دوستیِ حسین و آلش
باکے نبود اگر بمیرم
اِمروز شوم شہید و فردا
در خلدِ بریں بود سریرم

حضرت قیس کمان کین بازوئے تمکین میں ڈالے کمند گیر ودار فتراقِ ادراک سے لٹکائے طاقتور بازؤں کی قوّت سے میدان کی خاک کو دشمنوں کے خون پر ڈال رہے تھے ابنِ سعد کے میسرہ سے سالار کوفی نامی شخص اُن کے مقابلے کے لئے آیا، اور جنگ کی طاقت نہ رکھتے ہوئے گریز پا ہو کر صحرا کی طرف چل نکلا، جنابِ قیس نے اُس کے پیچھے اپنا گھوڑا ڈال دیا، یہاں

تک کہ لشکر گاہ سے صحرا میں پہنچ گئے ابنِ سعد نے اپنے جوانوں کو حکم دیا تو ایک گروہ اِن دونوں کے پیچھے روانہ ہو گیا۔

جنابِ قیس نے سالار کے پاس جا کر چاہا کہ اُسے نیزہ ماریں مگر یزیدیوں کا گروہ اُن کے سر پر پہنچ گیا اور حملہ کر کے اُنہیں زخمی کر دیا آخر کار یزیدیوں نے پے در پے زخم لگانے کے بعد جنابِ قیس کو شہید کر دیا اور سالار کوفی زندہ وسلامت اپنے لشکر میں واپس آ گیا۔

ابنِ سعد کا بھائی امام کا ساتھی

اسی اثناء میں امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کے دائیں ہاتھ صحرا کے درمیان سے اچانک ایک سوار نکلا جو تازی نژاد گھوڑے پر سوار تھا اُن کے گھوڑے کی سونے اور چاندی سے مرصّع زین سے تزئین کی ہوئی تھی، یہ گھوڑا ایسا تھا کہ معرکہ جنگ میں بارش کے قطرات کی طرح میدان میں پہنچتا اور معرکۂ کارزار میں دھوئیں کی طرح تھوڑے ہی عرصہ میں دامنِ آسمان تک پہنچ جاتا۔

برق رو ابر وش آنکہ برفتارِ خوش
شام بدے دُر جلش صُبح شدے دُر خُتن

گھوڑا اِس زیبائش کے ساتھ جولانیاں دکھانے لگا اور اُسکا سوار زہرہ و مریخ کی طرح ختائی لعل پہنے ہوئے تھا، اُس نے افسرِ کیان کی

طرح عادی خود سر پر رکھا ہوا تھا اور کوڑیوں والے۔ وہ سانپ جیسا نیزہ ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا وہ بازو وُار جمند میں بلند کمان ڈالے ہوئے تھا اور تیروں سے بھرا ہوا ترکش دَرمیان میں باندھ رکھا تھا اُس نے زہر میں ڈبوئی ہوئی شمشیر یمانی حمائل کی ہوئی تھی اور ملی سپر پُشت پر ڈال رکھی تھی وہ شیر ببر کی طرح چنگھاڑتا ہوا آیا اور میدان کا چکر کاٹ کر رجز پڑھنے لگا۔

جب وہ گھوڑے کی جولانیاں دکھانے سے فارغ ہوا تو مخالفین کے لشکر کی طرف متوجہ ہو کر نعرہ زن ہوا کہ اے لشکرِ کوفہ وشام اور اُے خون آشام بے رحموں جو شخص مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے میں حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کے بھائی کا بیٹا اور عمرو بن سعد بے اخلاص کا چچا زاد بھائی ہاشم بن عتبہ بن وقاص ہوں، پھر اُس نے امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا! السّلام علیکٗ یا ابن رسول اللہ۔

اگر چہ میرے چچا کا بیٹا عمرو بن سعد دشمنوں کا دوست ہے مگر میرا دل آپ کے دوستوں کا بھی خواہ اور آپ کی دوستی میں انتہائی وفادار ہے۔

یہ ہاشم جنگِ صفین میں موجود تھے اور انہوں نے اپنے چچا حضرت سعد بن ابی وقاص کے ہمراہ بہت سی جنگوں میں دادشجاعت دی تھی جیسا کہ صحابہ کرام کی تاریخ میں ظاہر ہے۔

ابن سعد کو میدان میں بلاوا

اُسی وقت اُس نے امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام سے اجازت طلب کی اور میدان میں جا کر کہا میں اس لشکر سے سوائے اپنے چچا زاد عمرو بن سعد کے کسی شخص کے ساتھ جنگ نہیں کروں گا۔

ابنِ سعد نے جب یہ بات سُنی اور طعنہ ہاشم اُس کے کانوں میں پہنچا تو وہ کانپنے لگا چونکہ وہ ہاشم کی جنگوں کا حال سُن چکا تھا اور اُن کی شجاعت و بہادری کو جانتا تھا لہٰذا اُس نے اپنے لشکر سے مخاطب ہو کر کہا اے بہادرو! یہ سوار میرا چچازاد بھائی ہے میرا اس کے سامنے میدان میں جانا مصلحت نہیں تم میں کون ہے جو میدان میں جا کر میرا دل اُس سے فارغ کر دے۔

حق و باطل کا مکالمہ

امیرِ حلب سمعان بن مقاتل میدان میں آیا وہ دمشق سے ایک ہزار کا لشکر لے کر ابنِ زیاد کے پاس آیا تھا اِس شخص نے زمانے کے گرم سرد اُمور کو دیکھا ہوا تھا۔

اُس نے میدان میں آ کر ہاشم سے کہا! اے بزرگ زادۂ عرب ابنِ زیاد نے تیرے چچا کے بیٹے کے ساتھ کیا برائی کی ہے اُس نے ابھی ابھی ملک ''رے'' اور طبرستان اُس کے نام کر دیا ہے اور اُسے کوفہ شام کا

سپہ سالار بنا رکھا ہے، تو اُسے چھوڑ کر حسین کے ساتھ مل گیا ہے جن کے پاس نہ ملک ہے نہ خزانہ ہے نہ حشَم ہے نہ خدَم ایسا نہ کر اور دولتِ شاہی سے منہ پھیر کر اپنے مقدّر کے ساتھ جھگڑا اور لڑائی نہ کر۔

ہمّت بلند دار و زِ دولت متاب روی
ادبار راُجوی و زاقبال سر پیچ

ہاشم نے کہا! اُے بزدل تو نے اس دو تین روز کے اختیار کو بادشاہی کا نام دے رکھا ہے، اور دنیا کے جاہِ بے اعتبار کا نام اقبال رکھ دیا ہے مگر تو نہیں جانتا۔

گفتم بکسے کہ چیست دولت ؟ بگفتا
روزے دو سہ دو باشد و باقی ہمہ لت

نہ تو دنیا کی دولت و بادشاہی کا اعتبار ہے، اور نہ ہی اس کے اقبال کو ثبات وقرار ہے۔

اگر دہد بتو جامِ جہاں نُما دُنیا
بنیم جو مستانِ صَد ہزار جام جمش
کشیدہ دار قدم از حریمِ حُرمتِ اُو
کہ بشیتر ہمہ نا محرمند دَر حرمش

اے سمعان! آ اور انصاف کی آنکھ کھول کر بہشت کی باقی نعمتوں کی طرف رغبت کر سر سے اِن مردار کھانے والے کتوں کا خیال نکال دے

اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کی خدمت کیلئے کمر بستہ ہو کر ابدی دولت حاصل کر تجھے رضائے الٰہی، سعادتِ سرمدی اور عطائے لامتناہی حاصل ہو جائے گی۔

چو می تواں بمنزل رُوحانیاں رسید
حیف آست دَر بوادی غُولاں قدم زون

ان باتوں کی سماعت سے سمعان کی سمع تیرہ ہو گئی اور ان کلمات طیّبات کی روشن شعاؤں سے اُس کی بصیرت کی آنکھ خیرہ ہو گئی۔

اُس نے کہا اے ہاشم! نہ تو تو نے اپنے چچازاد کی شرم رکھی اور نہ ہی ابن زیاد سے فائدہ حاصل کیا، تو غرور کے خیال میں عقلِ معاش کی روش سے دور ہو گیا۔

حضرت ہاشم نے فرمایا! ابنِ زیاد پر لعنت ہو جس نے میرے چچا کے بیٹے کو کھلونا دے دیا کہ وہ دنیا کے بدلے دین فروخت کر دے۔"

میں عالی ہمت ہوں اور میں نے دنیا کے بدلے میں آخرت قبول کی ہے،

میں نے معیوب فانی کو دے کر مرغوبِ باقی کو اختیار کیا ہے اور یہ جاہ فانی جس پر تم نازاں ہو بہت جلد ختم ہو جائے گا اور تم عذابِ الیم اور عقابِ عظیم میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

شجاعت وشہادت عبداللہ

سمعان نے دوبارہ بات کرنا چاہی تو جناب ہاشم نے غضبناک ہوکر گھوڑے کوایڑ لگائی اور فرمایا! اے ناپسندیدہ شخص تو مجادلہ کے لئے آیا ہے یا مقاتلہ کے لئے اِس کے ساتھ ہی سمعان پر نیزے سے وار کر دیا جسے سمعان نے اپنے نیزے پر روکا دونوں کے نیزے ایک دوسرے سے ٹکراتے رہے یہاں تک کہ جنابِ ہاشم نے نیزہ پھینک کر تلوار کھینچ لی اور سمعان پر حملہ کر دیا،،

سمعان نے اُن کے سینے کی طرف نیزہ سیدھا کیا تو اُنہوں نے الٹی تلوار مار کر اُس کے ہاتھ سے نیزہ گرا دیا،،

سمعان نے تلوار نکالنا چاہی مگر حضرت ہاشم نے اُسے امان نہ دی اور اپنی شمشیر برق کردار صاعقہ آثار اس کے سر پر ماری جس نے اُسے سر سے لے کر زین تک دو حصّوں میں تقسیم کر دیا۔

امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے نعرۂ تکبیر بلند ہوا اور ہاشم نے ابنِ سعد کے سامنے جا کر کہا اے میرے چچا کے بیٹے تیرے والد حضرت سعد بن ابی وقاص غزوۂ اُحد میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جان قربان کرتے ہوئے دین کے دشمنوں کی طرف تیر چلاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دشمنوں کے شر کو دور ہٹاتے تھے

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس جنگ میں اُن کے لئے دُعا فرمائی جبکہ میرے باپ عتبہ بن ابی وقاص نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب و دندان مبارک پر پتھر مارے اور آپ کے دشمنوں کی مدد کی۔

اور آج عجیب حالت کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ تو بیٹا میرے باپ کی طرح دشمن کا دوست بن کر حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کی طرف تلوار کھینچے ہوئے ہے اور میں بیٹا تیرے باپ کی طرح اہلِ بیت رسول علیہم السلام کی حمایت کر رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ معاندین و مخالفین کی بنیاد گرا دوں اس جگہ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ کا راز کامل ظہور کر رہا ہے۔

اُس روز حضور سیّد عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان معجز بیان تیرے باپ پر آفرین کہتی تھی اور آج تجھ پر نفرین کرتی ہے اُس روز میرے باپ پر نفرین کرتی تھی اور میں جانتا ہوں کہ آج مجھ پر آفرین کہتی ہے۔

ابن سعد نے یہ باتیں سُنیں تو دل پر درد سے آہِ سرد کھینچی اور گردن جھکا دی اور اُس کی بے شرم آنکھوں سے ندامت کا پانی جاری ہو گیا۔

ہاشم کی مدد کرو

جب سمعان اس ذلت و خواری سے قتل کیا گیا تو اُس کا بھائی نعمان بن مقاتل سمعان کے ایک ہزار ملازمین کے ساتھ جناب ہاشم پر حملہ آور

ہوگیا جناب ہاشم نہ تو اُس لشکر سے ڈرے اور نہ ہی ذرہ برابر فکر مند ہوئے بلکہ اس حملہ کے سامنے ڈٹ گئے اور اپنے دست و بازو کو کام میں لا کر اِس جرأت کا مظاہرہ کیا کہ اگر رسیم دستان چشمِ انصاف سے مشاہدہ کرتا تو اُن کے گھوڑے کا غبار اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتا اور اگر سام نریمان اس جنگ کو دیکھتا تو طوقِ مرصّع کی بجائے اُن کی خدمت کا ڈورا اپنے گلے میں ڈال لیتا۔

ترک خنجر دار گردوں ہر دَم اَز چرخِ بریں
حَرب اُدمی دید میگفت آفریں بعد آفریں

سیدنا امام حسین علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ہاشم ایک ہزار سوار کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں تو احباب کی طرف متوجہ ہوئے کہ اُس جوان جگر دار بہادر دلاور کی مدد کرو۔

مددگاروں کی شہادت

امام عالی مقام علیہ السلام کے بھائی جناب فضل بن علی علیہ السلام امام عالی مقام کے اصحاب سے نو آدمیوں کو جن کے نام معلوم نہیں لے کر جناب ہاشم کی مدد کو روانہ ہو گئے،

ابنِ سعد نے دو ہزار بُزدلوں کو بھیجا کہ وہ ہاشم کے ساتھ مقابلہ کرنے والے لشکر کی مدد کریں ان سواروں کا سرِ راہ ان دس حضرات سے ٹکراؤ ہو گیا اور جنگ شروع ہو گئی ان کے نعروں کی آواز آسمان تک پہنچتی تھی

سلامت اس طرح جیسے زہ نے گوشۂ کمان کو پکڑ رکھا ہو اور فتنہ اِس طرح جیسے تیغِ انتقام نیام سے آشکارا ہو۔

جگر تاب شُد نعرہ ہائے بلند
گلوگیر شُد حلقہ ہائے کمند
زعکسِ سرِ تیغ و برق سنان
سر اَز راہ میرفت و دست اَز عنان

دشمنوں کا لشکر کثیر التعداد ہونے کی وجہ سے غالب آ گیا اور ان دس افراد میں سے نو حضرات مرتبہ شہادت پر فائز ہو گئے۔

پسرانِ علی سے پہلا شہید

حضرت فضل بن علی اپنے پدرِ بزرگوار کی طرح اُن کی تلوار دندانہ دار ذوالفقار کی طرح اور اُن کا نیزہ مارِ ارقم کی طرح جنگ میں جانوں کا شکار کرتے ہوئے مقابلہ کرنے والوں کو قتل کر رہے تھے کبھی آتش بار شعلۂ سنان سے بے دلوں کے سینہ سے جاں سوز دھواں باہر لے آتے اور کبھی تیغ بیدریغ سے بہادروں کی صفوں میں رخنہ ڈال دیتے دو ہزار شامیوں کا یہ لشکر ایک شخص پر تیروں کی بارش کر رہا تھا۔

زِ پیکاں عالمے رَا ژالہ بگرفت
زِخُوں رُوئے زمیں رَا لالہ بگرفت

تیروں کی اِس بارش میں شہزادۂ علی حضرت فضل بن علی کا گھوڑا گر پڑا اور آپ پا پیادہ اِن لوگوں کے درمیان گھر گئے اور بالآخر جنگ کرتے ہوئے اِس بے اعتبار دنیا کی سرائے سے منازل دار القرار کی طرف متوجہ ہو گئے۔

امام مظلوم حضرت امام حسین علیہ السلام کے برادران گرامی میں سے سب سے پہلے شربتِ شہادت نوش کرنے والے یہی حضرت فضل بن علی تھے جو تشنہ لب اور سوختہ جگر اپنے باپ ساقیٔ کوثر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کی خدمت میں حاضر ہوئے اللہ تعالیٰ اُن پر راضی ہو۔

حضرت ہاشم کی جراٴت وشہادت

جب ابنِ سعد ملعون کے لشکر نے ان افراد کو شہید کر دیا تو نعمان بن مقاتل کی مدد پر متوجہ ہوا جبکہ نعمان ایک ہزار سواروں کے ساتھ جناب ہاشم کے چاروں طرف گھیرا ڈالے ہوئے تھا اور جناب ہاشم اکیلے اُن دھوکا بازوں کے درمیان مصروف کارزار تھے اور پیادہ وسواروں کو ہلاک کر رہے تھے۔

نشستہ بزیں چوں یکے اژدھا
سر بارگی کر وہ بروے رہا
نہ اسپے عقابے برا نگیختہ
نہ تیغِ نہنگے دَر آویختہ

جنابِ ہاشم گھوڑا دوڑاتے جس طرف بھی نکل جاتے مخالفین کو موت آشنا کرتے جاتے اور جس طرف حملہ کرتے مقاتلہ کرنے والوں کی نظر میں سُرخ رنگ اُتر آتا، نعمان بن مقاتل اپنی فوج کو مسلسل مخاطب کرر ہا تھا کہ کوشش کرو اور میرے بھائی کے خون کا بدلہ لو،

اسی اثناء میں جناب ہاشم نے نعمان کی کمر میں چابک لپیٹا اور زین سے زمین پر گرا دیا جس سے اُس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور اُسی وقت اُس کی روح کا پرندہ اُس شوم کے جسم کے قفس سے باہر نکل گیا۔

بعد ازاں جنابِ ہاشم نے اُن کے پرچم بردار پر تلوار کا وار کیا اور نعمان کے پاس بھیج دیا اور اُس کا پرچم نگوں ہو گیا۔

نعمان کے لشکریوں نے جب دیکھا کہ نُعمان قتل ہو گیا ہے اور اُس کا علم جھک گیا ہے تو وہ نعرۂ اَلحذر اَلحذر لگاتے ہوئے جنگ سے گریز کرنے لگے۔

اسی اثناء میں ابنِ سعد کا بھیجا ہوا لشکر اُن سے جا ملا اور تین ہزار کی تعداد میں دونوں لشکروں کی جمعیّت نے جناب ہاشم کے گرد گھیرا ڈال دیا،

جناب ہاشم کمزور پڑنے لگے اُن کے جسم پر بہت زخم آ چکے تھے اور پیاس نے بھی شدید غلبہ کر رکھا تھا تاہم نہ تو آپ میں مقابلہ کرنے کی سکت تھی اور نہ ہی آپ راہِ فرار اختیار کرنا چاہتے تھے۔

بایں ہمہ آپ نہایت جوش وخروش اور جرأتِ مردانہ کے ساتھ جنگ

کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے شربتِ شہادت نوش فرمالیا اور جامہ خانہ کرامت سرمدی سے خلعتِ سعادت ابدی پہن لیا۔

زِیں عالمِ فانی سُوئے گلزار بقارفت

صحابیِ رسول حضرت حبیب بن مظاہر کی شہادت

بعدازاں حضرت حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ، نے امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام سے اجازت طلب کی۔

حضرت حبیب بن مظاہر باکمال و خوش جمال شخص تھے آپ عمر رسیدہ اور حافظِ قرآن تھے اور ہر رات قرآن مجید ختم فرماتے تھے آپ عشاء کی نماز پڑھ کر تلاوت شروع کرتے اور طلوع فجر تک تمام قرآن مجید ختم کر لیتے آپ کو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابیت اور سماعتِ حدیث کا شرف حاصل تھا آپ ایک عرصہ تک امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں رہنے سے بھی مکرّم و معزّز تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! آپ میرے نانا جان اور ابا جان کی یادگار ہیں اور مجھے آپ سے کامل انسیت ہے آپ مجھے اکیلا نہ چھوڑیں دوسرا یہ کہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں اور بوڑھے جنگ کی مشقت سے معذور ہیں۔

حضرت حبیب نے عرض کی! اے سید و سرور اور اے مہتر و بہتر

بوڑھے اندازِ حرب کو بہتر جانتے ہیں اور دقائق کارزار میں ان کا تجربہ زیادہ ہوتا ہے اور میری یہ خواہش بھی ہے کہ کل قیامت کو میرا حشر آپ کے راستے پر شہید ہونے والوں میں ہو۔

فروا کہ مقربانِ خاکی مسکن
در حشر شوند زا کب مرکبِ تن
آغشتہ بخون جگر آلودہ کفن
ناگہ ز سرِ کوئے تو برخیزم من

امام حسین علیہ السلام نے گریہ کناں ہوتے ہوئے اُنہیں اجازت دی اور اُنہوں نے میدان میں جا کر رجز خوانی کی جس کے کچھ حصّہ کا ترجمہ ابوالمفاخر نے ان دو شعروں میں کیا ہے۔

حبیب مظاہر منم مرد مرد
برانگیزم از آتش و آب گرد
سرے دارم از دوستان پُر وفا
ولے دارم از دشمنان پر نبرد

جنابِ حبیب بن مظاہر نے سخت مشکل اور زبردست جنگ کی یہاں تک کہ دشمنوں کے لشکر میں شور مچ گیا اچانک بنی تمیم کے ایک شخص نے اُن پر تلوار کا وار کیا تو آپ زمین پر گر پڑے جب آپ نے اُٹھنا چاہا تو حصین بن نمیر نے اُن کے سر پر تلوار ماردی۔

حضرت حبیب بن مظاہر نے آواز دی اے ابن رسول اللہ توجہ فرمائیں۔

یہ آواز امام عالی مقام علیہ السلام کے مبارک کانوں میں پہنچی تو آپ نے اپنے گھوڑے کو مہمیز لگائی اور اُن کے پاس پہنچ گئے،

جنابِ حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور عرض کی! اے میرے سردار کوئی بات یا پیغام جو آپ اپنے نانا جان اور ابا جان کو دینا چاہتے ہیں ارشاد فرمائیں۔ گویا اُس وقت جناب حبیب ان دو شعروں کا مفہوم ادا فرما رہے تھے۔

پیرانہ سر کشیدم سر در رہ سگا نت
مُوئے سفید کر دَم جا رُوب آستانت
لعلِ تو جان و من ہم دارم ندیدہ جانے
حرفِ بگو کہ بادہ جانم فدائے جانت

امام حسین علیہ السلام نے اُنہیں جنّت کی بشارت دی اور وہ پاکیزہ ضمیر بزرگ اِس مژدۂ دلپذیر سے خوش ہو کر آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے رضوان اللہ علیہ۔

قاتلِ حبیب کا قتل اور سر کا مزار

بعض تاریخوں میں مذکور ہے کہ حضرت حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کو

بدیل بن حریم نے شہید کیا تھا اور اُس نے اُن کا سر کاٹ کر ایک جگہ محفوظ کر لیا تھا جب جنگ ختم ہو گئی تو اُس نے اُن کا سر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا اور مکہ معظّمہ میں لے گیا وہاں اُس کا ایک دوست تھا جو حضرت حبیب بن مظاہر کا دشمن تھا جسے وہ یہ سر دکھانا چاہتا تھا خدا کی قدرت کہ حضرت حبیب بن مظاہر کا بیٹا مکہ معظّمہ کے دروازہ پر کھڑا تھا کہ بدیل وہاں پہنچ گیا۔

اُس نوجوان نے پوچھا! یہ سر کس کا ہے؟

بدیل نہیں جانتا تھا کہ یہ پوچھنے والا حضرت حبیب کا بیٹا ہے لہٰذا اس نے جواب دیا کہ یہ حبیب بن مظاہر کا سر ہے میں نے اُسے کربلا میں قتل کر دیا تھا فلاں شخص میرا دوست ہے اُس کے لئے یہ تحفہ لایا ہوں۔

حضرت حبیب کے بیٹے نے یہ بات سُنی تو اُن کے دل سے دھواں اُٹھا اور باوجود اِس کے کہ ابھی وہ بلوغت کو نہیں پہنچے تھے پتھر اُٹھایا اور بدیل کی پیشانی پر دے مارا،

جس سے اُس کی کھوپڑی پھٹ گئی اور اس کا مغز بکھر گیا اور وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا ابنِ حبیب نے باپ کا سر گھوڑے کی گردن سے اُتارا اور جنّتِ معلیٰ کے قبرستان میں دفن کر دیا۔

اب بھی اُس مقام پر راُس الحبیب کے نام سے مشہور و معروف مزار موجود ہے "واللہ اعلم"

غلامِ ابوذر کی شجاعت وشہادت

بعدازاں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام جن کا نام حرہ یا حریرہ تھا اور بعض نے حریر بیان کیا ہے،

میدان میں تشریف لائے اور رجز پڑھتے ہوئے ھَل مِن مبارز کی صدا دی یہ مجاہد اگر چہ سیاہ فام تھے مگر اُن کا دِل سورج اور چاند سے زیادہ روشن تھا،

اُن کی رجز کے ترجمہ میں ابوالمفاخر کی نظم کے یہ چند شعر ہیں۔

چُوں مَن سُوئے میدان شجاعت بخرامم
بس خصم کہ بے جان شود از قربِ حسامم

بگزیدۂ مردانم اگر چند سیاہم
بستودہ شاہانم اگر چند غلامم

فُردا بشفاعت بُود آسان ہمہ کارم
و اِمروز بر آید بشہادت ہمہ کامم

یہ کہتے ہوئے اُنہوں نے بہادرانہ حملہ اور مبارزانہ قتال کیا یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے اور بہشت جاوید میں پہنچ گئے۔

قتیلِ راہ تو را زندگی جاوید است رضوان اللہ علیہ

حضرت ابن مہاجر کی شہادت

ان کے بعد حضرت یزید بن مہاجر جعفی میدان میں تشریف لائے اور محاربہ ومقاتلہ میں دادِ شجاعت و بہادری دی آخر الامر حیاتِ مستعار کے لباس سے نکل کر جامہ خانہ عنایتِ حضرتِ باری کی طرف شریف لے گئے، اور بلا افتادہ وامگاہ اور شاہراہ فنا پر کھڑے زمین پر بسنے والوں کو ایک دم رخصت کر دیا رضوان اللہ علیہ۔

حضرت انیس کی شہادت

بعد ازاں حضرت انیس بن معقل اصحی فاجروں کے ساتھ لڑنے کے لئے تشریف لائے اور اُن کے خُون سے سیلِ مواج اور موج سیال کی نہر جاری کر دی، اور اپنے تشنہ حلق کے ساتھ اُن کے حلق سے خون رواں کر دیا، اِس کے ساتھ ہی اُنہوں نے امام حسین علیہ السلام کی مدح اور اپنے قبیلے کی منقبت بیان کی اور بالآخر اُن کی مقدّس رُوح ہیکلِ جسمانی کی تنگنائے سے ریاضِ روحانی اور حدائقِ رضوانی کی فضا میں پرواز کر گئی۔ "رضوان اللہ علیہ"

حضرت عابس کی شہادت

بعد ازاں حضرت عابس بن شبیب نے جنگ کا ارادہ کیا، اور اپنے غلام جنابِ شوذب سے پوچھا تو آج میرے ساتھ کس مقام پر ہوگا؟

شوذب نے کہا! آپ کے ہمرکاب تلوار چلاؤں گا یہاں تک کہ قتل ہو جاؤں،

جناب عابس نے کہا! میرا تیرے متعلق یہی گمان تھا اب فرصت نہیں کیونکہ آج وہ دن ہے کہ میں خداوندِ کریم سے اجرِ عظیم طلب کروں گا اور آج کے دن کے بعد مجھ سے کوئی دوسرا عمل ظہور میں نہیں آئے گا،

غلام نے کہا! اے آقائے بلند ہمت جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے عمر کی فرصت غنیمت ہے اور وقتِ اتصالِ آخرت کی دولت کے ساتھ ہے پس دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ متفق ہو کر منافقین کے ساتھ جنگ کرنے کا عزمِ صمیم کر لیا۔

جنابِ عابس حضرت امام حسین علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے ابا عبداللہ خدا کی قسم مجھے روئے زمین میں آپ سے زیادہ کوئی شخص محبوب اور عزیز نہیں، میں نے اس وقت تک آپ کے لائق کوئی خدمت سرانجام نہیں دی اور نہ ہی آپ کی شان کے لائق اب تک کوئی تحفہ پیش کر سکا ہوں، لامحالہ میرے دل میں ندامت و خجالت ہے اور میرا سر انفعال و شرمندگی سے جھکا ہوا ہے۔

چگونہ سر ز خجالت بر آورم بر دوست

کہ خدمتے بسزا بر نیامد از دستم

اور اب اگر اپنی ذات میں کوئی نفیس ترین چیز رکھتا ہوں تو اُسے آپ

کی ذاتِ مقدس اور نفسِ اقدس کی نگہبانی میں دیتا ہوں اگر آپ اجازت عطا فرمائیں تو میدان میں پرچم مبارزت بلند کروں اور اگر قبول فرمائیں تو جان شیریں آپ کی راہ میں قربان کروں۔

ربیع بن تمیم نے بیان کیا ہے میں نے عابس کو متعدّد معرکوں میں دیکھا اور اُن کے جنگی فنون کا مشاہدہ کیا ہوا تھا، میں نے جب دور سے اُنہیں میدان میں آتے دیکھا تو اہلِ لشکر سے کہا! تم میں سے کسی شخص نے دیکھا ہے کہ جنگ کے وقت شیرِ ژیان ببر بیان اور زبردست ہاتھی پر غالب آ جائے چنانچہ کوئی شخص بھی میری بات کو سن کر جنگ کے لئے تیار نہ ہوا۔

اسی اثناء میں عابس نے قریب آ کر آواز دی کہ ایک شخص کے مقابلے میں ایک شخص آئے اہلِ لشکر میری باتوں سے میدان میں نکلنے سے ڈر گئے تھے اور کوئی شخص بھی عابس کے ساتھ مقابلہ کرنے پر مائل نہ ہوا۔

ابنِ سعد نے کہا! اگر تم ایک ایک شخص اُس کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتے تو اکٹھے ہو کر حملہ کر دو چنانچہ یزیدی فوج نے اُن پر دھاوا بول دیا اور جنگ شروع کر دی۔

جنابِ عابس نے جب اِس صُورتِ حال کا مشاہدہ کیا تو سر سے خود اور جسم سے زرہ اُتار کر لشکر گاہ میں گھس گئے اُن کا غلام اُن کے پیچھے نظر رکھے ہوئے تھا خدا کی قسم زمین و آسمان نے دیکھا کہ اُنہوں نے اپنے سامنے آنے والے دوسو سے زیادہ افراد کو قتل کر دیا،

ربیع کہتا ہے میں اُن سے واقف تھا میں نے اُن سے کہا! اے عابس ننگے سر اور بغیر زرہ اور خود پہننے کے جنگ کے دریا میں کود گئے ہو؟ اور غرقابِ ہلاکت کا کچھ اندیشہ نہیں کیا؟

حضرت عابس نے اُس کے جواب میں جو فرمایا اُس کا مضمون یہ تھا

چوں من در بحر ہجرانم زخوں ریزی مترسانم
کسے کا بش بسر بگذشت از باراں چہ غم دارد

بالآخر! اطراف و جوانب سے اُن پر وار ہونے لگے اور اُن کا انکار کرنے والوں اور اُن کے ساتھیوں نے جو کہ لشکرِ یزید میں تھے انہیں بے شمار زخم پہنچائے یہاں تک کہ آقا و غلام دار الملام سے دار السلام کی طرف روانہ ہو گئے۔

رفتند رفیقاں ور سید ند بمنزل" رضوان اللہ علیہما"

ان دونوں حضرات کے بعد امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے موذن جناب حجاج بن مسروق جعفی جو بعض کے نزدیک امام عالی مقام کے رکاب دار بھی تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدان میں جانے کی اجازت طلب کی قوس و قزح کی طرح خوبصورت کمان کا چلّہ چڑھایا اور تیر جیسا کہ مظلوموں کی آہ کا تیر جو سحر گاہی کے وقت قوسِ تظلم سے وقاب قوسین کے ہدف تک پہنچ جائے۔

وہ رجز پڑھتے ہوئے اور گھوڑے کی جولانی دکھاتے ہوئے آئے

تظلم ظلم مظلوم کا فریاد کرنا

اور میدان کی مٹی کو اَوجِ کیوان تک پہنچا دیا اور شمشیرِ آبدار کی آگ سے دشمنوں کے سر سے غرور کی ہوا کو خاکسار کر دیا، مخالفین کی فوج نے تنگ آ کر اُن پر تیروں کی بارش کر دی اور وہ زخموں کی تاب نہ لا کر بہشت میں پہنچ گئے اللہ اُن پر راضی ہو۔

سیف بن حارث اور مالک بن عبد کی شہادت

ان کے بعد حضرت سیف بن حارث مع اپنے چچازاد بھائی حضرت مالک بن عبد بن سریع بسرعتِ تمام گریہ کناں خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے، امام عالی مقام نے پوچھا آپ لوگ کیوں رو رہے ہیں،

عرض کی! ہم آپ کے لئے رو رہے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ دشمنوں نے آپ کا احاطہ کر رکھا ہے اور دوستوں میں دشمنوں کو روکنے کی طاقت نہیں،

امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام نے اُن کے لئے دعائے خیر فرمائی، تو وہ شیرِ مرغزار کی طرح میدانِ کارزار میں جنگ کرنے کے لئے پہنچ گئے۔

اُنہوں نے میدانِ جنگ میں تلوار کے جوہر دکھاتے ہوئے بہت سے سواروں اور پیادوں کو عرصۂ حیات سے فنا کے دروازہ پر پہنچا دیا، اور

بالآخر وہ دونوں اِس ظلمت خانۂ پُر وحشت وملال سے نزہت آباد کی طرف رخ کرتے ہوئے ملکِ متعال جل جلالہ کے حضور پہنچ گئے۔

امام حسین علیہ السلام دنیا سے دل پر حسرت کے ساتھ جانے والے ان دونوں جوانوں پر رو پڑے اور ربّ غفور ومنان سے اُن کی بخشش طلب کی اور فرمایا! تقدیر کی مقتضیات کے تصادم کے ساتھ سوائے دروازہ کھولنے کے اور تسلیم کرنے کے کیا تدبیر ہے۔

فالحکم للّٰہ العلی الکبیر والیہ المرجع والمصیر

نیست کس را ز دستِ مرگ نجات

اکثروا ذکر ھادم اللذات

امام زین العابدین کے تُرکی غلام کی شہادت

بعد ازاں! ایک ترک غلام جو کہ قرآن مجید کے قاری اور حافظ تھے اور اُن کا چہرہ چمکتے ہوئے چاند اور روشن آفتاب کی طرح تھا امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کے حضور میں حاضر ہوئے، اور زمین پر گر کر قدم بوسی کرتے ہوئے کہا نفسی لنفسك الفدا اے ابن رسول اللہ میری جان آپ پر فدا میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے لشکر سے ایک شخص بھی زندہ نہیں رہے گا، مجھے اجازت عطا فرمائیں، تاکہ میں بھی آپ پر جان فدا کروں اور خود کو عالم قرب ومقربان کے ساتھ صدق آشناؤں کی جگہ پر بیٹھوں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! میں نے تجھے اپنے بیٹے زین العابدین کے لئے خریدا تھا اور تجھ کو انہیں بخش دیا ہے اُن سے اجازت طلب کرو۔

روایت آئی ہے کہ اُس روز حضرت امام زین العابدین بیمار تھے اور خیمہ کے اندر لیٹے ہوئے تھے۔

غلام نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی! اے مخدوم زادہ من میں نے آپ کے والدِ گرامی سے جنگ کی اجازت طلب کی تو اُنہوں نے فرمایا! تو میری آنکھوں کے نور زین العابدین کے اختیار میں ہے، اب میں آپ کے آستانِ عرش آشیان پر حاضر ہوا ہوں اور اُمید رکھتا ہوں کہ آپ مجھے محروم نہیں فرمائیں گے اور جنگ کی اجازت عطا فرمائیں گے۔

جناب زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا! میں تجھے خدا کی راہ میں آزاد کرتا ہوں باقی تو جانے، وہ نیک خصال، پاکیزہ جمال، صادق نیت اور صاف ارادہ ترک خیموں کے پاس آیا اور تمام اہالی وموالی سے اجازت طلب کی اور کہا میری مراد یہ ہے کہ کل قیامت کے دن مجھے یاد رکھیں اور جو کچھ بھی مجھ سے خدمت کرنے میں کوتاہی ہوئی ہے اُسے فراموش کر دیں۔

اُس کی باتیں سُن کر اہل بیت کے خیموں سے شور بلند ہوا اور وہ دوسری مرتبہ حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور صورتِ حال عرض کرتے ہوئے آپ سے اجازت طلب کی، اور میدان

جنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔

امام زین العابدین علیہ السلام کو غلام کے میدان میں جانے کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا! خیمے کا دروازہ کھول دو تا کہ میں جنگ کا نظارہ کر سکوں۔

چنانچہ خیمہ کا پردہ اُٹھا دیا گیا، شہزادۂ حسین نے دیکھا کہ شگفتہ پھول اور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوا چہرہ رکھنے والا وہ ترک دونوں صفوں کے درمیان کھڑا ہے اُس کی شعلۂ برق درخشاں اور شہابِ ثاقب کی طرح شیطان سوز آتش فشاں تلوار یزیدیوں کی سپاہِ روسیاہ پر گرنے کے لئے مبارز طلبی کر رہی ہے۔

کبھی وہ ترک غلام عربی میں رجز پڑھتا ہے اور کبھی اُس کی زبان پر ترکی زبان کا کلام جاری ہو جاتا ہے۔

اُس کی بعض رجزوں کا ترجمہ ابوالمفاخر نے اپنی نظم میں اس طرح کیا ہے۔

اے حسین اے گہر روحانی
نسخۂ سِرّ صفت سُبحانی
منم آں ترک کہ سلطان ہاشم
گر تو ام ہندوی حضرات خوانی
تیغ در دست من از معجز تو
بر سرِ خصم کند ثعبانی

چہ شود گر تو بر وَے خوش خویش
سُرخ رُوئے ابدم گردانی
روئے بر روئے من غمگیں نہ
چوں روئے کنم ترک سرائے فانی

بہر کیف اُن کے مقابلہ میں ایک شخص آیا اور آپ نے اُسے قتل کر دیا یہاں تک کہ آپ نے بہت سے مخالفین کو جہنّم رسید کر دیا تو اُن پر پیاس غالب آ گئی وہ میدان سے واپس ہوئے اور دوسری مرتبہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے،

امام زادہ نے اُن پر آفرین کہی اور اُن کی جنگ کو پسند فرمایا اور بہت زیادہ تحسین کرتے ہوئے شربتِ کوثر کی بشارت دی اور ورضوان من اللہ اکبر کا مژدہ سنا کر انتہائی مسرور کر دیا۔

وہ سچا ترک ایک پاکیزہ دل رکھتا تھا، اُنہوں نے امام زین العابدین کے ہاتھوں اور پاؤں کو چوما اور دوسری مرتبہ مخدرات حضرات عصمت و طہارت سے اجازت طلب کی اور اُن کی جدائی کے غم میں زار و قطار روتے ہوئے میدانِ جنگ میں پہنچ گئے۔

اُنہوں نے مصیبت کا غبار اُٹھایا اور سیاہ رو مخالفین کے سروں پہ خاکِ ہلاکت ڈالی بالآخر عالمِ غیب کے سروش اور عرصۂ لاریب کے منادی کی نداء ارجعی الی ربك اُن کی روح شریف کی سماعت تک پہنچی اور

ادخلی جنتی کا خطاب مستطاب فضائے صحنِ قربِ ربّ العباد سے پاک اعتقاد کے گوش ہوش میں پہنچ گئی۔

رُوئے دِل دَر حدیقۂ جاں کرد
منزل اندر ریاض رضواں کرد

اکثر کتابوں میں مذکور ہوا ہے کہ وہ ترک بہت زیادہ زخمی ہو کر گر پڑا تو امام حسین اُس کے پاس پہنچ گئے، اور اُسے امام زین العابدین کے خیمہ کے دروازہ پر پہنچا دیا پھر گھوڑے سے اُتر کر اُس کا سر اپنی آغوش میں لے کر اُس کے چہرے پر اپنا چہرہ رکھ دیا،

امام زین العابدین باوجود بیمار ہونے کے اُس کے سر پر کھڑے ہو گئے غلام نے آنکھیں کھول دیکھا اور اپنے سر کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی آغوش میں پایا اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو اپنے سرہانے کھڑے دیکھا تو مسکراتے ہوئے باپ اور بیٹے کو سلام عرض کیا اور گلشنِ دار السلام کی طرف روانگی کر لی اللہ تعالیٰ اُس پر راضی ہو۔

حضرت حنظلہ کی شہادت

ترک غلام کی شہادت کے بعد حضرت حنظلہ بن سعد عجلی دونوں صفوں کے درمیان آئے اور دشمنوں کو آواز دی! میں تم پر قومِ نُوح کے عذاب اور گروہِ عاد و ثمود کا عقاب آنے سے ڈرتا ہوں اگر چاہتے ہو کہ تمہیں آخرت

کی سزا نہ ملے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل سے ہاتھ اُٹھالو اور اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ،

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُن سے فرمایا!

اے حنظلہ ان باتوں کو چھوڑ و ان لوگوں کو استعدادِ عذابِ الٰہی اور استحقاق عقوبات لامتناہی حاصل ہو چکا ہے تیری دعوت کو یہ لوگ قبول نہیں کریں گے تو ان کی خیر و فلاح اور فوز و صلاح کی کون سی توقع رکھتا ہے جنہوں نے ہمارے صالحین بھائیوں کو شہید کر دیا اور ہمارے قتل پر تیار بیٹھے ہیں،،

حضرت حنظلہ نے عرض کی! اُے ابنِ رسول اللہ آپ درست فرماتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ اَب میں بھی اپنے بھائیوں سے جاملوں،،

آپ نے فرمایا! اُس گھر کی طرف جاؤ جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے،

حضرت حنظلہ نے عرض کی! آپ پر اور آپ کی اہلِ بیت پر سلام ہو میں اُمید کرتا ہوں کہ حق سُبحانہ تعالیٰ مجھے جنّت میں آپ کی خدمت میں پہنچادے گا،

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! آمین۔

حضرت حنظلہ نے میدان میں پہنچ کر دشمنوں پر حملہ کر دیا اور انتہائی بہادری سے جنگ کرتے ہوئے درجہ شہادت پر فائز ہو گئے اللہ تعالیٰ اُن پر راضی ہو۔

حضرت ابن زیاد شعبی کی شہادت

اُن کے پیچھے حضرت یزید بن زیاد شعبی نے غدّاروں اور منافقوں کی طرف آٹھ تیر چلائے جن سے اُن کے پانچ آدمی زمین پر گر کر جہنم رسید ہو گئے ابن زیاد شعبی جب تیر چھوڑتے تو امام عالی مقام علیہ السلام فرماتے۔

اللھم سد د رمیتہ واجعل ثواب الجنة

الٰہی ! اس کے تیر کو درست ہدف پر پہنچا اور اسے جنت کا ثواب عطا فرما۔

بالآخر مخالفین نے اُن پر غلبہ حاصل کر لیا اور وہ تیر اندازِ اجل کے شکار ہو گئے۔

حضرت ابن عبداللہ حنفی کی شہادت

ان کے بعد حضرت سعد بن عبداللہ حنفی جو کہ حضرت محمد بن حنفیہ کی والدہ کے اقرباء میں سے تھے نے اجازت طلب کی اور میدانِ قتال کی طرف جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔

آپ کوہ پیکر باد جنبش زمیں نورد اور آتش جوش گھوڑے پر سوار ہوئے، قطرۂ آب کی طرح چمکتی ہوئی تلوار حمائل کی اور نیزے کو گھوڑے کے کانوں پر سیدھا کیا۔

بگر دید پیش و پس و چپ و راست

باستاد آنکہ ہم آورد خواست

ابن عبداللہ حنفی کے مقابلہ میں جو بھی آتا جہنم رسید ہو جاتا اگر مقابل دور ہوتا تو آپ اسے نیزے میں پرو کر رکھ دیتے اور اگر نزدیک ہوتا تو تلوار کی ضرب سے اُس کا نقدِ حیات باندھ دیتے،

بالآخر ''لکل اجل کتاب'' اُن کی زندگی کا روزنامہ انجام کو پہنچا اور راقمِ اجل نے اُن کی زندگی کے صحیفہ پر ''کل من علیھا فان'' کی تحریر لکھ دی ''رضوان اللہ تعالیٰ علیہ''

حضرت جنادہ اور اُن کے بیٹے کی شہادت

اُن کے بعد جنادہ بن انصاری مسلح ہو کر میدان میں آئے اور بہت زیادہ جنگ کرنے کے بعد زندگی کا پل عبور کیا اور مرتبہ سرور کو پہنچ گئے۔

بعد ازاں اُن کے بیٹے حضرت عمرو بن جنادہ نے کلامِ حکمت فرجام اَلْوَلَدُ سِرُّ اَبِیہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے عالی قدر والد کے آثار کو زندہ کیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد اُس صاحبِ اوصافِ حمیدہ کے پاس پہنچ گئے۔

مرگ است کہ دوست را رساند بر دوست

رضوان اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت مرہ بن ابی مرہ کی شہادت

ان دو انصاری بزرگوں کی شہادت کے بعد مرہ غفاری ہزبرِ شکاری کی طرح معرکہء کارزار میں تشریف لائے اور بہادری کے ساتھ سپاہِ کوفہ و شام سے نبرد آزما ہوئے۔

وہ جس بدگہر پر تیغ گوہردار کی ضرب لگاتے اُسی وقت اُس کی جان کا شکار کر لیتے اور اُس تیرہ روزگار کے دل سے دھواں اُٹھنے لگتا عاقبت الامر مجلس دارالبوار سے جنات تجری من تحتھا الانہار کی محفل میں منتقل ہو گئے اور ملکوتِ عالیہ کے باغات کو عالمِ ناسوت کے فانی گھروں پر اختیار اور پسند کر لیا اللہ تعالیٰ اُن پر راضی ہو۔

آٹھوں بہشتوں کے آٹھ راہی

روایات میں آتا ہے کہ حضرت محمد بن مقداد اور حضرت عبداللہ بن دجانہ نے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اُس سیّد و سرور علیہ السلام سے اجازت طلب کی اور میدان میں جا کر بہادری کے ساتھ جنگ کی اور بہت سے یزیدیوں کو قتل اور زخمی کرنے کے بعد امام عالی مقام کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہونا چاہا۔

اسی اثناء میں فاجروں کے لشکر سے سواروں کے ایک دستہ نے اُن

کے گرد گھیرا ڈال دیا تو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے غلام حضرت سعد حضرت امام حسین علیہ السلام کے پانچ غلاموں

﴿۱﴾ حضرت قیس بن ربیع

﴿۲﴾ حضرت اشعث بن سعد

﴿۳﴾ حضرت عمر بن قرط

﴿۴﴾ حضرت حنظمہ اور

﴿۵﴾ حضرت حماد کو ساتھ لے کر میدانِ جنگ میں پہنچ گئے اور اُن کے ساتھ مل کر یزیدیوں کے ساتھ بہادری کے ساتھ جنگ کرنے لگے بالآخر بہشت کے آٹھوں دروازوں کے مناظر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

امام عالی مقام کا غم اور ساتھیوں کا جواب

اِس وقت تک حضرت امام حسین علیہ السلام کے دوستوں، غلاموں اور ملازمین سے ترپن ﴿۵۳﴾ حضرات جام شہادت نوش کرنے کے بعد اِس جہانِ فانی سے رحلت فرما چکے تھے اور سیّدنا امام حسین اور امام زین العابدین علیہما السلام کے علاوہ اُنیس افراد باقی تھے جن میں امام عالی مقام کے بھائیوں، بیٹوں اور قریبیوں کی تعداد سولہ تھی جبکہ دو افراد آپ کے ساتھیوں سے ایک شخص آپ کے غلاموں سے باقی بچا تھا۔

چنانچہ اِن حضرات کے واقعات کی تفصیل بیان ہوگی۔

چو نوبت بآلِ پیغمبر رسید
جہاں جامۂ صبر دَر ہم درید
زمیں شُد پُر اَز فِتنہ و ولولہ
فلک گشت پُر شور پر غلغلہ

اِس واقعہ میں زمانے کی زبان زاری کرتے ہوئے کہتی ہے۔

چیست یا رب کا تشے در عرصۂ عالم زدند
فتنۂ انگیختند و عالمے برہم زدند

آسمان و دار زبانِ اضطرار سے یہ بات اہلِ عالم کے کانوں میں پہنچا رہا ہے۔

ناشدہ روزِ قیامت اہل عالم راچہ شُد
نادمیدہ صورِ فرزندان آدم راچہ شد

امام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام نے جب دیکھا کہ دوستوں اور ہوا خواہوں سے کوئی شخص باقی نہیں رہا تو آپ کے دل پر سوزِ حسرت غالب آگیا، آپ نے آہِ شعبناک کھینچی تو اہلِ بیتِ کرام نے جان لیا کہ آپ کا ملال و غم اُن کے لئے ہے۔

اہل بیت کرام نے بیک آواز عرض کی! اے صدرِ مسند رسالت کی آنکھوں کے نور اور شہنشاہِ عرصۂ ولایت کے دل کے سرور آپ کسی قسم کا غم اور

فکر نہ کریں اور نہ ہی اپنے سینۂ بے کینہ پر غم کا داغ آنے دیں ہم آپ کے بعد زندہ رہنے کی خواہش نہیں رکھتے بلکہ ہماری خواہش یہ ہے کہ آج آپ کے قدموں پر سر قربان کریں تا کہ کل عرصۂ محشر میں اہلِ محشر کے درمیان ہمیں سرافرازی حاصل ہو۔

ہم آپ کے شوقِ مودّت کے سوختۂ داغ ہیں، ہمیں شعلہ مصیبت کا کیا ڈر ہے ہم آپ کی محبت کے دریا میں غرق ہیں ہمیں سیل ہلاکت کا کیا خوف ہوسکتا ہے،

دل کا گھر آپ کے معمارِ عنایت کی کوشش سے معمور ہے طوفانِ محن سے اگر خانہ بدن ویران ہوتا ہے تو ہمیں کچھ اندیشہ نہیں۔

ما کہ دادیم دل ودیدہ بطوفانِ بلا
گو بیا سیلِ غم و خانہ زبنیاد ببر

سیدنا امام حسین علیہ السلام رونے لگے اور اُن لوگوں کے حق میں دعائے خیر کی۔

حضرت عبداللہ بن مسلم کا اجازت طلب کرنا

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے اقربا میں سے سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے ابن رسول اللہ مجھے اجازت عطا فرمائیں تا کہ مرکبِ ہمت کو

عرصۂ آخرت کی طرف لے جاؤں اور اپنے والد مسلم بن عقیل کو آپ کا سلام پہنچاؤں،

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے بیٹے ابھی تیرے باپ مسلم کی جدائی کا داغ آسودہ نہیں ہوا اور ابھی اَن دیکھے جہان میں نئے پہنچنے والے تیرے بھائیوں کا غم پیوستۂ دل ہے،

اِس وقت تو اپنی جدائی کے سوز سے مجھے آتشِ ہجراں میں نہ ڈال اور مجھے اپنے باپ کی مصیبت کے زہر آلود جام پر اپنے فراق کا تلخ شربت نہ دے، تو مسلم بن عقیل کی یادگار ہے تجھے تیرے باپ کی جدائی کا اَلم کافی ہے ابھی وقت ہے کہ اپنی والدہ کو ساتھ لے کر کہیں چلا جا اِن سب لوگوں کی نگاہیں مجھ پر لگی ہوئی ہیں جب تک یہ مجھے دیکھ رہے ہیں دوسروں کی پرواہ نہیں کریں گے،،

حضرت عبداللہ نے عرض کی اے ابن رسول اللہ! آپ کو اُس معبود برحق کی ذات کی قسم جس نے آپ کے نانا جان کو حق کے ساتھ مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا مجھے میدان میں جانے دیں اور مخالفین کے ساتھ جنگ کرنے سے نہ روکیں، یہاں تک کہ میں آپ کی خدمت میں اپنے باپ کا درجہ حاصل کروں۔

کیونکہ سب سے پہلے جس نے آپ پر اپنی جان قربان کی وہ میرا باپ تھا اِس لئے آپ کے اقرباء میں سے اِس مقام پر آپ کی غلامی میں سر

پیش کرنے والا سب سے پہلا فرد میں ہوں گا۔

امام حسین علیہ السلام نے جناب عبداللہ کو آغوش میں لے کر فرمایا! اے مونس وغم گسار اور اے میرے چچا کے بیٹے کی یادگار تیرے ساتھ میری آنکھیں روشن اور دل شاد تھا یہ بھی مجھ پر حلال نہیں اور دنیا میں ہماری مصاحبت ختم ہو چکی ہے پھر آپ نے اُنہیں اجازت دے کر رخصت کر دیا۔

حضرت عبداللہ کا قدامہ سے مقابلہ

حضرت عبداللہ بن مسلم نے میدان میں پہنچ کر رجز شروع کی اور گھوڑے کو جولانی میں لا کر مبارز طلبی کی کبھی آپ مریخ تیغ زن کی طرح شمشیرِ آبدار کو کام میں لاتے اور کبھی شہاب ثاقب کی طرح نیزۂ آتش بار کے ساتھ حملہ کرتے اور اپنے والد گرامی کے انتقام میں مقابلہ کرنے والوں کے اجسام کی بنیاد زیروزبر کر دیتے۔

ابن سعد نے قدامہ بن اسد فزاری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے قدامہ! طریقہ جنگ کا آغاز کر اور صف سے باہر آ کر بہادروں کی طرح اِس ہاشمی کی طرف توجہ دے ہو سکتا ہے تو اِس بلا کو میرے لشکر کے سر سے ٹال دے اور خود کو کوفہ وشام کے مبارزوں اور لڑاکوں میں سرافراز کر سکے۔

قدامہ پورے طور پر مسلح ہو کر تیز گام گھوڑے پر سوار ہو کر انجام کے راستے پر تیزی سے چل پڑا، اُس کا گھوڑا دورہ خورشید کے ساتھ ہمتان اور

طے مراحل اور قطع منازل کے لئے ماہِ جہاں پیما کے قاصد کے ساتھ جڑواں تھا۔

چُوں اشکِ عاشقاں گُل گُوں و خُوش رُو
جہاں پیما تر از شبدیز خسرو
بسرعت پر فلک پیشے گرفتہ
بپو یہ با قمر خویشے گرفتہ

تازاں تازاں اور ابن سعد کی دلنوازی کے ساتھ نازاں قدامہ حضرت عبداللہ بن مسلم رضی اللہ عنہ کے سامنے آیا تو حضرت عبداللہ نے نیزے کے ساتھ اُس پر حملہ کر دیا، قدامہ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ایک طرف ہو گیا حضرت عبداللہ بار بار اُس پر حملہ آور ہوتے اور وہ بار بار سامنے سے ہٹ جاتا۔،

حضرت عبداللہ ہر چند اُس کے پیچھے گھوڑا دوڑاتے مگر اُس تک پہنچ نہ پاتے، حضرت عبداللہ کے گھوڑے نے اُس روز پانی نہیں پیا تھا بلکہ گھاس اور جو تک بھی نہیں دیکھ سکا، حضرت عبداللہ جب قدامہ تک پہنچنے سے تنگ آ گئے تو آپ نے نیزہ پھینک دیا اور تلوار کھینچ کر میدان کے ایک گوشہ میں رُک گئے، قدامہ نے جب دیکھا کہ حضرت عبداللہ کے ہاتھ میں نیزہ نہیں ہے تو اُس نے خوش ہو کر گھوڑے کو چھیڑا اور حضرت عبداللہ کے پاس آ کر اُنہیں نیزہ مارا حضرت عبداللہ اپنی طرف نیزہ آتے دیکھ کر گھوڑے پر جھک

گئے اور قدامہ کا وار خالی دے دیا، پھر آپ گھوڑے کی زین پر سیدھے ہو گئے اور قدامہ نے گھوڑا موڑ کر چاہا کہ آپ پر دوبارہ حملہ کرے کہ حضرت عبداللہ نے اُس کے چہرے پر تلوار ماری جس نے اُس شوم کا ایک کلہ چیر کر رکھ دیا پھر آپ نے ہاتھ بڑھا کر اُس کو کمر بند سے پکڑ کر زور لگایا تو اُسے گھوڑے سے نیچے گرا دیا ساتھ ہی آپ نے اپنا گھوڑا غلام کو دے کر اُس کے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور زمین سے اپنا نیزہ اُٹھا لیا،

بعد ازاں آپ نے مبارز طلبی کرتے ہوئے رجز پڑھی جس کے کچھ حصہ کا مفہوم اِن اشعار میں بیان کیا گیا،،

امروز بینم پدر سوختہ جاں را
پیش شبہ مظلوم کشم روح و رواں را
یا دولت جاوید با غوش در آرم
دَر روضۂ فردوسِ عُرُسانِ جناں را
زاں پیش کہ باشیر نجلوت بنشینم
با خاک برابر کنم ایں جمع سگاں را

حضرت عبداللہ کی بہادرانہ جنگ

روایت آئی ہے کہ سلامہ بن قدامہ نے جب حضرت عبداللہ بن مسلم کی شجاعت کا مشاہدہ کیا تو ابن سعد سے کہا اے سپہ سالار میں نے بہت

سی جنگوں میں حصہ لیا ہے اور بے شمار بہادروں اور لڑاکوں کو دادِ شجاعت دیتے دیکھا ہے مگر میری آنکھ نے اِس ہاشمی جوان جیسا بہادر کسی کو نہیں دیکھا۔

سالہا لعب نماید فلک چوگاں قدر
تا چنیں شہسوارے سوئے میداں آرد

جب دشمنوں کی فوج نے حضرت عبداللہ کی حرب و ضرب کا مشاہدہ کیا تو اُن سے لرزاں و ہراساں ہو گئے، کسی شخص میں یہ طاقت نہ تھی کہ اُن کے ساتھ جنگ کے لئے صف سے باہر نکلتا۔

حضرت عبداللہ ایک ساعت تک کھڑے رہے مگر اُن کے سامنے کوئی شخص مقابلہ کرنے کے لئے نہ آیا اِسی اثناء میں اُن پر پیاس نے غلبہ کیا تو اُنہوں نے یزیدیوں کے لشکر کے دائیں طرف حملہ کر دیا اور میمنہ کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا، آپ کی تلوارِ آبدار نے دشمنوں کے بہت سے سواروں اور سواریوں کو قتل اور زخمی کر دیا جن میں نہروان کے خارجیوں کا بقیہ حمیر حمیری اور اُس کا بیٹا کامل بن حمیر بھی واصلِ جہنم ہو گیا۔

حضرت عبداللہ لشکر کے میمنہ سے پلٹے تو اُن کی تلوار سے خون کے قطرات ٹپک رہے تھے، پھر اُنہوں نے قلبِ لشکر پر حملہ کر دیا اور دُشمنوں کے تقریباً بیس افراد کو قتل کر دیا جن میں صالح بن نصیر بھی جہنم رسید ہو گیا وہاں سے آپ نے لشکر کے میسرہ کی طرف رُخ کیا اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے ابن سعد کے لشکر کے پہلوان قدامہ حبشی کے پاس جا کر اُسے جہنم رسید کیا،

حضرت عبداللہ بن مسلم کی شہادت

بعد ازاں اُنہوں نے امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے واپسی کا ارادہ کیا تو دشمنوں کے پیادوں نے اُن کا راستہ روک لیا اور خداع دمشقی نے اچانک اُن کے عقب میں آ کر تلوار ماری اور اُن کے گھوڑے کے پاؤں قلم کر دیئے، گھوڑا اپنے پاؤں پر کھڑا نہ رہ سکا تو آپ گھوڑے سے اُتر کر زمین پر کھڑے ہو گئے اِسی اثناء میں نوفل بن مزاحم حمیری نے اُن پر نیزے کا وار کر دیا اور بعض کے نزدیک عمرو بن صبیح صیداوی نے تیر مار کر خلاصہ خاندان عقیل کو شہید کر دیا رضوان اللہ علیہ۔

دریغ دو رو کہ خورشیدِ آسمانِ کمال
غروب کرد زِاوج شرف ببرجِ زوال
ہمائے رُوحِ رفیعش کشاد بال و برفت
ازایں نشیمنِ فانی بآشیانِ وصال

حضرت جعفر بن عقیل کی شجاعت و شہادت

حضرت عبداللہ کے چچا حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہما نے خون میں ڈوبے ہوئے اپنے شہید بھتیجے کو دیکھا تو زار و قطار روتے ہوئے امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت حاصل کی اور میدان میں

جا کر رجز پڑھنے لگے جس کے بعض حصے کا ترجمہ ابوالمفاخر رازی کی نظم میں اِس طرح ہے۔

قُرۃ العینِ عقلیم و مُولائے حُسین
جان و دل پاک ز آلائشِ ہر تہمت و شین
پسرِ عم من است ایں ش و شہزادۂ کہ ہست
قرۃ العین بنی چشم و چراغ ثقلین
ایں جبین بن علی است کہ جبریل امین
پرورش داد ور اور حلل اُحتین

اُس صفدر کے مقابلہ میں جو شخص بھی میدان میں آتا اُسی وقت آپ کی جان و جہان کی شاخ ثمر بار ہو جاتی اور آپ ضَربِ تیغ سے مدِّ مقابل کی بیخ کنی کر دیتے اور گوشہ قرار کے لئے کُشتوں کا پُشتہ بناتے جاتے۔

جب وہ مردم خور کُتّے میدانِ جنگ میں بے بس ہو گئے تو ایک دم آپ کو گھیرے میں لے کر چاروں طرف سے وار کرنے لگے۔

بالآخر جناب جعفر کا سینۂ سکینہ گردابِ اضطراب میں آ گیا اور وقار وصبر کی کشتی غرقابیِ اضطرار میں گر پڑی اور آپ دریائے شہادت میں غوطہ لگا کر گوہرِ شرف لے آئے۔

در فرقتِ آں نورِ دل و راحتِ روح
جاں ہا ہمہ محزون شُد و دل ہا مجروح

حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل کی شہادت

حضرت عقیل کے بیٹے جعفر بن عقیل دنیا سے تشریف لے گئے تو اُن کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل رضی اللہ عنہما میدان کی طرف روانہ ہوئے آپ نے بہادری کی کمر باندھی اور مرکب تازی پر بیٹھ گئے قطرۂ آب کی طرح چمکتی ہوئی تلوار حمائل کی اور آگ کے شعلے جیسا حربہ ہاتھ میں لیا،،

وما دم بداں حربۂ مردکش

بمردم کشے دست می کرد کش

بالآخر عبداللہ بن عروہ خثعمی کے تیر سے جامِ سعادتِ شہادت نوش فرما کر جناب عبدالرحمٰن عندالرحمٰن مجلسِ صدق میں پہنچ گئے اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو۔

حضرت زینب خاتون کے بیٹے محمد کی جرأت وشجاعت

جب حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد شہید ہوگئی تو حضرت جعفر طیار کے بیٹوں کی باری آگئی، اِن میں سے سب سے پہلے حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے اوجِ ولایت کے شہبازِ بلند پرواز اور اے عنقائے

دل رُبائے جانفزائے قافِ قربِ ہدایت مجھے اجازت عطا فرمائیں تا کہ میں اپنے دل کی آرزو اور اپنا مدعا حاصل کروں اور اِس سے پہلے جانے والے اپنے دادا جان پاکیزہ سرشت کے ساتھ بہشت کی فزائے خوش ہوا میں پرواز کروں اور شہادت کے پروں سے آشیانہ ٔسعادت میں پہنچ جاؤں جیسا کہ پرندے دانہ چگتے ہیں، اِن ویرانہ اُدبار کے چغد صفتوں اور آشیانہ انکارو استکبار کے بوم سیرتوں کو عرصہ زمین سے منقارِ کارزار کے ساتھ چن لوں۔

امام حسین علیہ السلام نے اُنہیں اجازت عطا فرمائی تو اُنھوں نے میدان میں آ کر رجز کا آغاز کیا،

''نور الائمہ'' میں روایت آئی ہے کہ اُن کی رجز کا ترجمہ یہ ہے اے اہلِ کوفہ اور نا اہلانِ شام

با شما کار زار خواہم کرد
بر شما کار زار خواہم کرد
وز برائے دلِ حسین علی
جان خود را نثار خواہم کرد
تا کنم دست ظالماں کو تاہ
پا بحرب استوار خواہم کرد
کین خود از شما بخواہم خواست
سروں آشکار خواہم کرد

شکوہ در پیشِ جعفرِ طیّار
اَز شما بے شُمار خواہم کرد

جناب محمد بن عبداللہ نے جنگ کرتے ہوئے بہادروں کے مغز سے میدان کو چکنا کر دیا اور بالآخر آشیانۂ اقدس کی طرف پرواز کر گئے اور اُن کی مقدّس رُوح کا طائرِ بہشت کے سبز پروں والے پرندوں کے آشیانہ میں آرام پذیر ہوا۔

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی عالی قدر ہمشیرہ سیّدہ زینب خاتون سلام اللہ علیہا اپنے فرزندِ دلبند کے فراق میں رونے لگیں تو امام حسین علیہ السلام نے اُنہیں تسلی دے کر خاموش کروادیا۔

حضرت زینب کے بیٹے حضرت عون کی شہادت

جناب محمد بن عبداللہ کے بھائی جناب عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہٗ نے اپنے بھائی کو شہید ہوتے دیکھا تو بے اختیار خود کو قاتلوں کے درمیان لے گئے اور جب اپنے بھائی کے قاتل کو دیکھا تو اُس کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ ایک ہی ضرب میں اُس کا کام تمام کر دیا۔

بعد ازاں آپ حضرت امام عالی مقام کی بارگاہِ عالی میں حاضر ہوئے اور معذرت پیش کرتے ہوئے عرض کی! لائقِ احترام ماموں جان میں اپنے بھائی کے فراق میں بے خود ہو گیا تھا، اِس لئے آپ سے اجازت

حاصل نہ کر سکا اب کرم فرما کر مجھے اجازت مرحمت فرمائیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے انہیں اپنے پاس بلا کر آغوش میں لے لیا اور پھر اُنہیں اجازت دے کر رخصت فرمادیا، حضرت عون علیہ السلام نے میدان میں آ کر رجز خوانی کی، ابوالمفاخر رازی نے اُن کی رجز کا ترجمہ اِس طرح کیا ہے۔

مائم بقوتِ عیاں ہا
برخاستہ از رہ گمان ہا
در معرضِ رغبتِ شہادت
بردست نہادرہِ نقدِ جاں ہا
چُوں اخترِ تیغ زُن کشیدہ
دَردِیدہ اہر من سناں ہا
اَے قبلہ طرازِ دین تازی
ما طائفہ نیستم از آں ہا
کز خدمت او ملول گردیم
ور زیرو زبر شود جہاں ہا
پا فرو شیم حاش للہ
وصل تو باصل خان و مانہا

جناب عون نے اپنے برادر کے غصہ میں مقابلے کی دعوت اور

فولادی تلوار سے دشمنوں کی زندگی کا درخت چیر ڈالا بالآخر عار یتاً زندگی سے قدم اُٹھایا اور بل احیاء عند ربھم کی منزل میں جار کھا" رضوان اللہ علیہ"

حضرت عبداللہ بن امام حسن کا اجازت طلب کرنا

امامِ مظلوم سید نا امام حسین علیہ السلام کے مقدس بھانجوں کی شہادت کے بعد آپ کے غمزدہ بھتیجوں کی باری آگئی سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن امام حسن علیہ السلام اپنے بزرگ چچا کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت عبد اللہ نہایت خوبصورت جوان تھے جیسے کہ چاند کا ٹکڑا اور سروِ آراستہ،

آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی اے خلاصۂ خاندانِ رسالت و امامت اور اے پسندیدۂ دُور مانِ ولایت و کرامت مجھے اجازت عطا فرمائیں کیوں کے مجھ میں اپنے قریبیوں کی جدائی برداشت کرنے کی طاقت نہیں اور نہ ہی اُن کے ہجر کا بوجھ اُٹھا سکتا ہوں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! آہ میں تجھے جنگ کی اجازت کس طرح دُوں کیونکہ کے تُو میرے بھائی کی یادگار ہے اور میرے نزدیک میری جان کے برابر ہے۔

حضرت عبداللہ بن حسن علیہ السلام نے حضرت امام حسین کو قسم دی اور جنگ کی اجازت لے کر میدان میں پہنچ گئے اور فرمایا۔

ابن تنکرونی فانا فرع الحسن
سبط النبی المصطفیٰ والمؤتمن

آپ کی رجز کے ترجمہ میں ابوالمفاخر نے شعر کہے ہیں اور کیا ہی خوب کہا ہے۔

خواجۂ ہر دو جہاں جدِّ مَن است
جدّ دیگر ولی ذوالمنن است
پدر محترم محتشم
نور بینائی زہرا حسن است
ویں شہنشاہ گرانمایہ حسین
ہادی راہ حق و عم مَن است
نائب ذوالمنن است اندروں
آنکہ اِمروز اِمامِ زمن است
طائر قدسم و عمّ پدرم
شہر طیّار مرصّع بدن است
توچہ مرغے و ترا خاَر جہاں
روش و پرورش اندر چہ فن است
حاصل عُمر شقا اہل نفاق
طاعت و پیروی اہرمن است

روز رفتن بسقر کار شماست

جاں ربودن زبدن کار مَن است

روایت آئی ہے کہ جب حضرت عبداللہ میدان میں تشریف لائے تو مبارزطلبی کے لئے توقف نہ کیا اور غبارِ راہ میں لپٹے ہوئے ابن سعد کے لشکر کے درمیان پہنچ گئے۔ جب آپ ابن سعد کے پاس پہنچے تو بائیس یزیدیوں کی عمر کا خرمن بادِفناء کے حوالے کر چکے تھے۔

ابن سعد نے شہزادۂ حسن کی تیغ سے ڈرتے ہوئے اپنے گھوڑے کی لگام موڑی اور اپنے سواروں کے درمیان بھاگ گیا۔

حضرت عبداللہ میدان میں واپس آ گئے اور کچھ عرصہ خود کو آسودہ کرنے کے بعد مقابلے کی دعوت دی۔

ابنِ سعد کی پریشانی

ابن سعد نے جب دیکھا کہ حضرت عبداللہ میدان میں چلے گئے ہیں تو لشکر کی پہلی صف میں آ کر لوگوں کو جنگ کی تحریص دلاتے ہوئے دولت وخلعت اور غلام ومرکب کا وعدہ کیا، بختری بن عمرو شامی نے اُس کے سامنے آ کر کہا اے ابن سعد تو لشکر کی سپہ سالاری کا دعویٰ کرتا ہے اور سالاری وسرداری سپہ داری کا داعیہ رکھتے ہوئے اِس ہاشمی جوان کی تلوار سے بھاگتا پھرتا ہے۔

ابن سعد نے نادم ہو کر کہا! اے بختری جان پیاری ہے اور عمر کا بدل نہیں اگر نہ بھاگتا تو اُس کے ہاتھ سے جان نہ بچا سکتا، اور عمر عزیز کو رخصت کر دیتا اگر تو چاہتا ہے کہ سچی بات کہوں تو ابھی یہ نوجوان میدان میں کھڑا ہے، اور اِس کی چشم انتظار مقابلہ کرنے والے کا راستہ دیکھ رہی ہے، اِس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے چلا جا تا کہ ہاشمیوں کی گرفت کو دیکھ سکے اور درختِ کارزار اور اُن کے حرب و پیکار کی شاخ سے نا کامی اور بے فرجامی کا پھل چن سکے۔

سر و تاج از دعویٰ آورِ یختی
بنا موس رنگ بر انگیختی
برو تا بینی کہ ایں مرد کیست
بدانی کہ انجام ایں کار چیست
چوں آنجار سی بر تو کیں آورد
زتندی گرہ برجبیں آورد
چنانت دہد مالش از تیغ تیز
کہ یا مرگ خواہی از دیا گریز

بختری کی بدبختی

بختری نے ابنِ سعد کی بات سُنی تو شرمندہ ہو گیا، اور اُس کے

غضب کی آگ مشتعل ہوگئی، چنانچہ اُس نے اپنے پانچ سو خاص سواروں کو ساتھ لیا اور حضرت عبداللہ بن حسن علیہ السلام کے سامنے آ گیا۔

امام حسین علیہ السلام کی صفوں سے امام حسن علیہ السلام کے غلام پیروزان اور جناب محمد بن انس اور حضرت اسد بن ابی دجانہ شہزادۂ حسن علیہ السلام کی امداد کے لئے نکل آئے، پیروزان سب سے آگے نکل گئے اور بختری کے سامنے پہنچ گئے،

بختری نے اِنتہائی غصّے کے ساتھ پیروزان پر حملہ کیا، پیروزان نے بھی اُس پر حملہ کر دیا، حضرت عبداللہ بن حسن علیہ السلام اپنے غلام کے لئے ڈر گئے، اور نیزے کا رخ اُن سواروں کی طرف کر دیا، اُن کے پیچھے جناب اسد اور جناب محمد بن انس نے بھی سپاہِ یزید پر حملہ کر دیا،

جب پیروزان نے دیکھا کہ شہزادۂ حسن علیہ السلام نے حملہ کر دیا ہے، تو اُس نے بھی بختری سے منہ موڑ لیا اور ساتھیوں کے ساتھ مل کر ایک ہی حملہ سے پانچ سو سواروں کو مار بھگایا، یہاں تک کہ دشمنوں کے لشکر کے درمیان پہنچ گئے۔

اشیث بن ربعی پانچسو سواروں کے ساتھ صفِ لشکر سے نکلا اور بختری پر آوازہ کستے ہوئے کہا تجھے شرم آنی چاہیے کہ تیرے یہ پانچسو جنگجو چار اشخاص کے سامنے نہیں ٹھہر سکے، پس اُس نے اُس کے لشکر کو واپس کیا اور اپنے پانچسو سواروں سمیت اِن چاروں بہادروں کا گھیراؤ کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن امام حسن علیہ السلام ؓ ث کے سامنے آگئے جبکہ محمد بن انس اور حضرت اسد بھی اُن کے ساتھ تھے۔

پیروزان کی بہادری

پیروزان نے دوسری بار بختری پر وار کیا اور اُس کے لشکر کو زیر و زبر کر دیا،

ابن سعد سے نقل ہے اُس نے کہا! میں نے اُس روز پیروزان کی جنگ کو دیکھا خدا کی قسم! اگر اُسے پانی کا ایک گلاس مل جاتا تو وہ ہمارے پورے لشکر کو کافی تھا۔

وہ اپنی انتہائی شجاعت و بہادری سے لڑ رہا تھا میں نے شمار کیا تو اُس نے ایک سو اسی افراد کو نیزہ کے ساتھ اور بیس کو تلوار کے ساتھ ہلاک کر دیا،

روایت آئی ہے کہ جناب پیروزان زبردست جنگ کرنے کے بعد امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں واپس ہونے لگے تو عثمان موصلی نے بے خبری میں عقب سے اُن کی پشت پر نیزے کا وار کر دیا،

جناب پیروزان گھوڑے سے گر پڑے اور اُن کا گھوڑا صحرا کی طرف بھاگ نکلا پیروزان جب پیادہ ہوئے تو اُنہوں نے نیزہ پھینک کر ڈھال سامنے کی اور میان سے تلوار کھینچ کر اُن مکاروں سے جنگ کرنے لگے۔

حضرت اسد بن ابو دجانہ کی شہادت

حضرت اسد بن ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے پیروزان کو پیادہ دیکھا تو اپنے گھوڑے کو مہمیز لگا کر یزیدیوں پر حملہ آور ہو گئے اور پیروزان کا گھیراؤ کرنے والے چودہ اشخاص کو قتل کر دیا اور باقی ماندہ کو بھگا دیا اور پیروزان کے پاس آ کر کہا اے برادر! کوشش کر اور میرے گھوڑے پر سوار ہو جا۔

پیروزان نے اُن کے گھوڑے پر سوار ہونا چاہا تو اچانک مخالفین نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا، اور جنگ شروع کر دی۔

جناب اسد نے جناب پیروزان کو چھوڑ دیا، اور اُن لوگوں کے سامنے آ کر جنگ کرنے لگے۔

اسی اثناء میں بختری حضرت اُسد بن دجانہ کے دائیں طرف سے نمودار ہوا،

آپ کے پہلو پر نیزہ مارا جس کو نوک دوسری طرف سے باہر نکل گئی حضرت اسد کے ہاتھ سے نیزہ گر پڑا،

حضرت اسد نے چاہا کہ تلوار اُٹھائیں مگر اُن کے پہلو نے کام نہ کیا اسی اثناء میں ارزق بن ہاشم آگے بڑھا اور تلوار کی ایک ہی ضرب سے جناب اسد کام تمام کر دیا۔

ابن حسن کی شجاعت اور پیروزان کی شہادت

اُدھر حضرت عبداللہ بن حسن علیہا السلام بن ربعی کے ساتھ مصروفِ کارزار تھے اِسی اثناء میں آپ کے جسم پر تیرہ زخم آچکے تھے، تاہم آپ انتہائی بہادری کے ساتھ جنگ کررہے تھے یہاں تک کہ وہ لوگ آپ سے گریز پا ہونے لگے، جب آپ نے دیکھا کہ یزیدیوں کا لشکر نحوست اثر پیروزان اور اسد کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے تو آپ نے اُس طرف حملہ کردیا اور آگے بڑھنے لگے، یہاں تک کہ جب آپ اُن کے پاس پہنچے تو حضرت اسد رضی اللہ عنہٗ شہید ہوچکے تھے،،

حضرت عبداللہ نے جنابِ اسد کے قاتل کو نیزہ کے ایک ہی وار سے ہلاک اور بختری کو زخمی کردیا۔

اُن سے یزیدیوں کا لشکر بھاگتا پھرتا تھا آپ نے پیروزان کو گرے ہوئے دیکھا تو ہاتھ لمبا کرکے زمین سے اُٹھا کر اپنے آگے گھوڑے کی زین پر بٹھا کر چلنے لگے۔

حضرت عبداللہ ابن حسن علیہ السلام کا گھوڑا مبارک چند قدم چلا تو کمزور پڑنے لگا کیونکہ اُسے سو سے زیادہ تیروں کے زخم آچکے تھے اور وہ بھوکا پیاسا بھی تھا۔

پیش ازیں گھوڑے نے ہر طرف خوب بھاگ دوڑ کی تھی اب جبکہ

اُس پر دو اشخاص سوار ہوئے تو اُس میں چلنے کی طاقت نہ رہی اور وہ کھڑا ہو گیا، جناب عبداللہ پیادہ ہو گئے اور پیروزان کو گھوڑے سے اتار لیا۔

آپ کے چچا حضرت عوف بن علی علیہ السلام نے جب آپ کو پا پیادہ دیکھا تو گھوڑا دوڑاتے ہوئے اُن کے پاس آگئے جناب عبداللہ اُس گھوڑے پر سوار ہو گئے اور پیروزان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عوٗن کے ہاتھ میں دے دیا، حضرت عون نے چاہا کہ وہ پیروزان کو اپنے ساتھ لے جائیں مگر پیروزان زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گئے اللہ تعالیٰ اُن پر راضی ہو،،

حضرت عبداللہ بن امام حسن علیہ السلام رونے لگے، اور حضرت عون بن علی رضی اللہ عنہ بھی اُن کی موت پر گریہ کناں ہو کر افسوس کرنے لگے،،

از غم و حسرتِ یارانِ وفا دار دریغ
ترک احباب گرفتند بیک بار دریغ
بالبِ تشنہ بخوں غرقہ برفتند افسوس
ما بما ندیم بصد حسرت و تیمار دریغ

حضرت عبداللہ بن حسن کی بے مثال بہادری

شہزادۂ مؤتمن یعنی حضرت عبداللہ بن حسن علیہما السلام نے دوسری

مرتبہ دست توکل حبل المتین حسبی اللہ میں اُستوار کیا اور رکاب وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللہ میں پاؤں ٹکا لئے ، اور دل کو دنیا و مافیہا سے اُٹھا کر عنانِ اختیار ارادتِ آفریدگار کے قبضہ میں دے دی۔

روان کرد رخش عناں تاب را
برانگیخت چوں آتش آں آب را

آپ نے مخالفین کے لشکروں کی طرف رُخ کر کے مقابلہ کی دعوت دی، مگر کوئی شخص اُن کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے باہر نہ نکلا ، ابن سعد نے ہر چند کوشش کی مگر کسی نے اُس کی بات نہ سُنی یہاں تک کہ اُس نے غضبناک ہوکر اپنے لشکر کو گالیاں دیں اور اُن پر نفرین کی ،،

یوسف بن اجار گھوڑا بڑھا کر ابن سعد کے سامنے آیا اور کہا اے ابن سعد ملکِ رے کی بادشاہی کا فرمان تیرے ہاتھوں میں ہے، اور سپہ سالاری کا پرچم تو نے اٹھا رکھا ہے، ہمیں گالیاں دینے کی بجائے خود سامنے کیوں نہیں جاتا ،،

ابن سعد نے جواب دیا ! امیر جلیل ابن زیاد نے مجھے خود جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ اِس لشکر کو میرے تابع فرمان کیا ہے، تا کہ انہیں جنگ کے لئے بھیجوں ، پس میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تو میرے حکم کے مطابق اِس نوجوان سے مقابلہ کر اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں ابنِ زیاد کے سامنے تیری شکایت پیش کروں گا ،،

یوسف بن اجبار نے ڈرتے ہوئے گھوڑا دوڑایا اور حضرت عبداللہ بن حسن کے سامنے آ گیا اور اُڑتے ہوئے غبار میں حضرت عبداللہ پر نیزے سے وار کر دیا، شہزادہ امام حسن علیہ السلام نے اُس کے وار کو رد کیا اور اپنا نیزہ اُس کے حلق پر مارا جو اُس کی گردن کے آر پار ہو گیا وہ شقی جھکتا ہوا گھوڑے سے نیچے گرا اور جہنم رسید ہو گیا،،

اُس کے بیٹے طارق بن یوسف نے اپنے باپ کا یہ حال دیکھا تو حضرت عبداللہ کے سامنے آ کر بیہودہ گوئی کرنے لگا اور حیا و ادب کی رسم کو ایک طرف ڈالتے ہوئے گالیاں بکنے اور ناروا باتیں کرنے لگا،

جناب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُس کی بکواس سُننے کی طاقت نہ رہی تو اُس پر نیزے سے حملہ کر دیا،،

طارق نے سُبک دستی سے تلوار چلائی اور حضرت عبداللہ کا نیزہ دو ٹکڑے کر دیا اور چاہا کہ اسی تلوار سے حضرت عبداللہ پر حملہ کرے مگر حضرت عبداللہ نے گھوڑے کو تازیانہ دکھایا اور تلوار کے ساتھ فضاء ہی میں اُس کا پنجہ کاٹ دیا جب اُس کا ہاتھ کٹ گیا تو اُس کی تیغ گر گئی،

حضرت عبداللہ نے اُس کی کمر میں دوسرا ہاتھ ڈال کر اُسے زین سے اُٹھایا اور زمین پر دے مارا جس سے اُس کی ہڈیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں،

اُس طارق کا چچا زاد بھائی مدرک بن سہل تھا اُس نے جب اپنے چچا زاد کو قتل ہوتے دیکھا تو اُس کے دل پر غم والم کا غبار بیٹھ گیا، اُس نے میدان میں آ کر

جنابِ حیدر کرار اور اُن کے نامدار بیٹوں جو کہ خلاصۂ ابرار میں ہیں کے حق میں بہت زیادہ فحش کلامی کی،

حضرت عبداللہ اُس کی بکواس کو برداشت نہ کر سکے اور اُس پر تلوار کا وار کر کے اُس کے ناپاک جسم کا نصف حصہ کاٹ کر زمین پر گرا دیا کچھ حصّہ زین پر رہ گیا،،

شہزادۂ حسن علیہ السلام نے اُس کے جسم کے باقی ماندہ حصے کو پاؤں سے پکڑ کر دور پھینک دیا اور اپنے گھوڑے سے اُتر کر اُس کے قیمتی اور عمدہ گھوڑے پر سوار ہو گئے اور مبارز طلبی کی یزید کے لشکریوں نے آپ کی تیغ سے ہراساں ہو کر سر جھکا دیئے،،

دشمنوں کے دل میں آپ کی ہیبت بیٹھ گئی، آپ نے جب دیکھا کہ کوئی شخص مقابلے میں نہیں آتا تو آپ نے تنگ آ کر چاہا کہ خود کو دشمنوں کی فوج پر دے ماریں، اچانک آپ نے دیکھا کہ ایک مضبوط نیزہ صحرا میں پڑا ہوا ہے آپ نے اُسی وقت تیزی سے اُسے اُچک لیا۔

اور مخالفوں کے لشکر کے میمنہ پر حملہ کر دیا اور اُن کی صفوں کو درہم برہم کرتے ہوئے اپنے نیزے سے بارہ اشخاص کو واصلِ جہنم کر دیا پھر آپ لوٹ کر حضرت امام حسین کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی چچا جان پیاس۔

حضرت عبداللہ کی شہادت

حضرت امام حسین نے فرمایا! اے چچا کی آنکھوں کی روشنی اور سینہ پرغم کی تازگی تجھے عنقریب تیرے دادا جان اور ابا جان پانی پلائیں گے اور تیرے دل کے زخموں پر مرہم راحت رکھیں گے، پس حضرت عبداللہ اس بشارت سے شاد و مسرور ہو کر دوبارہ میدان میں تشریف لائے تو اُن پر پانچ ہزار افراد نے یک بارگی حملہ کر دیا اور تیر و تلوار، نیزہ و سنان، ناوک و زوبین اور خنجروں کے وار کرنے لگے۔

یہاں تک کہ آپ نے اُن پر جوابی حملے کرتے چاہا کہ ایک طرف نکل جائیں مگر نہ نکل سکے حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کے لشکر کے علمدار حضرت عباس بن علی علیہما السلام نے پرچم حضرت علی اکبر کے ہاتھ میں دیا اور اپنے بھائی حضرت عون بن علی کو ساتھ لے کر حضرت عبداللہ کی مدد کو آئے اور انہیں دشمنوں کے گھیرے سے باہر نکالا حضرت عبداللہ بہت زخمی ہو چکے تھے اور آہستہ آہستہ چل رہے تھے اچانک نبہان بن زہیر نے آپ کے عقب سے آپ کے کندھوں کے درمیان تلوار کا وار کیا تو جناب عبداللہ گھوڑے سے نیچے گر پڑے اور جب گرے تو عالمِ قُدس میں قدم جا رکھا "رضوان اللہ علیہ"

حضرت عباس نے پیچھے مڑ کر اِس حال کا مشاہدہ کیا تو جھپٹ کر

نبہان کے سر پر تلوار کا وار کیا اور ایک ہی ضرب سے اُس کا سر کاٹ کر دس قدم دور پھینک دیا،،

نبہان کے بیٹے حمزہ نے چاہا کہ حضرت عباس پر نیزے کا وار کرے مگر حضرت عون بن علی نے پہل کرتے ہوئے تیز دست تلوار کے ساتھ حمزہ کا نیزہ اڑا دیا اور حضرت عباس نے تلوار کے دوسرے وار سے اُس کا کام بھی تمام کر دیا اور حضرت عبداللہ کو اُٹھا کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیمہ کے سامنے لے آئے،،

جناب عبداللہ کے جمال و شباب پر خواتینِ اہلِ بیت کے دل جلنے لگے اور اُن کی والدہ محترمہ کی آہِ گرم کے شعلہ نے اُن کے سینہ کو جلا کر رکھ دیا،

از باغ ناز رفتن سرو چمن دریغ
گنج چنیں نہفتہ بزیر زمیں دریغ

اُس نہالِ گلشنِ کامرانی پر افسوس جو نو بہارِ جوانی کے آغاز میں اجل کی خزاں سے پژمردہ ہو گئی، اور افسوس اُس چشمہ آبِ زندگانی کا جو صرصرِ ازل ناگہانی کے ہبوب سے زمہریر کی طرح افسردہ ہو گیا۔

دردا کہ دِل از حادثۂ غم ناک اُفتاد
دَر دِیدہ زسیلِ اشک خاشاک اُفتاد
نو بادۂ باغ عمر از شاخ امیہ
بے آنکہ رسیدہ بود دور خاک اُفتاد

حضرت قاسم بن امام حسن کی اجازت طلب

روایت آئی ہے کہ جب حضرت قاسم بن حسن علیہ السلام نے اپنے بھائی کا گلِ بوستانِ ناز چہرہ دیکھا تو اُس حادثۂ جانگداز کا بخارِ آہ جگر خراش بن گیا،

آپ آتشِ حسرت سے گریاں دل کے ساتھ گریاں گریاں اپنے عمِ محترم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی! اے سیّد وامامِ جہاں مجھ میں اپنے اقربا کی جدائی برداشت کرنے کی مزید طاقت نہیں، اور مجھ سے بغیر خاک اندوہ مصیبت کے شادمانی کے تخت پر نہیں بیٹھا جاتا مجھے اجازت عطا فرمائیں تاکہ اپنے بھائی کا غصہ واپس لاؤں اور اہلِ ضلال کے سوال کا جواب تلوار کی نوک کی زبان سے دوں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے جانِ عم تو میرے بھائی کی یادگار ہے اے میری دلفگاری کے اُنیس تجھے کیسے اجازت دوں اور تیری جدائی کا داغ سینۂ پُرغم کس طرح سہہ لوں،

جناب قاسم کی والدہ محترمہ بھی خیمہ سے باہر تشریف لے آؤں اور دامنِ قاسم کو ہاتھ میں پکڑ کر فریاد کی،

اَے بدلم گرفتہ جا لُطف کُن از نظر مرد
مرہم سینہ چوں تو ءء مرہم دیدہ ہم تو شو

القصہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگ کی اجازت نہ ملی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے بھائیوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی،،

امام حسین علیہ السلام کا وصیّت نامہ

حضرت قاسم خیمہ میں تشریف لائے اور زانوئے اندوہ پر سر رکھ دیا، اچانک اُنہیں یاد آیا کہ اُن کے والدِ محترم نے اُن کے بازو پر ایک تعویز باندھا تھا اور فرمایا تھا کہ جس مقام پر تجھے بہت زیادہ اندوہ وغم کا سامنا کرنا پڑے اور تجھ پر بے شمار ملال غالب آجائیں تو اِس تعویز کو کھول کر پڑھنا اور جو اِس پر لکھا ہو اُس پر عمل کرنا،،

حضرت قاسم علیہ السلام نے اپنے آپ سے کہا! میں نے اپنی زندگی میں اِس جیسے حال کو کبھی نہیں دیکھا آئیں اِس تعویز کو پڑھ کر دیکھیں اور اِس مضمون سے آگاہی حاصل کریں،

پس آپ نے اِس تعویز کو بازو سے الگ کیا دیکھا کہ حضرت امام حسن نے اپنے مبارک ہاتھوں سے لکھا ہے جب تو میرے بھائی اور اپنے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام کو دھوکے باز شامیوں اور بے وفا کوفیوں کے درمیان صحرائے کربلا میں گھرا ہوا دیکھے فوراً اپنا سر اُن کے قدموں پر رکھ دینا اور اپنی جان اُن پر نثار کر دینا۔

وہ ہر چند تجھے جنگ سے باز رکھیں مگر تو مسلسل گذارشات اور منّت و سماجت کرتے رہنا کیونکہ حسین پر جان قربان کر دینا شہادت کے دروازہ کی کنجی اور ادراکِ اقبال کا وسیلہ اور سعادت ہے۔

کدام کشتہ عشق دے است رو بر خاک
کہ جاں غرقۂ بخوشش غریق رحمت نیست

دوسری وصیت اور اُس کا پورا کرنا

حضرت قاسم علیہ السلام نے اِس وصیت نامہ کو پڑھا تو نہیں جانتے تھے کہ وہ خوشی میں کیا کر رہے ہیں تیزی سے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اِس بوسیدہ خط کو آپ کے سامنے پیش کر دیا،

جب شاہِ شہیداں نے اِس مکتوبِ گرامی کو دیکھا تو جگر سے آہِ سوز ناک کھینچی اور زار و قطار روتے ہوئے فرمایا، اے جانِ عم یہ تیرے لئے تیرے ابا جان کی وصیت ہے اور تو چاہتا ہے کہ اِس پر عمل کرے، جب کہ اُنہوں نے تیرے بارے میں مجھے دوسری وصیّت کی ہے، اور میں بھی اسے بجالانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور ایک ساعت خیمہ کے اندر جا کر وصیت کو پوری کروں گا۔

پس آپ حضرت قاسم کا ہاتھ پکڑ کر خیمہ کے اندر لے گئے اور اپنے

بھائیوں حضرت عباس اور حضرت عون کو بلا کر جناب قاسم کی والدہ محترمہ کو فرمایا کہ وہ قاسم کو نئے کپڑے پہنائیں اور اپنی بہن جناب زینب خاتون کو فرمایا! میرے بھائی حضرت امام حسن علیہ السلام کے کپڑوں کا صندوق لائیں آپ کی خدمت میں وہ صندوق اُسی وقت پیش کر دیا گیا تو آپ نے اُس صندوق کو کھولا اور اُس میں سے حضرت امام حسن علیہ السلام کی زرہ نکالی اور اپنا ایک قیمتی لباس نکال کر حضرت قاسم کو پہنایا اور خوبصورت دستار نکال کر اپنے ہاتھ سے اُن کے سر پر باندھی اور اپنی صاحبزادی جو کہ حضرت قاسم سے منسوب تھیں کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے قاسم یہ تیرے باپ کی امانت ہے جس نے تیرے لئے وصیت کی ہے پس آپ نے اپنی صاحبزادی کا عقد اُن کے ساتھ باندھا اور اُن کا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دے کر خیمے سے باہر تشریف لے آئے،،

جنابِ قاسم نے عرُوسہ کا ہاتھ تھام کر اُن کی طرف دیکھا اور سر جھکا لیا، اِسی اثناء میں ابن سعد کے لشکر سے آواز آئی کیا کوئی اور مقابلہ کرنے والا ہے ؟

اگر یہ عقد ہوا تھا تو سیدنا امام حسین نے اُس وقت اپنے بھائی کی وصیت پر عمل کیا ورنہ اِن حالات میں نکاح وغیرہ کا معاملہ انتہائی نامناسب اور غیر موزوں ہے۔ واللہ اعلم مترجم

عُروسہ سے گفتگو

جناب قاسم نے دلہن کا ہاتھ چھوڑ کر خیمہ سے باہر آنا چاہا تو انہوں نے آپ کا دامنِ پکڑ کر کہا اے قاسم آپ کا کیا خیال ہے اور کہاں کا ارادہ ہے؟

بگو کز بر مَن چرا مِی روی
مرا مِی گُذاری کُجا مِی روی

جناب قاسم نے فرمایا! اے میری دونوں آنکھوں کا نور میں میدان میں جانے کا عزم رکھتا ہوں اور دشمنوں کا دفع کرنا چاہتا ہوں مجھے چھوڑ دیں اور دلہا اور دلہن کا رشتہ قیامت کے دن تک اُٹھا رکھیں۔

غُبارے بر دمید از راہ بیداد
شبیخون کرد بر نسرین و شمشاد
بر آمد اَبرے از دریائے اندوہ
فرو بارید سیلے کوہ تا کوہ
نہ رُوئے دشت بادے تند برخاست
ہوا رَا کرد با خاک زمیں راست
رسید از عالم غیبی ندائے
ندائے ناصدائے آشنائے

کہ حسنت اے زماں والے زمیں زہ
عروساں را بدامانِ چنیں دہ

یہ رشتہ قیامت کیلئے استوار کریں

عُروسہ نے کہا! اَے قاسم آپ نے فرمایا ہے کہ میری عروسی قیامت کے دن پر ڈال دی گئی ہے یہ فرمائیں کہ آپ کو قیامت کے دن کہاں تلاش کروں اور کس نشانی سے پہچانوں،

جناب قاسم نے فرمایا! مجھے میرے باپ اور دادا کے پاس تلاش کرنا اور اس پھٹی ہوئی آستین کی پہچان رکھنا پس آپ نے ہاتھ بڑھا کر آستین کو پھاڑ لیا اہلِ بیت کے خیموں سے شور اُٹھا۔

قاسما ایں چہ ظُلم وے وا دیست
اِیں نہ آئین و رسم داماد یست

حضرت قاسم کی میدان کو روانگی

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ جنابِ قاسم میدان کو جا رہے ہیں تو فرمایا اے جانِ عم اپنے پاؤں چل کر قبرستان کی طرف جا رہے ہیں، ذرا ٹھہر جائیں۔

پھر آپ نے اپنا ہاتھ مُبارک بڑھا کر اُن کا گریبان چاک کیا اور

دستار کے دونوں پلوؤں کے چہرے کی جانب جھکا دیئے اور لباس کو کفن کی شکل دے دی پھر اُنہیں اپنی تلوار دے کر میدان کی طرف بھیجا تو جناب قاسم نے معرکۂ کارزار میں آ کر رجز شروع کر دی آپ کی رجز کے بعض اشعار کا ترجمہ ابوالمفاخر کی منظومات میں اِس طرح ہے۔

دِل خریدار جاہ خواہم کرد
جاں فِدا بہرِ شاہ خواہم کرد
با اساس ولباس و دامادی
عزم ترتیب راہ خواہم کرد
بسم مرکب و سر نیزہ
ماہ و ماہی تباہ خواہم کرد
آبِ ہندی و باد تازی را
بشہادت گواہ خواہم کرد
بلبلِ آئینِ بنغمہ ہائے حزیں
بانگ و اسیداہ خواہم کرد
کبریا را کفیل خواہم ساخت
مُصطفٰے را پناہ خواہم کرد
با بتولِ و علی شکایتِ قوم
دَر حرمِ اِلٰہ خواہم کرد

آپ نے گھوڑے کو تازیانہ لگایا اور اُس کی جولانیاں دکھاتے ہوئے مبارزطلبی کی یہاں تک کہ جنگ چھڑنے پر آپ نے بہت سے سر تن سے جدا کیے، اور بہت سے بہادروں کو ہلاک کر دیا،،

ابنِ سعد سے مکالمہ

بعدازاں جب آپ کے مقابلے میں کوئی شخص نہ آیا تو آپ مخالفین کے قلبِ لشکر میں جا گھسے اور ابنِ سعد کو آواز دی، اُے جفا کار بے وفا اور تیرہ روزگار روزِ راز صفا تو نے امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے بہت سے بھائیوں، غلاموں، دوستوں اور محبوں کو شہید کر دیا ہے اور آپ کے خویش واقربا سے بھی کئی لوگ شہید ہو چکے ہیں، چند پریشان حال باقی ہیں کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو ہم سے ہاتھ اُٹھالے اور اپنے اِن مکاروں کے ساتھ کوفہ کی طرف چلا جائے اور ہمیں اِس تشنگی اور بے سروسامانی کے عالم میں چھوڑ کر اپنے کئے پر نادم اور پشیمان ہو جائے۔

دگر بصیدِ حرم تیغ بر مکش زنہاد
وز آنچہ بادلِ ما کردہ ای پشیماں باش

ابنِ سعد نے جواب دیا ! کیا آپ کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ نافرمانی کو چھوڑتے ہوئے اپنے حال کے انجام کو دیکھیں اور اپنے اقربا کی سلامتی کا خیال کریں اور یزید کی بیعت اور ابنِ زیاد کی متابعت کر لیں؟

حضرت قاسم نے اُس پر اور اُس کے اُمراء پر لعنت کرتے ہوئے کہا کہ اے شقی تو نے دین کو دنیا کے بدلے فروخت کر دیا اور متاعِ امانت کو آتشِ خیانت سے جلا ڈالا ہے اِس بوڑھی غدار دنیا پر فریفتہ ہو کر تو نے دنیا کی چاہت کا فرمان غرور کے ہاتھوں لکھا اور نہیں جانتا کہ یہ جس کے نکاح میں آتی ہے اُس کے ساتھ دو یا تین روز سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔

جمیلہ ایست عُروس جہاں و لے ہش دار
کہ ایں مخدرہ در عقد کس نمی آید

پھر فرمایا! اے ابنِ سعد آج تو نے اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے؟

ابنِ سعد نے کہا ! ہاں پہلے پانی پلایا ہے پھر اِس پر بیٹھا ہوں۔

جناب قاسم نے فرمایا! اے ابنِ سعد تجھ پر افسوس ہے کہ تو دعویٰ مسلمانی کا کرتا ہے جب کے تو نے اپنے گھوڑے کو سیراب کر لیا، اور شہسوارانِ میدانِ ولایت کو تشنہ رکھا اہلِ بیت کی خواتین اور بچے پیاس سے جاں بلب ہو گئے اور تو نے اُن سے پانی کو روک رکھا ہے۔

تُو نے اذکر کم اللّٰہ فی اھل بیتی کی نصیحت تذکیر کو بھلا دیا ہے،

قیامت کی تشنگی کے بارے میں غور کر اور ساقیءِ کوثر کے سامنے آنے والی شرمندگی کو یاد کر،،

ابنِ سعد کے دل میں آگ بھڑک اُٹھی اور اُس کی آنکھوں کے چشمے

سے پانی کی دو نہریں جاری ہو گئیں اُس بد بخت نے دین کی دولت بربادیٔ فناء کے حوالے کردی تھی اِن باتوں کا کیا جواب دیتا۔

شمر کا مشورہ

تاہم شمر نے اپنی فوج سے کہا اِس سوار کو پہچانتے ہو ؟

یہ قاسم بن حسن ہے، جو جنگ کے دن الماس فعل زمرد فام تلوار کو دیکھے تو بوسہ کاری لینے سے اُسے حسینوں کے لب لعل بناوے۔

اور اگر پیچ و تابِ کمند اِس کی نظر میں آ جائے تو اُسے حلقۂ چین زلفِ شاہِ ترکستان کا ماہر کردے جس کے ساتھ دست و بازو رغبت نہ رکھیں۔

سپاہ ارچہ باشد جہاں در جہاں
نترسد زحرب کہان و مہاں

تم اکیلے اِس کے سامنے نہ جاؤ اور تدبیر یہ کرو کہ اُسے گھیرے میں لے لو، مخالفین کے لشکر نے ترساں و ہراساں یہ عزم کیا اور جنابِ قاسم کی طرف چڑھ آئے۔

جناب قاسم خیمۂ عروس میں

حضرت قاسم اِس صورت حال سے بے خبر تھے آپ نے جب دیکھا کہ مقابلہ کرنے کے لئے کوئی شخص سامنے نہیں آ رہا تو خیمۂ عروس کی طرف

رخ کر لیا جب خیمہ کے سامنے پہنچے تو جناب امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادی رو رہی تھیں اور اُن کی آنکھوں سے حسرت کے آنسو اُن کے چہرے پر بہہ رہے تھے جناب قاسم اُن کی ملاقات کے بہت زیادہ آرزومند تھے چنانچہ اُنہوں نے اپنی بات میں اِس مضمون کو ادا کیا۔

برون آند کے جانانکہ بسیار آرزو دارم
وداع عمر نزدیکست و دیدار آرزو دارم

عروسہ نے حضرت قاسم کی آواز سُنی تو خیمہ سے باہر آ کر کہا!

خُوش آمدی زکجا میرسی بیا بنشیں
بیا کہ مید ہمت بردو دیدہ جا بنشیں

جناب قاسم گھوڑے سے اُتر کر اُن کے پاس گئے اور کہا اے دخترِ عم اور اے انیسِ دلِ پُرغم نہ بیٹھنے کا مقام ہے اور نہ ہی بات کرنے کا یارا دشمن کی فوج چیرہ دستی اور سرکشی پر آمادہ ہے میں چاہتا ہوں کہ تیغِ آبدار کی صولت سے اُن کی جرأت کی آگ کو ٹھنڈا کروں اور حقیقت یہ ہے کہ میں آپ کی مفارقت کا اختیار نہیں رکھتا،

زدیدار توام دُوری ضرورت می شود ورنہ
نخواہد ہیچ موجودے کہ جاں اُزتن جُدا باشد

پھر جناب قاسم نے اُنہیں رخصت کیا اور میدانِ جنگ کی طرف واپسی کا قصد کیا تو دلہن کی زبان سے دلہا کے گوش و ہوش میں یہ مضمون پہنچا۔

بازم ز دیدہ اَے گُلِ خنداں چہ می روی
چاکم چُو گل فگندہ بداماں چہ مِی روی
سروے وجائے سرو بجز جوئے بار نیست
از جویبارِ دیدہ گریاں چہ می روی

جنابِ قاسم نے دوسری مرتبہ میدان میں تشریف لاکر مقابلے کی دعوت دی تو کسی شخص نے آپ کا چیلنج قبول نہ کیا آپ کے غضب کی آگ کا شعلہ لپکنے لگا،،

اور آپ نے چار مرتبہ مخالفین کے لشکر کے میمنے ،میسرے اور قلب پر حملہ کیا اور بہت سے بہادروں کو مٹی کے برابر کر دیا، آپ ہر مرتبہ حملہ کرنے کے بعد میدان میں کھڑے ہو کر مبارز طلبی کرتے۔

ازرق پہلوان کے بیٹوں سے مقابلہ

اِس مرتبہ آپ نے مقابلے کی دعوت دی تو ابنِ سعد نے شامی لشکر کے ایک سپہ سالار "اَزْرَق" سے کہا اے ازرق تو ہر سال یزید سے دس ہزار دینار لیتا ہے اور اپنی شجاعت کی آواز شام و عراق کے بہادروں کو پہنچاتا ہے، کیا تو میدان میں جا کر اِس جوان کا کام تمام نہیں کر سکتا؟

ازرق نے کہا! اے ابنِ سعد تیری یہ بیوقوفی ہے وہ شخص جو مصر و شام کی ولایت میں ایک ہزار سوار کے برابر گنا جاتا ہے اُسے تو ایک بچے کے

ساتھ جنگ کے لئے بھیج رہا ہے اور تو چاہتا ہے کہ میرا رعب ختم کردے میرے لئے اِس لڑکے کے ساتھ جنگ کرنا باعثِ ننگ وعار ہے،،

ابنِ سعد نے اُس پر آوازہ کستے ہوئے کہا! اے بد بخت تیری زبان بند ہو جائے یہ حسن مجتبیٰ کا بیٹا، نبیرہ رسول اور فرزند زادہ شیر خدا ہے۔

خدا کی قسم! اگر وہ پیاسا درماندہ نہ ہوتا، تو اُسے ہمارے ساتھ بات کرتے ہوئے بھی عار آتی، جا اور بہانہ نہ بنا تاکہ تو یزید کے نزدیک محترم اور ابنِ زیاد کے سامنے محتشم ہو جائے۔

ازرق نے کہا تو خواہ میرے اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دے تو میں جب بھی اُسے ساتھ جنگ کے لئے نہیں جاؤں گا ہاں اگر تو ضد کرتا ہے تو میرے چار بیٹے ہیں جو سب کے سب شجاع ہیں اُن میں سے کسی ایک کو بھیجتا ہوں تاکہ اُس کا سر لے آئے اور تیرا دل اِس فکر سے آزاد ہو جائے،

ازرق کے بیٹے سے جنگ

پھر اُس نے اپنے بڑے بیٹے کو بلایا اور اپنے گھوڑے سے اُتر کر اُسے سوار کیا اور اپنی شمشیر اُس کی کمر پر باندھی۔

ازرق کا بیٹا تنگ حلقے کی زرہ اور فولادی خود اور زریں ساقین و ساعدین پہنے میدان کی طرف نکلا، اُس نے سونے کا کمر بند باندھا ہوا تھا اور اٹھارہ گز کا نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے تھا،،

وہ پوری آراستگی کے ساتھ گھوڑے کی جولانیاں دکھاتا ہوا آیا اور حضرت قاسم علیہ السلام پر حملہ کر دیا۔

جنابِ قاسم علیہ السلام نے اُسے اس شکوہ و آراستگی کے ساتھ دیکھا تو ذرّہ برابر بھی فکر نہ کیا، بلکہ آپ نے گھوڑے کو تازیانہ دکھایا اور اُس کے حملے سے پہلے ہی اُس کے سینے پر نیزے کا وار کر دیا،،

اُس نے فولادی سپر سامنے کر دی، جناب قاسم کا نیزہ ڈھال پر لگا تو اُس کی نوک ٹوٹ گئی، جنابِ قاسم نے غضبناک ہو کر نیزہ پھینک دیا اور اُس پر تلوار سے حملہ کر دیا اُس نے بھی نیزہ پھینک کر تلوار نکالی اور حضرت قاسم حملہ کر دیا۔

جنابِ قاسم نے ڈھال سامنے کی تو ''ازرق'' کے بیٹے کی تلوار نے اُن کی ڈھال کے دو ٹکڑے کر دیئے اور آپ کے ہاتھ کی پشت پر زخم آ گیا، حضرت قاسم زخمی ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی لشکر گاہ سے حضرت محمد بن انس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ قاسم کے پاس سپر نہیں، اُنہوں نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور مضبوط و فراخ سپر حضرت قاسم کو پہنچا دی،،

جنابِ قاسم نے قدرے دستار پھاڑ کر زخم پر پٹی باندھی اور غمزدہ ہو کر لشکر کی طرف لوٹ آئے پھر آپ نے ڈھال کو پکڑا اور اپنے مدمقابل کو آواز دی۔

ازرق کے بیٹے نے دوسری مرتبہ حضرت قاسم پر تلوار کا وار کرنا چاہا تو

اُس کا گھوڑا اسیخ پا ہو گیا اور وہ گھوڑے کی پشت سے نیچے گر پڑا، اُس کا سر ننگا ہوا تو اُس پر لمبے لمبے بال تھے۔

حضرت قاسم نے گھوڑے کی پشت سے جھک کر ہاتھ بڑھایا اور اُس کے بالوں کو پکڑ کر ہاتھوں میں لپیٹ لیا آپ کا گھوڑا بھڑک اُٹھا اور اُسے میدان میں دُور تک گھسیٹتا لیتا چلا گیا، پھر آپ نے اُس کے بال چھوڑ دیئے تو اُسے گھوڑے نے لتاڑ ڈالا اور اُس کے تمام اعضاء ٹوٹ پھوٹ گئے،،

جنابِ قاسم نے اُس کی قیمتی تلوار نکال لی اور نیزہ اُچک لیا اور کھڑے ہو کر مقابلے کی دعوت دی،،

ازرق نے جب دیکھا کہ اُس کا بیٹا ذِلت و خواری کے ساتھ ہلاک ہو گیا ہے تو اُس کے دماغ کے محل سے حسرت کا دُھواں بلند ہونے لگا اور وہ زار و قطار رونے لگا،،

دُوسرے بیٹے سے جنگ

ازرق کے دوسرے بیٹے نے باپ کو روتے دیکھا تو بغیر اجازت لئے میدان میں پہنچ گیا، اور حضرت قاسم کے پاس جا کر کہا، اے بے رحم تو نے ایسے جوان کو قتل کر دیا جس کی نظیر پوری ولایت شام میں نہ تھی،،

جنابِ قاسم نے فرمایا! اے اللہ کے دشمن میں تجھے ابھی ابھی تیرے بھائی کے پاس پہنچا دیتا ہوں، پھر آپ نے اُس کے پہلو پر نیزہ مارا

جواُس کے دوسرے پہلو کے پار نکل گیا،

تیسرے بیٹے سے جنگ

پھر آپ نے دوسری مرتبہ مبارز طلبی کی تو اُس کا تیسرا بھائی کپڑے پھاڑ کر اور سر پر مٹی ڈال کر شور مچاتا ہوا اپنے باپ کے پاس آیا اور جنگ کی اجازت مانگی اُس کا باپ اُس کے ساتھ انتہائی محبّت کرتا تھا، لہٰذا اُس نے اُسے جنگ کی اجازت نہ دی، اُس نے اپنے باپ کی بات نہ مانی اور گھوڑے کو تازیانہ لگا کر گالیاں دیتا ہوا حضرت قاسم کے سامنے آگیا۔

جناب قاسم نے جب اُس کی بیہودہ باتیں سُنیں تو اُس کے پیٹ پر نیزہ مارا جو اُس کی پشت کے پار نکل گیا۔

ازرق کا چوتھا بیٹا جہنّم میں

ازرق نے دیکھا کہ اُس کا تیسرا بیٹا بھی قتل ہو گیا ہے تو اُس نے گھوڑے سے اُتر کر سر پر مٹی ڈالی اور اسلحہ پہن کر حضرت قاسم سے جنگ کرنے کے لئے میدان میں آ گیا، اُس کے چوتھے بیٹے نے باپ کو اِس حال میں دیکھا تو باپ سے پوچھے بغیر گھوڑے کو ایڑ لگائی اور حضرت قاسم کے سامنے پہنچ کر گالیاں بکنے لگا۔

جناب قاسم علیہ السلام نے گالیوں کا جواب دینے کی بجائے اُسے

جنگ کی دعوت دی، ازرق کے بیٹے نے آپ پر نیزے سے وار کیا تو آپ نے اپنی تلوار کا وار کر کے اُس کا دایاں ہاتھ نیزے سمیت کاٹ دیا، وہ بھگوڑا شکست اُٹھا کر خون سے لت پت اپنے لشکر کی طرف بھاگ گیا جب وہ اپنے لشکر کے پاس پہنچا تو گھوڑے سے گر پڑا اور جہنم رسید ہو گیا،،

جنابِ قاسم کا ازرق سے مقابلہ

ازرق کے چاروں بیٹے قتل ہو گئے تو روشن جہاں اُس کی آنکھوں میں تاریک ہو گیا، اُس نے انتہائی غصے اسلحہ پہنا اور تازی نژاد گھوڑے پر سوار ہو گیا،،

زنعلِ اُو ہمہ رُوئے زمین گرفتہ ہلال
زگوش اُو ہمہ رُوئے ہوا گرفتہ سنان
نہ دُر مفاصل او ستی زتابِ رکاب
نہ دُر طبیعت او نفرتے زبادِ عنان

ازرق میدان میں پہنچ کر جنابِ قاسم کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا اُے بے رحم سنگدل اور بے انصاف تو نے میرے چاروں بیٹوں کو قتل کر دیا جن کی مثال پورے عراق و شام میں نہ تھی،،

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے فرمایا! تو اُن کا غم کیوں کرتا ہے میں ابھی تجھے بھی وہاں پر پہنچا دیتا ہوں جہاں وہ گئے ہیں، اُدھر جب حضرت امام

حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ ازرق ملعون حضرت قاسم کے مقابلہ میں آ گیا ہے تو آپ اُن کے لئے ڈر گئے کیونکہ ازرق جنگ کرنے کے معاملہ میں بہت زیادہ شہرت یافتہ تھا، پس امام حسین علیہ السلام نے حضرت قاسم کی نصرت کے لئے پروردگارِ عالم کے حضور میں دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے اور دُور نزدیک کے لوگ اِن دو لڑاکوں کی لڑائی کا نظارا کرنے لگے،،

ازرق نے جنابِ قاسم پر نیزے سے حملہ کیا تو آپ نے اُس کا وار رد کردیا وہ آپ پر وار کرتا گیا اور آپ اُس کا وار رد کرتے گئے یہاں تک کہ اِن کے درمیان بارہ وار خالی چلے گئے ازرق پلید نے غضبناک ہو کر جنابِ قاسم کے گھوڑے کے پیٹ پر نیزہ مارا تو گھوڑا گر پڑا اور جنابِ قاسم پیادہ ہو گئے،،

امام حسین علیہ السلام نے محمد بن انس کو فرمایا! میرے بھائی امام حسن علیہ السلام کے جگر گوشے کو میرا یہ گھوڑا پہنچا دو،،

جنابِ محمد بن انس امام حسین علیہ السلام کا گھوڑا لے کر جنابِ قاسم علیہ السلام کے پاس آ گئے، جنابِ قاسم نے گھوڑے پر سوار ہو کر ازرق پر حملہ کر دیا ازرق پہاڑ جیسے گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا جس پر سونے چاندی سے آراستہ مغربی زین رکھی ہوئی تھی،،

اُس نے حضرت قاسم پر وار کیا تو آپ نے اُس کا وار رد کردیا جب اِن کے درمیان تین مرتبہ وار کرنے کا تبادلہ ہو گیا تو حضرت قاسم نے برق

سوزاں کی مانند تلوار میان سے باہر کی اور رعد کی طرح کڑکتے ہوئے نعرہ لگایا اور فرمایا آتا کہ میں دیکھوں تو کیا کر سکتا ہے، اور بہادروں کے فن سے اپنے پاس کیا کچھ رکھتا ہے،،

بیا تا نبردِ دلیران کنیم
دریں رزمگاہِ جنگ شیراں کنم
بینم کز ما بلند کر است
دریں کار فیروز مندی کر است

جب ازرق نے اپنی تلوار حضرت قاسم کے ہاتھ میں دیکھی تو کہا اے قاسم میں نے یہ تلوار ایک ہزار دینار میں خریدی ہے اور ایک ہزار دینار دے کر اسے زہر کی آب دلائی ہے اب اِسے تیرے ہاتھ سے کس طرح گراؤں گا،

حضرت قاسم نے فرمایا! یہ تیرے بیٹے کی یادگار ہے میں چاہتا ہوں تجھے اسی تلوار سے موت کا شربت پلاؤں اور تجھے تیرے بیٹوں کے پاس پہنچا دوں، پھر آپ نے فرمایا! اے ازرق تو ایک سپاہی شخص ہے، کیا تجھے جائز تھا کہ سوار ہوتے وقت گھوڑے کے تنگ کی احتیاط نہ کرتا، یہاں تک تو اس کی وجہ سے سُست ہو گیا ہے اور عنقریب گھوڑے کی زین اُس کی پشت سے گرنے والی ہے۔

ازرق نے جھک کر گھوڑے کے تنگ کو دیکھنا چاہا تو حضرت قاسم

نے اُس کے جسم کے درمیان تلوار کی ضرب لگائی جس نے اُسے ککڑی کی طرح کاٹ کر دو حصّوں میں تقسیم کر دیا،،

اِک وار سے عفریت کو دو نیم کیا تھا
قاسم نے اُسے ضرب سے تقسیم کیا تھا

﴿از مترجم﴾

جناب قاسم امام عالی مقام کے حضور میں

لشکرِ شام سے شور بلند ہوا اور اسی وقت جنابِ قاسم نے اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا کر اُس کے گھوڑے پر سواری کر لی اور امام حسین کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اپنی لشکر گاہ کی طرف لوٹ آئے،،

جب آپ حضرت امام حسین کے پاس پہنچے تو گھوڑے سے اُتر کر عمِ عالیجناب کی سعادتِ انتسابِ رکاب کو بوسہ دیا اور کہا چچا جان العطش، العطش حقا کہ اگر ایک گلاس پانی کا مل جائے تو اِس لشکر سے جنگ شروع کر دوں،

حضرت امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ! عنقریب تو اپنے دادا جان سے کوثر کا جام پینے والا ہے اور یہ تمام غم و آلام فراموش کرنے والا ہے، جا کر اپنی والدہ سے مل لے وہ تیرے فراق میں روتی اور زاری کرتی ہے اور تمام اوقات آہ نالہ میں گذار رہی ہے اور تیری جدائی کی

آگ کا داغِ مصیبت اِس کے سینہ پر پڑ گیا ہے۔

خرابی ہاست اندر جانش از دردِ فراقِ تو
دِلش پیوستہ مِی سوزد زِ جَورِ اشتیاقِ تو

حضرت قاسم اپنی والدہ کے حضور میں

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اُس خیمہ میں تشریف لے گئے جہاں اُن کی والدہ اور دلہن تشریف فرما تھیں، آپ جا رہے تھے کہ آپ نے اپنی والدہ کی آواز سنی جو کہہ رہی تھیں، اے فرزندِ ارجمند اور اے ارمانِ دلِ دردمند آخر تو کہاں ہے اور مجھے اپنا دیدارِ عزیز کیوں نہیں کراتا،،

رفتی از دیدہ و بے سر و پایم بے تو
تو کجائی کہ ندانم کہ کجایم بے تو

عُروس نے بھی روتے ہوئے اور اشکوں کی برسات کرتے ہوئے بصد اندروہ کہا،،

برفت آں ماہ و مارا وردل از وے صد ہوس ماندہ
غم ہجراں اُو با جانِ شیریں ہم نفَس ماندہ

جنابِ قاسم نے یہ صدائیں سن کر چیخ ماری آپ کی والدہ اور عروس خیمہ سے باہر آ کر جنابِ قاسم سے لپٹ گئیں آپ نے اُن کی دلداری کرتے ہوئے صبر و تحمل کی تلقین کرتے ہوئے کہا! اے پیارو آج وہ دن ہے کہ نسیمِ

سرور و شادمانی قلوب وصدور کے باغ پر نہیں چلے گی، اور شمیمِ فرحت و مسرّت ارواحِ اربابِ مہر ومحبت کے نشان تک نہیں پہنچے گی،

جیسا کہ آپ کی زندگانی کا چمن سرسبز نہیں رہا میری کامرانی کا گلشن بھی بے طراوت ہو گیا ہے، جیسا کہ آپ کو میری تنہائی برداشت کرنے کی طاقت نہیں مجھ سے بھی قوتِ شکیبائی نے کنارا کر لیا ہے، مگر یہ دوری بدیہی اور اضطراری ہے اور یہ مفارقت بے اختیاری کی بنا پر ہے، آب وگل کا رُخ میدان کی طرف ہے اور جان ودل کی توجہ جانان کی طرف ہے،،

ما برفتیم و دل آوارہ دَر کُویت بماند
جاں نماند از ہجر و دردِ دل حسرت رویت بماند

جنابِ قاسم نے جب میدان کی طرف جانے کا اردہ فرمایا تو پیچھے رہ جانے والوں کی زبان سے اِس کلامِ جگر سوز اور سخنِ مصیبت اندوز کا مضمون جاری ہو گیا،،

دیدہ از بہر تو خوں بار شُد اے مردمِ چشم
مردمی کُن مشواز دیدۂ خُوں بار جُدا

جنابِ قاسم کی شہادت

حضرت جنابِ قاسم علیہ السلام میدان میں تشریف لائے تو اُن کی نگاہ ابنِ زیاد کے جھنڈے پر پڑی جو ابنِ سعد بد بخت کے سر پر لہرا رہا تھا،

آپ نے گھوڑے کی لگام لشکروں کو الگ کرنے والے اِس نشان کی طرف موڑ دی اور اِس پرچم کو جھکانے کے لئے مصروف کارزار ہو گئے ایک مرتبہ آپ نے اِس فوج کے درمیان نگاہ ڈالی تو پرچم اوجھل ہو چکا تھا، آپ نے چاہا کہ پرچم بردار تک پہنچ کر پرچم جھکا دیں، کہ پیادوں نے آپ کا راستہ روک لیا، ابھی آپ اُن کے ساتھ جنگ کرنے میں مشغول تھے کہ سواروں نے آپ کے گرد گھیرا ڈال دیا اور تیر و نیزہ اور گرز و شمشیر سے آپ پر وار کرنے لگے،

جنابِ قاسم نے دریائے جنگ میں غوطہ لگا کر تقریباً تیس پیادوں اور پچاس سواروں کو جہنم رسید کرتے ہوئے سواروں کی صف کو درہم برہم کر دیا، پھر آپ نے گھیرا توڑ کر باہر آنا چاہا تو یزیدیوں نے آپ کے گھوڑے پر تیروں کی بارش کر دی آپ کا گھوڑا گر پڑا تو شیث بن سعد بدبخت نے آپ پر نیزے سے وار کیا جو آپ کی پُشت سے پار ہو گیا،

جنابِ قاسم کو اِس جنگ میں ستائیس زخم آ چکے تھے اور آپ کا بہت زیادہ خون بہہ چکا تھا، آپ گھوڑے سے گرے تو کہا ! اے چچا جان اُدرِکنی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے کانوں میں یہ آواز پہنچی تو آپ گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے میدان میں پہنچ گئے آپ نے پیادوں اور سواروں کی صفوں کو درہم برہم کرتے ہوئے جنابِ قاسم کو دیکھا کہ وہ خاک

وخون کے درمیان غرق ہو چکے ہیں اور شیث بن سعد اُن کے سرہانے کھڑا ہے کہ آپ کا سر کاٹ کر لے جائے،،

جنابِ امام حسین علیہ السلام نے یہ دیکھ کر اُس پر تلوار کا وار کیا اور اُسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا، پھر آپ نے جنابِ قاسم کو اُٹھایا اور خیمہ کے دروازے پر لے آئے، ابھی اُن کے جسم میں زندگی کی رمق باقی تھی،

امام حسین نے اُن کا سر آغوش میں لے کر بوسہ دیا، جنابِ قاسم کی مادر وعروس وہاں کھڑی رو رہی تھیں۔

جنابِ قاسم نے آنکھیں کھول کر اُن کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے جان کو جانِ آفریں کے سپرد کر دیا۔

رضوان اللہ تعالیٰ علیہ

بارگاہِ امامت سے شور اُٹھا اور مخدراتِ اہلِ بیت نالہ وفغاں کرنے لگیں، جنابِ قاسم کی والدہ محترم نے کہا! اے مظلوم مادر افسوس تیرے چاند جیسے رخساروں سے جو سپہرِ شباب پر رشکِ آفتاب عالم تاب تھے،،

اُس سے پہلے کہ وہ عرصہ جہان کو شعاعِ ظہور سے روشن کرتے فراق کے اندھیروں میں گم ہو گئے،

افسوس تیرے چشمہ حیاتِ فائض البرکات سے جو رشحات جود و جلال کا منبع تھا اِس سے پہلے کہ وہ وادیٔ شوق کے پیاسوں کو سیراب کرتا خاشاکِ ہلاکت سے مکدّر ہو گیا۔

دریغا کہ پژمردہ شُد ناگہانی

گُلِ باغِ دُولت بروزِ جوانی

اُے قاسم! آنکھیں کھول اور اپنے چچا کی بیٹی کی طرف دیکھ اے قاسم تیرے دل سے حسرتِ نو دامادی نہ مٹ سکی۔

با حسرت ازیں جہان فانی رفتی

ناخوردہ بری ز زندگانی رفتی

دخترِ امام حسین علیہ السلام نے خونِ قاسم کو ہاتھوں میں لے کر سر اور چہرے پر ملا اور زبانِ حال سے کہا۔

بے ولائے کہ یار شاں بکشند

سرخ رُوئے بخون یار کُند

نو عرُوساں شوی کُشتہ وَلے

سرو پا ایں چُنیں نگار کند

حضرت ابوبکر بن علی کی شہادت

روایت میں آتا ہے کہ حضرت قاسم بن امام حسن علیہما السلام کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر بن علی بن ابی طالب علیہم السلام حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی بھائی جان مجھے اجازت عطا فرمائیں تاکہ ان بدکیشوں سے اپنے خویش واقربا کا بدلہ لوں،

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! آہ تم ایک ،ایک کر کے چلے جارہے ہو اور مجھے کس کے لئے چھوڑ رہے ہو،،

جنابِ ابوبکر نے عرض کی! اے برادر میں ایک عرصہ سے چاہتا تھا کہ آپ کی خدمتِ اقدس میں کوئی تحفہ پیش کروں مگر میں نہیں جانتا تھا کہ آپ کے لائق کونسا تحفہ ہوسکتا ہے،،

آج میں دیکھ رہا ہوں کہ کوئی تحفہ جان سے زیادہ قیمتی نہیں میں چاہتا ہوں یہ تحفہ آپ کے قدموں پر قربان کروں،،

اِمروز کہ یارِ مَن مرا مہمان است

بخشیدن جان و دل مرا پیمان ست

دل رَا خطرہ نیست سُخن دَر جان است

جان افشانم کہ روز جان افشان ست

امامِ عالی مقام علیہ السلام نے اُنہیں اجازت کا شرف عطا فرمایا اور جنابِ ابوبکر گھوڑے کی جولانیاں دکھاتے ہوئے میدان میں پہنچ گئے، آپ مخالفین کے سروں پر جا کر رجز پڑھنے لگے،

جس کے بعض اشعار کا ترجمہ ابوالمفاخر رازی نے اِس طرح کیا ہے،،

شاہ و برادرِ مَن اُست اخترِ آسمان دین

مہتر و بہتر زماں قبلہ و قُدوہ زمین

لالہء روضہء صفا گلبنِ باغِ اصطفا

چشم و چراغِ مصطفیٰ میر و اِمام راستیں

گوہرِ کانِ اِجتبا، مہرِ سپہرِ اِہتدیٰ

طرّہ نشانِ طَا و ہاَ چہرہ کشائے یَا وسِین

من نہ برادرِ وے اَم خادم و چاکرِ وے اَم

پیشِ دو دیدہٗ شما خارجیانِ تیرہ دیں

در گذرِ مخاصمت صاعقہء اجل کماں

بر فلکِ مقاومت مشتری زحلِ کمیں

تحفہء جان و دل بکف آمدہ اَم بدر گہش

دیدہ و رخ بر آستان تیغ و کفن بر آستیں

امام حسین علیہ السلام نے اُن کے لئے دُعا و آفرین کہی اور وہ اپنے تازی گھوڑے پر جو کہ تندی میں برابر اور ہوا سے آگے بڑھنے والا اور تیزی میں قاصدِ سبک پا کی طرح چلتا تھا،،

بگرمی چُو آتش بزمی چو آب

گرد بردہ از آہوانِ در شتاب

جنابِ ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہ چاروں طرف حملے کر رہے تھے اور شجاعت کا علم جرأت کے ہاتھوں میں لہراتے ہوئے عرصہء میدان کو بزدلوں سے خالی کر رہے تھے، یہاں تک کہ آپ نے جنگ کرتے کرتے بازارِ

شہادت میں نقدِ جان کو فروخت کر دیا'' رضوان اللہ علیہ''

روایت آئی ہے کہ حضرت ابوبکر بن علی کو اکیس زخم آ چکے تھے اور آخر پر قدامہ موصلی کے نیزے کا زخم پہنچا اور بعض کے نزدیک عبداللہ بن عقبہ غنوی یا زجر بن بدر نخعی کے تیر کا زخم لگا تھا،،

رخت ازیں منزل فانی بربست
بطرب خانہ جاوید نشست

حضرت عمر بن علی کی شہادت

اِن کے بعد حضرت عمر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجازت لے کر میدانِ جنگ میں آئے اور قوّتِ مبارزت سے معرکہء قتال میں جا کر اہلِ بیت کرام کے مناقب کے موتی الماسِ فصاحت میں پرونے لگے، اور زبانِ نیاز سے اِس مضمون کی رجز پیش کی،

ماعافیت نثارِ رہِ درد کردہ ایم
جاں رابمن یزید عدم فرد کردہ ایم
زیں بحرِ آبگوں چوں کسے آب خُوش نخورد
دلِ زار آب خورد جہاں سرد کردہ ایم

پھر آپ نے زبردست جنگ کرنے کے بعد فاجروں اور شیطانوں کے غلبہ کی وجہ سے عالمِ غدار سے رختِ سفر باندھ لیا اور روضہء رضائے

پروردگار میں قیام فرمایا۔

"رضوان اللہ تعالیٰ علیہ"

بعض نے کہا ہے کہ حضرت عمر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جنگ میں موجود نہ تھے اور علماء کے نزدیک یہ قول زیادہ صحیح ہے، مگر مشہور یہ ہے کہ وہ اُس روز سعادتِ شہادت سے فائز المرام ہوئے،،

حضرت عثمان بن علی کی شہادت

بعد ازاں! حضرت عثمان بن علی سبطِ نبی ولی کی اجازت کے ساتھ میدان میں آئے۔

تکا ور راز پیش صف برانگیخت
زلب مانند دریا کف فرو ریخت

آپ نے مردانہ وار جنگ لڑی اور مخالفین کو شوکت و مردانگی سے ٹھنڈا کیا،

اور رجز پڑھی جس کے ترجمہ سے یہ تین شعر ہیں۔

آمد عثمان بجنگ تیغ یمان در یمین
خوردہ بقتلِ شما پیش برادرِ یمین
شامی مد بر چرا تیغ کشد بر حسین
نیست دلش را مگر دیدۂ انصاف بین

صبحِ شہادت دمید وقت صبوح منست
مَست شُدم دَمبدم اُز قدح حُورعین

بیکراں جنگ کرنے اور بہت زیادہ زخمی ہونے کے بعد یزید ابطحی نے اُن کی شمعِ حیات گل کردی اور وہ چراغ دوُدمانِ ولایت وامامت بادِاجل کے ہاتھوں بجھ گیا اور وہ گنجِ جواہرِ زواہرِ معانی خاکِ فوات کے نیچے چھپ گیا۔ ''رضوان اللہ علیہ''

رفت و کحلِ روشنی در چشمِ عالم بیں نماند
برگِ عیش و شادمانی در دلِ غمگیں نماند

حضرت عون بن علی کی شجاعت

اُن کے پیچھے حضرت عون بن علی جو کہ نہایت خوبصورت، زیبا سیرت، صافی نیت اور پاکیزہ طبیعت نوجوان تھے، سیدنا امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی! بھائی جان میرے پاس مبارزطلبی کا وقت نہیں کہ تاخیر وتوقف کروں میں دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے جلدی میں ہوں اجازت عطا فرمائیں،،

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے برادر دشمنوں کا لشکر بہت زیادہ ہے اور سوار و پیادہ کی صورت میں ہمارے مخالفین بے شمار ہیں،

حضرت عون نے عرض کی! اے ابن رسول اللہ شیر کو لومڑیوں کے

ہجوم سے اور شہباز کو بہت زیادہ چڑیوں سے اندیشہ و غم نہیں۔

بکوشم دریں حرب مَردانہ وار
چہ اندیشہ اَز لشکر بے شمار
دلِ دوست و بازو بکار آورم
جہاں بر عُدو تنگ و تار آورم

یہ کہا اور گھوڑے کو مہمیز لگا کر سپاہِ دشمن کے قلب پر حملہ آور ہو کر دریائے حرب وضرب میں طاقتور بازوؤں کے ساتھ غوطہ زن ہو گئے۔ ابن الحجار نے دو ہزار پیادہ وسوار کو اُن کے اردگرد پھیلا دیا، حضرت عون بن علی نے شمشیرِ علی کے ساتھ اُن لوگوں کو روند ڈالا اور فوج کا گھیرا توڑ کر خیمۂ امام کی طرف عنان موڑ لی۔

امام حسین علیہ السلام نے اُن پر آفرین کہی اور فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ زخمی ہو چکے ہیں خیمہ میں جا کر اپنے زخموں کی مرہم پٹی کر لیں اور کچھ دیر ستالیں،،

حضرت عون نے عرض کی! اَے برادر بزرگ وار اپنے نانا جان جنابِ احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والملک الجبار کے لئے مجھے جنگ سے نہ روکیں کیونکہ میں شدّتِ پیاس سے ہلاکت کے نزدیک پہنچ چکا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ ساقیٔ کوثر جنّت کے شربت کا بھرا ہوا جام اپنے ہاتھ میں لئے مجھے بلا رہے ہیں،،

میں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد اپنی پیاس بجھانے کے لئے راہِ شہادت کے رفیق کی مدد سے جو کہ کاروانِ سعادت کے قافلہ سالار ہیں اپنے تشنہ جگر کو آبِ زُلالِ فردوس تک پہنچاؤں،،

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! حضرت امیر علیہ السلام نے اپنے حینِ حیات میں جو اوہم گھوڑا آپ کے سپرد کیا تھا اُسے آراستہ کریں اور اُس کے گلے میں گانی ڈال کر سوار ہو جائیں،،

حضرت عون کے پاس جب وہ گھوڑا تیار کر کے لایا گیا تو وہ اُس پر سوار ہوئے داؤدی زرہ پہن کر اوپر سفید کپڑا ڈالا، تیغ یمانی حمائل کی، روحی نیزہ ہاتھ میں لیا اور میدان میں پہنچ گئے، عرصۂ حرب گاہ میں زمانے کی زبان سے یہ صدا آئی۔

چہ آفت اُست کہ باز ایں سوار پیدا شد
کدام سُروزِ بالائے زیں بروں آمد

غیر صالح صالح کا کینہ

صالح بن یسار نے آپ کی طرف دیکھا تو کانپنے لگا اور اُس کا دیرینہ کینہ جاگ اٹھا اُس کی دشمنی کا باعث یہ تھا کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے زمانہ میں اُسے شرابی حالت میں اُن کے محکمہ عالیہ کے سپرد کیا گیا تو آپ نے اپنے بیٹے حضرت عون کو فرمایا اِسے اسی کوڑے

لگاؤ تاکہ حق سبحانہ تعالیٰ اِسے معاف کردے، حضرت عون نے اپنے والدِ گرامی کے حکم اور حکمِ شرع کے مطابق اُسے اسی کوڑے لگائے جس کی وجہ سے اُس شقی کے سینہ میں آپ کا کینہ چھپا رہا۔

اب حضرت عون میدان میں آئے تو صالح نام طالع انجام نے اُس انتقام کی صورت میں تلوار کو نیام سے کھینچ لیا اور زبانِ شوم سے فحش کلامی کرتے ہوئے اور گالیاں بکتے ہوئے حضرت عون پر حملہ کردیا،،

جنابِ عون رضی اللہ عنہ نے اُس کے سفاہت آمیز کلمات سنے تو غصّے میں آگئے اور نیزہ کے ایک ہی وار سے اُسے گھوڑے سے گرادیا،اُس کے بھائی بدر بن یسار نے اپنے بھائی کو ذِلت وخواری سے گرا ہوا دیکھا تو اُس کا بدلہ لینے کے لئے حضرت عون پر حملہ آور ہوگیا،اُس نے آپ کے سامنے آکر چاہا کہ زبان کو فحش کلامی کے لئے کھولے مگر حضرت عون نے اُسے اِس کا موقع نہ دیا اور اُس کے منہ پر نیزہ مارا جس کی نوک اُس کی گردن کے پار نکل گئی،،

حضرت عون بن علی کی شہادت

بالآخر ہزار سوار دائیں طرف سے اور ہزار بائیں طرف سے حملہ آور ہوکر آپ کو مضرُوب کرنے لگے،اور وہ سوارِ نامدار اور نقدِ صاحبِ ذوالفقار اُن کے مقابلہ میں ڈٹ گئے،اور جس طرف حملہ کرتے سواروں اور پیادوں

کو ہلاک کرتے جاتے، یہاں تک کہ آپ کو بے شمار زخم آ گئے، اور خالد بن طلحہ کے نیزے کے وار سے گھوڑے سے نیچے گر گئے اور کہا!

بسم اللّٰہ و باللّٰہ وعلیٰ ملت رسول اللّٰہ اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کی ہواداری میں دنیا میں آیا اور آپ کی وفاداری میں میدانِ آخرت کو جا رہا ہوں۔

﴿رضوان اللہ علیہ﴾

گر سرم خاک گشت بر درِ تو

باد جانا سَعادتِ سَرِ تو

حضرت جعفر بن علی کی شہادت وشجاعت

اس وقت آپ کے دوسرے بھائی حضرت جعفر بن علی اپنے بھائیوں کے غم سے پریشان ہو کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور اجازت لے کر چلے گئے۔

آپ میدان کارزار میں جرأت و بہادری اور شجاعت ومردانگی کو داد دیتے ہوئے تھوڑے ہی عرصہ میں اس شربت کا گھونٹ پی رہے تھے جو اُن کے بھائیوں نے پیا تھا اور چشم زدن میں اُن کی مجلسِ صدق میں پہنچ گئے۔

"رضوان اللہ علیہ"

حضرت عبداللہ بن علی شہادت

اِن کے بعد اُن کے بھائی حضرت عبداللہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دیدۂ بریاں اور سینۂ گریاں کے ساتھ پیشوائے دو جہاں سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زبانِ حال سے کہا۔

اُے غمت تخم شادمانی ہا
وصلِ تو اصلِ کامرانی ہا
مِی روم کوہ ہائے غم بروں
مِی برم از ذرت گرانی ہا

بھائی جان! میں اپنے بھائیوں کے فراق کی طاقت نہیں رکھتا، میرا جسم میدان ہجراں میں خیالِ فراق نے پامال کر دیا ہے، شرف اجازت حاصل کرنا چاہتا ہوں،،

امام حسین علیہ السلام نے انہیں اجازت عطا فرمائی اور انہوں نے میدان میں آکر ایک سو ستر یزیدیوں کو جہنّم رسید کیا اور پھر ہانی بن ثویب حضرمی کے وار سے گھوڑے سے گر پڑے اور درجاتِ جنّت کی طرف متوجہ ہو گئے،،

نجات یافت از ایں دام گاہِ رنج و عنا
نزول کرد بگلزارِ جنّت الماویٰ

حضرت عباسؑ علم دار کی اجازت طلبی

حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے علمبردار حضرت عباس بن علی علیہما السلام نے جب اپنے برادران کے حال کا مشاہدہ کیا تو اُن کے دیدۂ المناک سے سیل اندوہ جاری ہو گیا،،

آیا برادران و عزیزاں کُجا شدند

در دشت کربلا ہمہ اَز ہم جدِ اشدَند

آپ علم اُٹھائے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور علم کو آپ کے سرہانے کھڑا کرتے ہوئے عرض کی بھائی جان ! میری علم داری کو قیامت کے دن تک اُٹھا رکھیں اور عنایت فرماتے ہوئے مجھے اجازت عطا فرمائیں۔

امام حسین علیہ السلام نے روتے ہوئے فرمایا! اُے برادر تو میرے لشکر کا نشان ہے اگر تو چلا گیا تو تمام جمعیّت ٹوٹ کر بکھر جائے گی۔

حضرت عباس علیہ السلام نے کہا! اے ابنِ رسول اللہ! میری جان آپ پر قربان میرا دل اس دنیا سے تنگ آچکا ہے اور آزارِ اغیار کے غبار سے میرے سینہ کا آئینہ زنگ آلود ہو چکا ہے میں چاہتا ہوں کہ ستم گروں سے اپنے اقرباء کا بدلہ لوں اور کوفے کے بدنصیبوں اور شام کے منکروں کو تیغ انتقام سے بے جان کردوں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اگر آپ کی مراد یہی ہے کہ میدان جنگ میں جائیں تو پہلے ان لوگوں پر حُجت قائم کریں اور جو کچھ میں آپ کو بتاؤں وہ کہہ دیں اور اگر وہ نہ سنیں تو پھر اُن سے جنگ شروع کر دیں پھر آپ نے اُنہیں چند باتیں بتا کر اجازت عطا فرما دی۔

حضرت عباس میدان جنگ میں

حضرت عباس علیہ السلام زبردست بہادر اور انتہائی شجاع تھے آپ کو جراُت و قوّت حضرت جناب حیدر کرار علیہ السلام سے میراث میں ملی تھی اور آپ جنگی معرکوں میں نصرت کا علم لہرایا کرتے تھے اس وقت آپ تیز گام تیز رو اور تند و تلخ گھوڑے پر سوار ہو کر مصری تلوار کی ڈھال اور رومی خود کے ساتھ میدان میں تشریف لائے تھے،

برقے گرفتہ دَر کف و اَبرے بپیشِ روئے

ماہے نہادہ بَر سَر و چرخے بزیر ران

آپ نے انبوہ غبار سے ہوا کے چہرے کو شب تار کر دیا اور صحن زمین کو گھوڑے کی جولانیوں سے عرصہ گلستان کی طرح منوّر و مزّین کر دیا۔

جب آپ میدان جنگ میں پہنچ گئے تو گھوڑے کی لگام کھینچ کر فرمایا

اے لوگو! یہ سیّد و سرور اور پیغمبر صلی اللہ علیہ الہ یوم الحشر کے پسندیدہ بیٹے فرماتے ہیں کہ تم نے میرے بھائیوں قریبیوں دوستوں اور بہی خواہوں کو قتل

کر دیا ہے اور صحابہ و تابعین کی جماعت کے چند بزرگان دین کا خون بھی خاک ہلاکت پر بہا دیا ہے اب ہمیں تھوڑا سا پانی دو تا کہ بچے اور عورتیں پی لیں اور اُن کی پیاس کم ہو جائے، اور مجھے چھوڑ دو تا کہ میں باقی ماندہ بچوں کو لے کر روم یا بلاد ہند کی طرف چلا جاؤں اور جزیرۂ عرب اور ملک حجاز کو تمہارے لئے چھوڑ دوں اگر میری بات مان لو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ قیامت کے دن تمہارے ساتھ جھگڑا نہیں کروں گا اور تمہارے فعل کو خدا کے سپرد کر دوں گا وہ جو چاہے کرے"

حضرت عباس نے یہ جگر سوز پیغام سنایا تو ابن زیاد کی فوج سے شور اُٹھا اور پھر تمام لوگ خاموش ہو گئے بعد ازاں کچھ لوگوں نے گالیاں دینا شروع کر دیں اور کچھ لوگ پشیمان ہو گئے اور ایک گروہ زار و قطار رونے لگا۔

لشکر یزید سے شمر بن ذی الجوشن، شیث بن ربعی، اور حجر بن الاحجار تین اشخاص آپ کے سامنے آئے اور کہا اے ابن ابوتراب! اپنے بھائی سے کہہ دے کہ اگر تمام روئے زمین پانی ہو جائے اور وہ ہمارے تصرف میں ہو تو ہم اس میں سے تمہیں ایک قطرہ بھی نہیں دیں گے، مگر اس وقت تک جب تو یزید کی بیعت کر لے اور ابن زیاد کا اطاعت گذار ہو جائے، حضرت عباس نے اُن پر نفرین کی اور واپس آ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں جو کچھ سنا تھا عرض کر دیا۔

حضرت عباس فرات کی طرف

امام حسین علیہ السلام نے سر مبارک جھکایا اور آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اچانک خیموں سے فریاد و فغاں اور صدائے العطش اُٹھ کر آسمان تک پہنچ گئی،

حضرت عباس نے اہلِ بیت کی چیخوں اور زاری کو سُنا تو نڈھال ہو گئے پھر آپ نے ایک مشکیزہ اور دو لوٹے اُٹھائے اور نیزہ تان کر دریائے فرات کی طرف رُخ کر لیا اور فرمایا! میں جاتا ہوں یا تو پانی لے کے واپس آؤں گا یا دریائے خون میں غرق ہو جاؤں گا اور پیاسوں کی فریاد و فُغاں سُننے سے بچ جاؤں گا۔

در بحرِ محیط غوطہ خواہم خوردن
یا غرق شدن یا گہرے آوردن
ایں کار مخاطرہ است خواہم کردن
یا رُوئے بداں سُرخ کنم یا گردن

روایت آئی ہے کہ نہرِ فرات پر چار ہزار افراد کا پہرہ تھا اور دو ہزار لشکریوں نے راستہ روک رکھا تھا،

حضرت عباس نے اُنہیں فرمایا اے لوگو! تم مسلمان ہو یا کافر؟

لوگوں نے کہا ! ہم مسلمان ہیں۔

حضرت عباس نے فرمایا! مسلمانی میں یہ کہاں جائز ہے کہ کُتّے سور درندے اور چرند و پرند سب کے سب پانی پئیں اور تم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اور جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے جگر کے ٹکڑوں کو پانی سے محروم کر دو،

تم اُنہیں اس پانی سے روکتے ہو قیامت کی پیاس سے ڈرو اور اس دن کی خجالت وندامت کو یاد کرو اب تمہارا وقت پانی کے کنارے پر گذرتا ہے اور تشنگانِ صحرائے کربلا کی پیاس کا تمہیں کچھ علم نہیں۔

ترا کہ درد نہ باشد زحالِ ما چہ تفاوت
تو سوزِ تشنہ چہ دانی کہ بر کنارِ فراتے

فُرات کے محافظوں نے یہ کلمات سُنے تو اُن میں سے پانچ سواروں اور پیادوں نے آپ پر تیروں کی بارش شروع کر دی حضرت عباس علیہ السلام نے چہرے کے سامنے ڈھال کر لی اور نیزے کو گھوڑے کی کنوتیوں پر سیدھا کر لیا اور ان پر حملہ کر دیا،

آپ نے پہلے ہی حملہ میں اُن میں سے اسّی افراد کو ڈھیر کر دیا اور باقی ماندہ لشکر کو مار بھگایا جب تک یزیدی سوار اُن تک دوبارہ پہنچتے آپ نے اپنا گھوڑا پانی میں اُتار دیا،

اسی اثناء میں یزیدی سواروں نے واپس آ کر آپ پر حملہ کر دیا آپ نے گھوڑے کو تازیانہ لگایا اور پانی سے باہر آ گئے اور رجز خوانی کرتے ہوئے

اُن لوگوں پر حملہ کر دیا آپ کی رجز کے بعض اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

عباس علی است شیر غازی
از بیشۂ خسروِ حجازی
آوردہ بزیر ران و در دست
آبِ یمنی و بادِ تازی
سر می بازم مگر بیابم
نزدیک خُدائے سرفرازی
بر آلِ نبی سپہ کشیدن
کاریست کہ نیست کار بازی
غافل شوید از آنکہ نبود
بے ہودہ سخن بدیں درازی

عباس علم دار کی شہادت

لوگ آپ کے نیزہ سے ڈرنے لگے اور آپ کی تلوار سے خوف زدہ ہو گئے آپ نے دوسری مرتبہ گھوڑے کو مہمیز لگائی تو یزیدیوں نے دوسری مرتبہ ایک ہزار سواروں کے ساتھ آپ پر حملہ کر دیا،

آپ جس طرف رُخ کرتے یزیدی اُدھر سے بھاگ جاتے یہاں تک کہ آپ فرات کے کنارے پر پہنچ کر کر گئے اور گھوڑے سے اُتر کر مشک کو

پانی سے بھر لیا پھر آپ نے پانی پینا چاہا تو آپ کو امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام اور اہلِ بیت کے بچّوں اور عورتوں کی پیاس یاد آ گئی اور آپ پانی پئے بغیر گھوڑے پر سوار ہو گئے اور مشک کو کاندھے پر ڈال لیا،

یزیدی پیادوں اور سواروں نے آپ کا راستہ روکا تو آپ نے اُن کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔

اچانک نوفل بن ارزق بے خبری میں آپ تک آ گیا اور آپ اُس وقت دوسروں کے ساتھ مصروف کارزار تھے اُس بد بخت نے آپ پر حربے کا وار کیا جس سے آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا۔

حضرت عباس نے انتہائی جرأت و مردانگی سے کام لیتے ہوئے بائیں کاندھے پر مشک ڈال لی تو اُن کا بایاں بازو بھی قلم کر دیا گیا،

آپ نے دانتوں کے ساتھ مشک کو کاندھے سے کھینچ لیا اور رکاب کے ساتھ دشمن کو اپنے پہلو سے پرے ہٹا دیا اچانک مشک پر ایک تیر آ کر لگا اور مشک میں سوراخ ہونے کی وجہ سے تمام پانی زمین پر بہہ گیا۔

حضرت عباس نے زبانِ حال سے کہا! کیا حکمت ہے کہ پانی ہمارے پیاسوں کے حلق تک نہیں پہنچ سکا۔

منادی نے غیب سے آواز دی! آپ لوگوں کے لیے بہشت کا شربت تیار کیا گیا ہے مناسب نہ تھا کہ آپ اس پانی سے ہونٹ تر کرتے کیونکہ کہتے ہیں کہ!

باب شورِ جہاں تر مکن لبِ ہمّت
کہ شربتِ تو مہیّا است اُز شرابِ طہور
بریں مفیق فنادل منہ کہ جائے دگر
برائے عشرتِ تو برکشیدہ اند قصور

حضرت عباس علیہ السلام کاندھوں پر زخم آنے کی وجہ سے گھوڑے کی پشت سے نیچے گر پڑے اور کہا! یا اخا ادرك اخاك اے بھائی بھائی کی امداد کر،

آپ کی آواز حضرت امام حسین علیہ السلام کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے جان لیا کہ عباس اپنے باپ دادا کے حضور پہنچ گئے ہیں امامِ مظلوم نے ایسی آہ کھینچی کہ اُس کی سطوت وہیبت سے کربلا کی زمین کانپ اُٹھی۔

پیر گردوں زیں مصیبت جامہ جاں چاک زد
خسرو انجم کلاہِ سروری بر خاک زد
قامت گردوں دوتا شُد چہرۂ مہ شُد سیاہ
برق ایں آتش مگر بر قبۂ افلاک زد

جنابِ محمد بن انس کی شہادت اور غمِ امام

بہت سی کتب تواریخ میں آیا ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا !

الآن انکسر ظھری وقلت حیلتی

یعنی اس وقت میری کمر ٹوٹ گئی ہے اور میری چارہ جوئی میں کمی آ گئی ہے۔

برفت آں ماہ و من بیچارہ گشتم
زکوئے خُوش دِلے آورہ گشتم

روایت آئی ہے کہ محمد بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑے تھے جب اُنہوں نے حضرت عباس علمدار کی آواز سُنی اور امامِ عالی مقام کو روتے دیکھا تو پیادہ پا وہاں پہنچ گئے جہاں حضرت عباس گرے پڑے تھے اور دیکھا کہ جناب عباس نے خاک وخون کے درمیان جان دے دی ہے، اور زندانِ فنا سے گُلستانِ بقا کی طرف تشریف لے گئے ہیں،

جناب محمد بن انس نے اُنہیں اِس حال میں دیکھ کر رونا شروع کر دیا تو وہاں پر موجود یزیدی سواروں اور پیادوں نے مل کر اُن پر حملہ کر دیا اور اُن کے جسم کی ایک ایک بوٹی نیزوں میں پرو ڈالی اور وہ بھی دوسرے شہیدوں سے جا ملے، پیچھے حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے تین بیٹے حضرت علی اکبر حضرت علی زین العابدین اور حضرت علی اصغر جن کا نام عبداللہ تھا باقی رہ گئے جناب علی اصغر کے اسمِ پاک عبداللہ کی وجہ سے امام عالی مقام علیہ السلام نے اپنی کنیت ابوعبداللہ رکھی تھی۔

حضرت علی اکبر کا اجازت طلب کرنا

حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب دیکھا کہ دوستوں بھائیوں اور اقرباء میں سے کوئی شخص باقی نہیں رہا تو آپ نے اسلحہ پہن کر میدان کی طرف جانا چاہا،

حضرت علی اکبر نے جب باپ کو میدان میں جانے کا عزم کرتے دیکھا تو آگے بڑھ کر آپ کے ساتھ لپٹ گئے، اور عرض کی! ابا جان ہرگز نہ جائیں کیونکہ میں آپ کے بغیر ایک دن اور ایک ساعت بھی اس دنیا میں رہنا گوارا نہیں کر سکتا، اور مناسب نہیں سمجھتا کہ آپ مجھے ظالموں کے درمیان چھوڑ جائیں آپ کچھ دیر کے لئے جنگ کو موقوف کر دیں تا کہ میں اپنی جان آپ کے قدموں میں قربان کر دوں اور اپنے دل پر خون کو آلامِ دوناں سے آراستہ کر لوں۔

امام حسین علیہ السلام اور آپ کی ہمشیرگان اور بیٹیاں خیمہ سے باہر تشریف لے آئیں۔ اور حضرت علی اکبر سے لپٹ کر جنگ سے روکنے کے لئے منّت وسماجت کرنے لگیں اور امام حسین علیہ السلام نے بھی اجازت عطا نہ فرمائی،

حضرت علی اکبر نے زار و قطار روتے ہوئے اپنے والدِ مکرم کو بہت بڑی قسم دی اور قطراتِ اشک چشمہ چشم سے گزرنے لگے۔

سیدنا امام حسین علیہ السلام نے جب اُن کا بہت زیادہ رونا دھونا دیکھا تو اپنے دست مبارک سے اُنہیں خود اسلحہ پہنایا، اُن پر زرہ اور جوشن کو راست کیا حضرت امیر علیہ السلام کا پٹکا اُن کی کمر میں باندھا فولادی خود اُن کے سر مبارک پر رکھا اور اپنے گھوڑے عقاب پر سوار فرمایا۔

جناب علی اکبر کی والدہ محترمہ اور بہنیں اُن کی رکاب وعنان سے لپٹ گئیں اور پانی کی جگہ اپنی آنکھوں سے خون بہانے لگیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے ہاتھ ہٹا لو کیونکہ یہ آخرت کا عزمِ سفر کر چکا ہے۔

آں مہ بجانب سفر آہنگ می کند
صحرا و شہر بر دلِ ما تنگ می کند

جناب علی اکبر میدان کارزار میں

پس حضرت علی اکبر نے اُن کو الوداع کہا اور میدان جنگ کی طرف تشریف لے گئے۔

جناب علی اکبر علیہ السلام اٹھارہ سالہ نوجوان تھے آپ کا رخِ انور آفتاب کی مانند اور زلفیں مشک ناب کی طرح تھیں۔

خُلق اور خَلق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اُن سے زیادہ مشابہ کوئی نہیں تھا۔

جب میدان میں پہنچے تو مقامِ معرکہ آپ کے رُخساروں کی شعاع سے منور ہو گیا۔

ابنِ سعد کے لشکر نے اُن کے حسن و جمال سے حیران ہو کر ابنِ سعد سے پوچھا! یہ کون ہے جس کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے تو ہمیں لے آیا ہے۔

ایں کیست سوار کہ بلائے دل و دین است
صد خانہ بر اند اختہ دَر خانہ زین است
یا ہست درخشندہ چُوں بر پشت سمند است
سرویست خرامندہ چوں بر رُوئے زمین است

ابن سعد نے جب جنابِ علی اکبر علیہ السلام کو اسپِ عقاب پر سوار دیکھا تو کہا! یہ حسین کا بڑا بیٹا ہے جو شکل و شمائل میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتا ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ اہل مدینہ پر جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شوق غالب آتا تو حضرت علی اکبر علیہ السلام کو دیکھ لیتے اور جب سیدِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گفتگو سننے کا شوق ہوتا تو شہزادۂ حسین علی اکبر علیہ السلام کی میٹھی باتیں سُن لیا کرتے تھے۔

یہ جوان سروِ رواں کی طرح طلعت افروز گُلِ ارغواں سے تازہ گھوڑے کی جولانیاں دکھاتے ہوئے میدان میں تشریف لائے اور فرمایا!

انا علی بن الحسین بن علی
نحن و بیت اللّٰہ اولیٰ بالنبی

یہ شعر اُس رجز کا ہے جو شہزادے نے اپنے حسب ونسب اور عزّو شرف کو بیان کرتے ہوئے پڑھی۔

ابوالموٴید خوارزمی روایت لائے ہیں کہ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ معرکہٗ مبارزت میں جلوہ کُناں ہوئے آپ نے چہرۂ گلرنگ پر سیاہ زلفیں ڈال رکھی تھیں اِس شہزادۂ حسین کے مُعطّر و معنبر گھنگھریالے اور لانبے چار گیسو تھے جن میں سے دو سامنے اور دو پیچھے کی جانب تھے اس شہسوار کی تعریف میں زبانِ روزگار نے ان شعروں میں نغمہ سرائی کی ہے۔

خسروا مشتری غلامِ تو باد
توسنِ چرخ در لگامِ تو باد
سبز خنک فلک مسخّر تُست
ابلقِ روزگار رامِ تو باد

شاہزادۂ عالی قدر اپنے اور اہل بیت کرام کے مناقب میں جو رجز خوانی فرمائی اُس کے بعض حصّے کا ترجمہ مقتل نورالائمہ میں خوارزمی نے اس طرح کیا ہے۔

منم علی حسین علی کہ خسرو مہر
فرازِ تختِ فلک کمترین غلامِ منست

من از نژاد شہے اَم کہ قدر اُو میگفت
کہ خطبۂ شرفِ سرمدی بنامِ منست
عنان ز معرکۂ خصم بر نخواہم تافت
چرا کہ توسنِ تند سپہر رامِ منست

جناب علی اکبر کی شجاعت

روایت آئی ہے کہ شہزادہ علی اکبر علیہ السلام نے ہر چند مقابلے کی دعوت دی مگر کوئی شخص مقابلے کے لئے نہ آیا تو آپ نے دشمنوں کے لشکر پر حملہ کر دیا آپ نے میمنہ، میسرہ اور قلب وجناح پر اس تیزی سے حملے کئے کہ دشمنوں کے لشکر میں شور برپا ہو گیا۔

آپ نے کچھ دیر جنگ کی یزیدی گروہ کا انبوہ آپ کی جنگ سے تھک ہار گیا، آپ نے میدان سے واپس آ کر اپنے والدِ محترم کی خدمت میں عرض کی'

'یا ابتاہ ذبعنی العطش واثقلنی الحدید فھل الی شربۃ ماء من سبیل "ابا جان مجھے پیاس نے ہلاک کر دیا ہے اور آہنی اسلحہ مجھ پر بوجھ بن گیا ہے کیا آپ کسی طرح مجھے پانی پلا سکتے ہیں؟ اگر پانی کا ایک قطرہ میرے حلق میں پہنچ جائے تو میں اس نابکار قوم کو ہلاک کر دوں۔

امام حسین علیہ السلام نے اُنہیں اپنے قریب کر کے ہونٹوں اور

چہرے سے غبار صاف کیا اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگشتری مبارک اُن کے منہ میں رکھدی جسے چوسنے سے اُن کی پیاس بجھ گئی اور سکون حاصل ہوگیا۔

پھر آپ دُوسری مرتبہ میدان میں تشریف لائے اور اپنے حسب حال رجز پڑھی جسے ابوالمفاخر فارسی ترجمہ میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

ساقیء کوثر آب میخواہد
میرِ مجلس شراب میخواہد
بچۂ شیر در طریق خطر
راہِ آب از کلاب میخواہد
کیست آں کو زِ فرط بے نمکے
دلِ زہرا کباب میخواہد
گیسوانِ سیہ سفید حسین
کیست کز خُون خضاب میخواہد
مومناں در بہشت و منکر ما
سُوئے دوزخ شتاب میخواہد

اس مرتبہ شہزادہ حسین نے مبارزطلبی کی تو عمرو بن سعد نے طارق بن شیث سے کہا جا کر ابن حسین کا کام تمام کردے میں ابن زیاد سے تجھے رقہ اور موصل کی حکومت لے دوں گا۔

طارق نے کہا! مجھے ڈر ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کو قتل کر دوں اور تو اپنا وعدہ پورا نہ کرے؟

ابنِ سعد نے کہا! میں قسم کھاتا ہوں کہ اس قول سے نہیں پھروں گا اور یہ میری انگوٹھی لے کر پہن لے۔

طارق نے ابنِ سعد کی انگوٹھی پہنی اور رقہ وموصل کی حکومت کی اُمید پر حضرت علی اکبر کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے مسلّح ہو کر میدان میں آ گیا،

میدان میں آتے ہی اُس نے حضرت علی اکبر پر نیزے کا وار کیا حضرت علی اکبر نے اُس کے وار کو رد کیا اور اپنا نیزہ اُس کے سینے میں مارا جس کی نوک دو بالشت اُس کی پشت سے پار نکل گئی طارق گھوڑے سے گر گیا تو حضرت علی اکبر نے اپنے مرکبِ عقاب کو اُس پر چڑھا دیا یہاں تک کہ اُس کے تمام اعضاء گھوڑے کے سُموں سے ٹوٹ پھوٹ گئے۔

بعد ازاں اُس کا بیٹا عمر بن طارق میدان میں آیا اور قتل ہو گیا اُس کے بعد اُس کا دوسرا بیٹا طلحہ بن طارق اپنے باپ اور بھائی کے غم میں جلا ہوا شعلۂ آتش کی طرح گھوڑے کو دوڑاتا ہوا حضرت علی اکبر کے سامنے پہنچ گیا۔

جناب علی اکبر نے اُسے گریبان سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو وہ اپنے گھوڑے سے اُلٹ گیا جناب علی اکبر نے ہاتھ بڑھا کر اُس کی گردن کو پکڑ کر اس طرح مروڑا کہ اُس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ گھوڑے کی زین سے

زمین پر گر پڑا ابنِ سعد کے لشکر میں شور مچ گیا قریب تھا کہ لوگ حضرت علی اکبر کے ہول و ہیبت اور زور و شوکت سے ڈر کر بکھر جاتیں۔

ابنِ سعد نے خوفزدہ ہو کر مصراع بن غالب سے کہا! جا کر اس ہاشمی جوان کو روک، مصراع آپ کے سامنے آیا اور گرما گرم آپ پر نیزے کے ساتھ حملہ کر دیا،

حضرت علی اکبر نے اپنے آباؤ اجداد سے میراث میں ملنے والی شجاعت سے نعرہ لگایا تو تمام یزیدی فوج آپ کے نعرہ کے ہول سے ڈر گئی اور آپ نے مصراع کے نیزے پر تلوار کا وار کر کے اُسے قلم کر دیا مصراع نے چاہا کہ آپ پر تلوار کا وار کرے کہ آپ نے خدا کو یاد کیا رسول خدا پر صلوٰۃ بھیجی اور اُس کے سر پر تلوار کی ایسی ضرب لگائی جو اُسے زین سمیت دو حصوں میں تقسیم کر گئی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔

ابنِ سعد کی فوج میں شور وغا غا بلند ہونے لگا تو اس نے محکم بن طفیل اور ابنِ نوفل کو ایک ایک ہزار سوار کا لشکر دے کر حضرت علی اکبر سے جنگ کے لئے بھیج دیا، ان لشکروں نے اُڑتے ہوئے غبار میں حضرت علی اکبر پر حملہ کر دیا شاہزادے نے اُن کے حملہ کو رد کرتے ہوئے اُن پر حملہ کر دیا اور ایک ہی حملہ میں دو ہزار سواروں کو پسپا کر دیا اور اُن کے قلب لشکر میں بھوکے شیر کی طرح گھستے چلے گئے آپ جس پر بھی وار کرتے وہ گر جاتا اور ہلاک ہو جاتا یہاں تک کہ یزیدیوں کے لشکر میں شور مچ گیا۔

حضرت علی اکبر کی شہادت

بعد ازاں جناب علی اکبر اپنے والدِ محترم کی خدمت میں پیش ہو کر العطش العطش پکارنے لگے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے جانِ پدر غم نہ کر کیونکہ تو ابھی ابھی حوضِ کوثر سے سیراب ہونے والا ہے،

حضرت علی اکبر اس بشارت سے خوش ہو کر واپس لوٹے اور یمین و یسار سے بیک بار لشکر اشرار پر حملہ کر دیا آپ کے جسمِ اقدس پر بہت زیادہ زخم آ چکے تھے بالآخر ابنِ نمیر کے نیزہ اور بعض کے نزدیک منقذ بن مرہ عبدی کی تلوار کے وار سے گھوڑے سے نیچے گر پڑے اور نعرہ لگایا ابا جان اس گرنے والے کی مدد فرمائیں اور دستگیری کریں،

برہگذار چو خاکم فتادہ ہاں اے بخت
بدیں طرف برساں نازنیں سوار مرا
نمی برم زغمِ ایں بارِ جاں برائے خدا
خبر برید زمن یارِ غمگسار مرا

جناب علی اکبر علیہ السلام کی آواز امام حسین علیہ السلام کے گوش مبارک میں پہنچی تو آپ نے میدان میں آ کر انہیں اٹھایا اور خیمہ کے دروازہ پر لے آئے اور گھوڑے سے اتر کر ان کا سر اپنی آغوش میں لے لیا اور فرمایا!

اے فرزندِ ارجمند اور اے آرامِ دل دردمند اپنے ماں باپ سے کوئی بات کر۔

جناب علی اکبر نے آنکھیں کھول کر اپنے سر کو باپ کی آغوش میں دیکھا اور والدہ ہمشیرگان کی چیخیں سنیں تو کہا ابا جان میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور حوریں شربت کے جام ہاتھوں میں لئے مجھے بلا رہی ہیں اس بات کے ساتھ ہی آپ نے ودیعت کردہ روح واپس کر دی۔

امام حسین علیہ السلام کے حرم سے شور اُٹھا اور آپ کی بہنیں اور بیٹیاں باہر نکل آئیں۔

امام عالی مقام بھی رونے لگے اور فرمایا اے بیٹے ! تو نے اس جہان میں اپنا گھر دیکھ لیا اور اپنے دادا جان کے پاس پہنچ گیا،

تو نے میٹھے شربت پیئے اور بہشت کا خلعت پہن لیا مجھے دشمنوں کے درمیان چھوڑ گیا اور خود جنات عدن مفتحة لھم الا بواب کا راستہ اپنا لیا۔

اے عزیزِ پدر کجا رفتی
وز کنارِ پدر چرا رفتی
بر نخوردہ زِ بوستانِ حیات
سوئے کاشانۂ فنا رفتی
بہ کزیں کلبۂ فنا رستی
بسرا پردۂ بقا رفتی

مصطفیٰ جدِّ تست میدانم
کہ بنزدیک مصطفیٰ رفتی
فرعِ زہرا و مرتضیٰ بودے
سوئے زہرا و مرتضیٰ رفتی

حضرت علی اکبر کی والدہ نے کہا! افسوس اُس نہالِ گلشنِ شادمانی سے جس کی بہارِ جوانی کی طراوت اجل کی ہوائے خزاں سے پژمردہ ہوگئی،

افسوس! اُس جمالِ زیبا کا جس نے ابھی حلاوتِ حیات سے چاشنی کا ذائقہ نہیں چکھا تھا، جب غنچۂ شوکت خارِ فنا سے پردہ میں چلا گیا۔

ماہِ نو را چہ اتفاق افتاد
کہ چنیں زود در محاق اُفتاد

دوسری روایت

ایک روایت میں آیا ہے کہ جس وقت حضرت علی اکبر نے یزیدیوں کے پورے لشکر پر حملہ کر دیا اور اُن کے درمیان گھر گئے تو آپ امام حسین علیہ السلام کی نظروں سے غائب ہوگئے،

امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام اُن کا حال جاننے کے لئے اُن کے پیچھے آئے آواز دی یا علی یا علی اچانک حضرت علی اکبر کی آواز آئی،

ابا جان ادرکنی! امام حسین علیہ السلام نے گھوڑا اس طرف دوڑا دیا اور کہا! یا علی دوسری طرف سے آواز آئی،

ابا جان ادرکنی! امام حسین علیہ السلام اُس آواز کے پیچھے گئے تو حضرت علی اکبر نظر نہ آئے،

آپ نے آواز دی یا علی مگر جواب نہ آیا،

اس کی وجہ یہ تھی کہ منقذ بن نعمان نے آپ کے سر پر زخم لگایا اور اُن کے قریب آیا تو آپ گھوڑے پر اوندھے ہو گے، اور زِین کو تھام کر لگام چھوڑ دی گھوڑا اُنہیں ایک ایسی طرف لے گیا جو امام حسین علیہ السلام کی لشکرگاہ سے ہٹ کر تھی،

جب گھوڑا تھوڑی دُور گیا تو جناب علی اکبر نیچے گر پڑے اور گھوڑا میدان کی طرف چلا گیا۔

اُدھر جب امام حسین علیہ السلام نے آواز دی اور جواب نہ سُنا تو نڈھال ہو گئے، آپ نے صفِ لشکر کو چیر ڈالا مگر حضرت علی اکبر نظر نہ آئے میدان میں نگاہ ڈالی تو اُنہیں قتل شدہ لوگوں میں بھی نہ پایا، قضارا امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے نے ابنِ سعد کے لشکر سے ہٹ کر صحرا کی طرف رُخ کر لیا،

امام حسین علیہ السلام نے ہر چند اُس کی لگام کھینچ کر روکا مگر گھوڑا نہ ٹھہرا یہاں تک کہ میدانِ قتال و معرکہ جدال سے تھوڑی دور جا کر آپ نے

یاعلی یاعلی کا نعرہ لگایا اور اپنے پسندیدہ بیٹے کی آرزو میں آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے زبانِ حال سے فرمایا۔

ز فرقت تو دِلے دارم و ہزاران درد

زہجرِ تو نفسے دارم و ہزاران آہ

اے فرزندِ دلبند تو کہاں ہے، تو اپنا رُخِ نازنین اپنے سوختہ جگر باپ کو کیوں نہیں دکھاتا، اے بیٹے جفائے دشمن سے میرا دل زخمی ہے ہاں میرا زخمی دل جدائی کے نمک کا سزاوار ہے۔

من خود از آزارِ ایں سنگے دِلاں

زار بُودم گشتم اکنوں زار تر

اسی اثناء میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی نظر حضرت علی اکبر کے گھوڑے پر پڑ گئی مگر حضرت علی اکبر نظر نہ آئے آپ نے گھوڑے کو پکڑنا چاہا تو اُس نے صحرا کی طرف رُخ کر لیا،

حضرت امام حسین علیہ السلام اُسے پکڑنے کے لئے پیچھے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ گھوڑا ایک مقام پر جا کر ٹھہر گیا امام عالی مقام نے نگاہ کی تو حضرت علی اکبر کو گرے ہوئے دیکھا، آپ مرغِ نیم بسمل کی طرح تڑپ رہے تھے اور خاک وخون کے درمیان بے خود ہو کر غلطان ہو چکے تھے،

امامِ عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام اُسی وقت گھوڑے سے اُتر آئے اور حضرت علی اکبر علیہ السلام کے پاس بیٹھ کر اپنا ہاتھ اُن کی پیشانی پر

رکھ دیا حضرت علی اکبر نے آنکھیں کھول کر اپنے والدِ محترم کا جمالِ با کمال دیکھا اور عرض کی ابا جان میں دیکھ رہا ہوں امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کیا چیز دیکھ رہے ہو؟

عرض کی! ابا جان مُبارک ہو! ابا جان میں نے دیکھا کہ میرے جدِ امجد حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں شرابِ بہشت کے دو پیالے لئے ہوئے ہیں، اُن میں سے ایک پیالہ آپ نے مجھے عطا کر کے فرمایا پی لے میں نے عرض کی! دونوں پیالے مجھے عطا فرما دیں میں بہت زیادہ پیاسا ہوں۔

آپ نے فرمایا اے علی تو یہ پیالہ پی لے کیونکہ دوسرا پیالہ میں تیرے ابا جان کے لئے تیار کر رہا ہوں کہ وہ بھی تشنہ لب اور خستہ دل کے ساتھ میرے پاس آرہے ہیں۔

جناب علی اکبر نے یہ بات کہی اور جان جانِ جانان کے سپرد کر دی امام حسین علیہ السلام نے اُنہیں عقاب گھوڑے پر باندھا اور خیمہ کے دروازے پر لے آئے اُن کی ماں اور بہنوں نے رونا شروع کر دیا اور مرثیے پڑھے جیسا کہ اس سے پہلے یہ ذکر ہو چکا ہے،،

افسوس کہ آسمانِ ولایت کا ہلالِ نُور گستہ جو امامت وہدایت کے اُفق سے طلوع ہوا تھا، اور ابھی مدارج و معارجِ کمال بدریت پر اشتغال پذیر نہ ہوا تھا، حجابِ غروب اور نقابِ افول میں محجب اور پوشیدہ ہو گیا، اور طوبیٰ

مثالِ شاخِ بوستان کرامت جو سطوت وشہامت کی جُوئے بار کے کنارے نشو ونما حاصل کر رہی تھی اظہارِ ازہار فضائل اور اثمارِ موالی سے پہلے صرصر اجل کے ساتھ گر گی،،

تا دامنِ آں تازہ گُل اُز دستِ بروں شُد
چوں غنچۂ دلم تہ بتہ آغشتہ بخُوں شُد

اس دردِ غمزدہ کی سوزش کو وہی جانتا ہے جو بیٹے کی غم اندوز جدائی سے جل چکا ہو اور اس زخم کی خراش وہی مصیبت زدہ پہچانتا ہے جو اپنے دلبند کی مفارقت کے حادثہ جگر سوز میں مبتلاء ہو۔

ہلاکِ جانِ من آں پیر داند
کہ روزِ از جوانی دور ماند است

امام عالی مقام کی وصیت

القصّہ جب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ کسی طرف کوئی یار و مددگار نظر نہیں آتا اور کسی جانب سے غمگساری وہواداری کی آواز نہیں آتی اور مخدّراتِ حجراتِ عصمت وطہارت کی چیخیں نکل رہی ہیں اور انہوں نے فغان وشیون کا آغاز کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا، اے پردہ نشینانِ حرمِ نبوّت اور اے پرورش یافتگانِ درِ سراپردۂ عفت وفتوت خاموش ہو جائیں، تا کہ دشمن طعنہ زنی نہ کریں، صبر وشکیبائی کو اپنا شعار بنائیں کیونکہ مصیبت کے وقت جزع

فزع کرنا ثواب سے محرومی کا باعث ہوتا ہے جبکہ صابروں کا ثواب حق سُبحانہ تعالیٰ کے نزدیک بے حد وحساب ہے، آپ کا ارشاد سن کر فراقِ زدگانِ اہلبیت نے زبانِ نیاز سے یہ سخن ادا کئے۔

دل نہ دارد طاقتِ بارِ فراق
اِیں دل است اَے شاہ سنگِ خارا نیست

اُن کے جواب میں امام عالی مقام کے حال نے یہ نطق فرمایا کہ آپ لوگ سچ کہتے ہیں،،

صبر کردم دَر فراق چُوں منے
سُخت دُشوار اَست اَما چارا نیست

پھر آپ نے اپنی صاحبزادی جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کو آغوش میں لے کر اپنی ہمشیرگان کو فرمایا! میری سکینہ آج یتیم ہو جائے گی، میرے بعد ہرگز ہرگز اِسے سخت سُست نہ کہنا اور اِس کے ساتھ بے التفاتی نہ کرنا کیونکہ یتیموں کا دل نازک ہوتا ہے اور میری شہادت کے بعد سر ننگے نہ کرنا اور چہروں پر طمانچے نہ لگانا اور سینہ کوبی نہ کرنا اور کپڑے نہ پھاڑنا کہ یہ اہلِ جاہلیت کی عادت ہے،

ہاں! میں تمہیں رونے سے منع نہیں کرتا کیونکہ تم غریب الوطن بے کس ومظلوم اور بے چارہ ومحروم ہو بایں ہمہ تم میری مصیبت میں بھی مبتلا ہو جاؤ گے، اور میری شہادت سے سراسیمہ اور پریشان ہو جاؤ گے۔

اِس مقام پر سیّدہ زینب سیّدہ اُمِّ کلثوم اور شہر بانو یعنی حضرت اُمّ رباب اور حضرت سکینہ سلام اللہ علیہن نے نڈھال ہو کر اس طرح رونا شروع کر دیا کہ آسمان کے عبادت گذاروں نے ان کے آہ و نالہ سے پریشان ہو کر فریاد و فغاں شروع کر دی۔

حضرت علی اصغر کی شہادت

امام حسین علیہ السلام نے اِن سب کو تسلی دی اور گھوڑے پر سوار ہو کر چاہا کہ میدان کو تشریف لے جائیں کہ اچانک خیمہ سے زبردست چیخ و پکار کا شور آپ کی سمع مبارک تک پہنچا،

آپ نے اس کا سبب پُوچھا تو اہلِ بیت کرام نے عرض کی اے سیّد و سرور ستم گر زمانے نے ہمیں خوار کیا اور علی اصغر پیاس سے زاری کر رہا ہے اُس کی والدہ کا دودھ خشک ہو چکا ہے اور وہ شیر خوار بچہ ہلاکت کے قریب پہنچ چکا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اُسے اٹھا کر میرے پاس لے آؤ جناب زینب سلام اللہ علیہا اُنہیں اُٹھا کر امام حسین کی خدمت میں لے آئیں،

امام مظلوم علیہ السلام نے اُنہیں آغوش میں لے کر زین کا سہارا دیا اور مخالفین کی فوج کے پاس جا کر اُنہیں ہاتھوں میں اُٹھا کر آواز دی اے لوگو

اگر تمہارے گمان میں میں نے گناہ کیا ہے تو اس بچّے نے ہرگز کوئی گناہ نہیں کیا اسے ایک گھونٹ پانی دے دو کیونکہ شدّت پیاس سے اس کی والدہ کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔

اُن سنگ دل جفا کاروں نے کہا! یہ محال ہے کہ ہم ابن زیاد کے حکم کے بغیر آپ کو اور آپ کے بیٹوں کو ایک قطرہ پانی کا دے دیں اس کے ساتھ ہی قبیلہ ازد کے ایک بد بخت شخص حرملہ بن کاہل نے تیر کھینچا اور امام حسین علیہ السلام کی طرف چلا دیا وہ تیر حضرت علی اصغر کے گلے کو چیرتا ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام کے بازو میں پیوست ہو گیا۔

امام حسین علیہ السلام نے معصوم علی اصغر کے گلے سے تیر کو کھینچا اور معصوم کے حلق سے جاری ہونے والا خون دامن پاک پر مل لیا اور ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیا۔

پھر آپ خیمہ کی طرف تشریف لے آئے اور حضرت علی اصغر کی والدہ کو بلا کر فرمایا کہ شہید بچے کو لے لیں اسے حوض کوثر سے سیراب کیا جائے گا۔

جناب علی اصغر کی والدہ کی چیخ نکل گئی اور خواتین اہل بیت فریاد و فغاں کرنے لگیں امام حسین علیہ السلام بھی بیٹے کے حال پر رو دیئے اور فرمایا!

تا جدا گشتی از کنارِ پدر
تیرہ شد بے تو روزگارِ پدر

غمگسارِ پدر تو بودی و گشت
دردِ دل ماند یادگارِ پدر

حضرت علی اصغر علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے اپنے نورِ نظر کے فراق میں یہ کلمات ادا کیے۔

رفتی و سیر نہ دیدہ رُخِ تو دیدہ ہنوز
گوش یک نکتہ زلب ہائے تو نہ شنیدہ ہنوز
چیدہ دستِ ازل اَے غنچۂ نورستہ ترا
نخلِ از شاخِ اہل دستِ تو نا چیدہ ہنوز

اور ابو المفاخر نے کہا!

اَے دلِ و دیدہ و روانِ پدر
بتو خُورسند بُود جانِ پدر
اَے گُلِ سرخ نا شگفتہ ہنوز
زود رفتی زبوستانِ پدر

روایات میں آتا ہے حضرت علی اصغر سمیت بہتر افراد نے جامِ شہادت پی کر رختِ زندگانی دارِ ملک بقا کی طرف باندھ لیا، اور امام حسین کے ساتھ سوائے حضرت امام زین العابدین کے کوئی مرد نہ تھا اہل بیت کرام نے جب امام حسین کو اکیلا دیکھا تو جگر گرم سے آہِ سوزناک کھینچی اور بچوں کی یتیمی غریبی و بے کسی کو دیکھ کر گریہ و بکا کو نہ روک سکے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اے دریغا دیدۂ انصاف اگر بینا بُدے
سبطِ پیغمبر چرا در کربلا تنہا بُدے
بر غریبیِ حسین و دردِ اُو بگریستے
حضرت ختم النبیّین گر درآں صحرا بُدے
کے توانستے کشیدن تیغ درویشِ کسے
گر علی مُرتضٰی با ذوالفقار آنجا بُدے
فاطمہ از حسرت و اندوہ آں لب تشنگاں
جامہ برتن چاک کردے گر دراں غوغا بُدے
گر حسن بودے درآں صحرائے پر کرب و بلا
از غمِ و سوزِ برادر والہ و شیدا بُدے

امام زین العابدین کا ایثار اور اُن کو وصیّت

روایت آئی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مردوں سے صرف حضرت امام زین العابدین باقی بچے تھے اور وہ بھی بیمار تھے اُنہوں نے والد گرامی کو اکیلے دیکھا تو نیزہ لے کر خیمے سے باہر تشریف لے آئے مگر انتہائی کمزوری کی وجہ سے آپ کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے اور رنج والم کی وجہ سے آپ کا بدن مبارک کانپ رہا تھا اسی حال میں آپ نے میدان کا رخ کرلیا۔

امام حسین علیہ السلام نے جب اُنھیں میدان میں جاتے دیکھا تو تیزی سے اُن کے پیچھے روانہ ہو گئے اور فرمایا اللہ اللہ ! اے بیٹے واپس جا کہ میری نسل تجھ سے باقی رہے گی، تو ائمہ اہل بیت کا باپ ہو گا اور تیری نسل قیامت تک منقطع نہیں ہو گی، میں تجھے وصیّت کرتا ہوں خواتین کو تیری نگرانی میں چھوڑتا ہوں میرے نانا جان اور میرے والدِ گرامی کی جو امانتیں باقی ماندہ ہیں وہ تیرے سپرد کرتا ہوں،،

پہلی چیز قرآن مجید ہے جو کلام الٰہی اور مجمع حقائق لا متناہی ہے۔

دوسری چیز حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا مصحف ہے علاوہ ازیں جفرِ ابیض اور جامع اور جفرِ احمد اور علم خافت اور لکھا ہوا علم اور وہ باقی علوم جن پر سوائے ائمہ اہل بیت کے کسی کو اطلاع نہیں۔

پھر آپ امام زین العابدین کو خیمہ میں لے آئے اور بٹھا کر وہ امانتیں اُن کے سپرد کیں اور تقویٰ و رضائے الٰہی کی وصیت فرمائی اُس وقت آپ نے اپنی زوجہ محترمہ کو فرمایا اسلحے کا صندوق لے آئیں کیونکہ جملہ دور گذر گیا اور ہماری باری آ گئی۔

''نور الائمہ'' میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی زبانِ حال سے بیان کیا گیا ہے۔

اینک آمد نوبتِ مَن الوداع

الوداع اے عترتِ مَن الوداع

زُود دِلہائے شُمَا خواہد شُدَن
سوز ناکِ فرقت مَن الوداع
دمبدم خواہید چُوں ابرِ بہار
گریہ کرد از حسرتِ مَن الوداع

میدان جنگ میں رجز خوانی

امام عالی مقام علیہ السلام نے مصری قبا زیب بدن فرمائی، حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دستار مبارک سر پر رکھی، سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ڈھال پشت پر ڈالی، شاہِ ولایت حضرت علی علیہ السلام کی ذوالفقار حمائل کی اور ذوالجناح گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کی طرف تشریف لے گئے جب آپ روانہ ہوئے تو پردہ نشینان حجلۂ عصمت نے کہا ائے واویلاہ آپ نے ہمیں کس حال میں چھوڑا ہے اور اِن بے کس غریبوں کو کس کے سپرد کیا ہے؟

امام حسین علیہ السلام نے واپس آکر فرمایا میں نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا ہے اور تمہاری مشکلات میں وہی میرا کفیل ہے۔

وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلاً

امام حسین علیہ السلام جب میدان کے درمیان پہنچے تو آپ نے اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور آغازِ رجز فرمایا جو تقریباً بیس اشعار پر مشتمل ہے

سے بطورِ تبرک پانچ شعر نقل کیے جاتے ہیں۔

خیرۃ اللّٰہ من الخلق ابی
ثم امی فا نا ابن الخیر تین
فضۃ قد خلصت من زھب
فانا الفضۃ وابن الذھبین
فاطمہ الزھرا امی وابی
وارث الرسل امام الثقلین
من لہ جد کجدی فی الوریٰ
اوکشیخی فا نا ابن العلمین
ذھب من ذھب فی ذھب
فی لجین فی لجین فی لجین

ان ابیات کا ترجمہ اپنے ایک عزیز کے کلام سے بیان کرتا ہوں۔

جد من خیرالوریٰ فاضل ترینِ انبیاست
آفتابِ اوجِ عزّت شمعِ جمعِ اصفیاست
منقبتہائے پدر گر بر شمارم دور نیست
دُرِّ دُرجِ لافتیٰ و بدرِ بُرجِ ھل اتیٰ است
مادرم خیر النساء فرزندِ خاصِ مصطفےٰ
بر کمالِ او کلام بضعۃ منّی گواست
از برادر گر پرسی ہست شاہِ دیں حسن
آنکہ سبطِ مصطفےٰ و نورِ چشمِ مرتضیٰ ست

ہست عمِ جعفرِ طیّار کاندر باغِ خُلد
دائما پروازِ اُو تا آشیانِ کبریاست
حمزہ سرخیلِ شہیداں باشدم عمِّ پدر
ایں چنیں اصل ونسب دَر جملۂ عالم کراست
اَے ستمگارانِ سنگیں دِل کہ اخلاقِ شما
بے وفائی و نفاق و حیلہ و جورو جفا است
جملہ فرزنداں و خویشاں و عزیزانِ مرا
قتل کردید ایں چہ آئین است وایں طغیاں چراست
ویں زماں بہرِ ہلاکِ منِ کمر بربستہ اید
کشتنِ من در کدام ایں مذہب وملّت رواست
تشنہ رفتند یاراں و من از پے میروم
دَر قیامت حضرت حق حاکم مَا و شُما است

امام کا اتمام حُجّت فرمانا

پھر آپ نے فرمایا ! اُے قوم خدائے اکبر سے ڈرو جو رات لے جاتا ہے اور دن لاتا ہے جو فوت کرتا ہے اور زندہ کرتا ہے، اور جو رزق عطا فرماتا ہے۔

اگر تم خدا کے دین کا اقرار کرتے ہو اور میرے نانا جان رسول خدا

حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ہو تو مجھ پر ظلم و ستم نہ کرو اور قیامت کے دن سے ڈرو جس روز میرے ماں باپ لائے ہو تو مجھ پر ظلم و ستم نہ کرو اور قیامت کے دن سے ڈرو جس سے روز میرے ماں باپ تم سے جھگڑا کریں گے اور تمہیں حوض کوثر کا پانی عطا نہیں کریں گے،

تم اب تک میرے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، قریبیوں، دوستوں اور محبّوں سے بہتر افراد کو شہید کر چکے ہو اور اب مجھے قتل کرنا چاہتے ہو اگر یہ ملک کے لئے ہے تو مجھے سر راہ چھوڑ دو تا کہ میں روم یا حبش اور ترکستان کو چلا جاؤں اور میرے عیال و اطفال کو جن کے جگر پیاس سے کباب ہو چکے ہیں تھوڑا سا پانی دے دو تا کہ میں کل قیامت کو تم سے جھگڑا نہ کروں۔

اور اگر تم ایسا نہیں کرتے تو الحکم للّٰہ ور ضیین بقضاء اللّٰہ

لشکر یزید کی حالت

شامیوں نے جب یہ باتیں سنیں تو معرکۂ کارزار سے واپس ہو گئے اور اہل کوفہ رونے اور زاری کرنے لگے، بختری بن ربیعہ، شیث بن ربعی اور شمر بن ذی الجوشن نے جب دیکھا کہ محاذ اُن کے ہاتھوں سے نکل گیا ہے، اور قریب ہے کہ اُن کا لشکر اپنے سپہ سالاروں کے ساتھ جنگ پر آمادہ ہو جائے، تو یہ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا! اے ابن ابی تراب اپنی بات لمبی نہ کر اور اپنے غرور کو چھوڑ کر آتا کہ ہم تجھے

ابن زیاد کے پاس لے چلیں اور تو وہاں یزید کی بیعت کر لے اور اس ہلاکت سے رہائی حاصل کر لے، بصورتِ دیگر ہم تجھے اسی حال پر رکھیں گے یہاں تک کہ تو پیاسا ہلاک ہو جائے۔

امام حسین علیہ السلام نے خاموشی سے سر جھکا دیا، اُدھر ابن سعد نے جب اپنے لشکر کے گریہ وفغاں کو دیکھا تو ڈر گیا اور قلب لشکر سے باہر آ کر پیادوں کو آواز دی کہ ابنِ ابوتراب اگر کوئی دوسری بات کرے تو اس پر تیزی سے تیروں کی بارش کر دو،،

ابن سعد کی بات سن کر اس کے پندرہ ہزار بدبختوں نے کمانوں میں تیر رکھے اور امام عالی مقام کی طرف چلا دیئے خدا کی قدرت کہ آنجناب اور آپ کے مرکب شریف کی طرف ایک بھی تیر نہ آیا تیر اندازوں نے اپنے تیروں کو خطا جاتے دیکھا تو شرمندہ ہو کر واپس ہو گئے اور امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ میں واپس تشریف لے گئے۔

علامہ جار اللہ نور الائمہ میں روایت بیان کرتے ہیں کہ اُس وقت امام حسین کربلا میں اکیلے رہ گئے تھے۔

ورائے پردہ نشیناں و کودکِ بیمار
نماندہ ہیچ کس دیگر از تبارِ حسین

حسین گریہ کناں دَر وداعِ فرزنداں
ستادہ لشکر بے حد دَر انتظارِ حسین

زعفر جن کا مدد کے لئے آنا

امام حسین علیہ السلام نے چاہا کہ حملہ کریں تو اچانک زبردست گرد و غبار چھا گیا اور ایک شخص دوسرے شخص کو نہیں دیکھ پاتا تھا، اسی اثناء میں ایک مہیب صورت اور عجیب شکل کا شخص عجیب و غریب سواری پر ظاہر ہوا اُس کا سر اور ہاتھ گھوڑے کے سر اور ہاتھوں کی طرح تھے اور پاؤں شیر سے مشابہ تھے۔ اُس نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی !

السلام علیك وعلیٰ جدك و علیٰ ابیك و علیٰ اُمك

امام حسین علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا ! اے نیک بخت تو کون ہے جو اس وقت مظلوموں بے چاروں اور غریب الوطنوں پر سلام کرتا ہے ؟

اُس نے کہا ! اے ابنِ رسول اللہ میں جنّوں کا سردار اور سیّدِ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام اور شاہِ مردان علیہ السلام کا نوکر ہوں میرا نام زعفر زاہد ہے اور میرا لشکر اس بیابان میں سکونت پذیر ہے،

آپ کے والد گرامی چاہ بئر العلم سے تشریف لائے تو اُنہوں نے ضربِ ذوالفقار سے جنوں کو مسلمان کیا اُس وقت میرا باپ جنّوں کا بادشاہ تھا اور میرے باپ کے فوت ہو جانے کے بعد یہ تمام جن میرے زیرِ فرمان ہیں اجازت عطا فرمائیں تا کہ میں اپنے لشکر کو لا کر اِن لوگوں سے جنگ کروں۔

دوستاں راشاد گردانم بہ توفیقِ خدا
ویں ستم گاران سرکش را در اندازم زپا

امام عالی مقام کا جواب

حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا! اے زعفر اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تمہیں نہ یہ لوگ دیکھ سکیں گے اور نہ قتل کر سکیں گے جبکہ تم اُنہیں دیکھو گے بھی اور قتل بھی کرو گے اور یہ ظلم ہوگا۔

بدر و حنین کی جنگ میں میرے نانا جان کی خدمت میں حاضر ہو کر ملائکہ نے جو کافروں کے ساتھ جنگ کی تھی وہ خدا کے حکم سے تھی تو اپنے گھر اور اپنی مجلس میں واپس چلا جا۔

زعفر نے کہا! اے سردار ہم انسانوں کی طرح ان کے سامنے نظر آئیں گے اور جنگ کریں گے اگر ہماری تمام قوم بھی قتل ہو جائے گی تو آپ کی راہ میں شہید ہوگی۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے زعفر جزاکَ اللہ خیراً میرا دل حیات دنیوی سے بھر چکا ہے اور میں نے خوابوں کے علم میں دیکھا ہے کہ آج میں اپنے پروردگار سے ملاقات کروں گا تو میرے لئے اس قوم سے تعرض نہ کر اور واپس چلا جا۔

زعفر واپس چلا گیا اور اُسی وقت تمام گرد و غبار ختم ہو گیا۔

امام عالی مقام کا زورِ حیدری

امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ اہلِ عناد وانکار جدال وقتال کر کے رہیں گے اور خصومت وعداوت سے باز نہیں آئیں گے تو آپ نے دوسری مرتبہ میدان کا رخ کیا اور مقابلے کی دعوت دی۔

شام کے لشکر کا ایک سردار تمیم بن قحطبہ جو کہ اپنی قوم میں بڑا بہادر اور شہزور گنا جاتا تھا امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے سامنے آیا اور کہا اے ابنِ ابوتراب آپ کہاں تک جھگڑا کریں گے؟

آپ کے بیٹوں نے ہلاکت کا زہر پی لیا ہے، آپ کے اقرباء اور غلاموں نے لباس فناء پہن لیا، اور اب بھی آپ جنگ کرنا چاہتے ہیں اور تن تنہا اکیلے بیس ہزار اشخاص سے تیغ زنی کریں گے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ! اُے شامی کیا میں تمہارے ساتھ جنگ کرنے کے لئے آیا ہوں یا تم میرے ساتھ جنگ کے لئے آئے ہو؟

میں نے برسرِ راہ تمہیں روکا ہے یا تم نے راہ چلتے مجھ پر گرفت کی ہے ؟

تم نے میرے بھائیوں اور بیٹوں کو قتل کر دیا ہے اور اب میرے اور تمہارے درمیان سوائے تلوار کے اور کیا رہ گیا ہے ؟

تو نے بہت باتیں کر لی ہیں اب جو کچھ تیرے پاس ہے وہ لے آ، یہ

فرمایا اور اس زور سے نعرہ لگایا کہ یزیدی فوج کا زُہرہ اُن کے چہروں پر پسینہ بن کر آ گیا۔

تمیم پر گھبراہٹ طاری ہو گئی اور اُس کا ہاتھ ناکارہ ہو گیا، امام عالی مقام نے اُس کی گردن پر تلوار ماری تو اُس کا سر پچاس قدم دور جا کر گرا، پھر آپ نے یزیدی فوج پر حملہ کر دیا،

سپاہِ دشمن آپ کی تلوار کی ضرب سے ہراساں ہو کر ایک دم بھاگ نکلی تو یزید ابطحی نے لشکر کو للکارتے ہوئے کہا اے بے حمیّتو تم سب کے تم سب کے سب ایک شخص سے کمزور پڑ گئے ہو دیکھو کہ میں اُس کا کس طرح کام تمام کرتا ہوں،،

بعد ازاں وہ مسلح ہو کر امام حسین علیہ السلام کے سامنے پہنچ گیا، اُس کی جنگجوئی تمام عراق و شام میں مشہور اور جرأت و شجاعت ولایت مصر و روم میں معروف و مذکور تھی،،

ابن سعد کی فوج نے جب اُسے امام حسین علیہ السلام کے مقابل دیکھا تو خوشی سے نعرہ بلند کر دیا اور اہل بیت کے بچّوں اور عورتوں کو جب اس حال کا علم ہوا تو وہ پریشان ہو گئے مگر امام حسین علیہ السلام نے ابطحی کو للکارتے ہوئے کہا ! کیا تو مجھے نہیں جانتا جو اس گستاخانہ انداز میں میرے سامنے آیا ہے ؟

ابطحی نے جواب دینے کی بجائے امام حسین علیہ السلام پر تلوار کا

وار کر دیا آپ نے اس کے وار سے پہلے اُس کی کمر پر تلوار چلا دی اور اُسے لکڑی کی طرح چیر کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

امام عالی مقام فُرات پر

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام بہت زیادہ پیاسے تھے، اس لئے آپ نے پانی کی طرف جانے کا قصد کیا، شمر نے اپنے لشکر کو آواز دی کہ حسین کو پانی کی طرف ہرگز نہ جانے دینا،

اگر اس نے پانی کا ایک پیالہ پی لیا تو ہم میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا، پس لشکر یزید نے غلبہ کیا اور امام عالی مقام اور آب فرات کے درمیان حائل ہو گئے۔

امام علیہ السلام نے تلوار کھینچتے ہوئے ذوالجناح کو مہمیز لگا دی، اے عزیز! امام عالی مقام کے گھوڑے اور تلوار کا وصف اس طرح بیان کیا ہے۔

تیغ گوہر دارِ او الحق زنیک و گوہرے
آتش ہمرنگ آب و آب رنگِ آتشیں
گوہر اُو تابناک و آتشِ اُو آبناک
آب و آتش گشتہ یک جا ہم قِران و ہمقریں
کردہ اُز خونِ دلیراں دَر صفِ میدانِ جنگ
نعلِ خارا کوبِ اسپش خاک را با خوں عجیں

تیز تک چابک عناں پولا دسم خار اشگاف ٭

خرد سر کوچک دہاں لاغر میاں فربہ سریں

شیر صولت پیل پیکر کوہکن دریا گذار

رعد ہیبت برق سرعت باد جنبش تیز بیں

اینت مرکب اینت راکب اینت تیغ و اینت مرد

اے ہزاراں آفریں بر جانت از جان آفریں

امام حسین علیہ السلام نے اس طرح گھوڑے کو مشتعل کیا اور اس طرح باغیوں کے سر پر تلوار چلائی جس طرح خزاں کے پتے زمین پر گرتے ہیں، یہاں تک کہ آپ لشکر کی تین صفوں کو چیرتے ہوئے فرات کے کنارے پہنچ گئے،

آپ نے ابھی گھوڑے کو فرات میں اُتار کر چلو میں پانی لیکر پینے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ آواز آئی ! اے حسین آپ پانی پی رہے ہیں اور یزیدی لشکر اہل بیت کے خیموں کو لوٹ رہا ہے۔

امام حسین علیہ السلام کو غیرت آئی اور آپ پانی پھینک کر ہوا کی طرح خیمہ کے دروازہ تک پہنچ گئے،

وہاں پر آپ نے کسی کو نہ دیکھا تو جان لیا کہ یہ بات مکّاری غدّاری سے کہی گئی تھی جب کہ دوست کا حکم بھی یہی تھا کہ امام حسین علیہ السلام اس دن کا روزہ بہشت کی شراب سے کھولیں۔

پردہ داروں کو وصیت

بہر حال! امام حسین علیہ السلام جب فرات سے خیمہ تک آئے تو چار سو افراد کو مار گرایا تھا جب آپ خیمہ میں تشریف لے آئے تو سرا پردہ میں قدم مبارک رکھا،

تمام خواتینِ اہل بیت آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئیں تو آپ نے فرمایا! اے پردہ دارو چادریں سر پر کرلو اور کمر باندھ کر میری مصیبت کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ مگر کپڑے نہ پھاڑنا اور نہ گھبراہٹ کا اظہار کرنا میرے یتیموں کا خیال رکھنا پھر آپ نے امام زین العابدین علیہ السلام کو آغوش میں لے کر انہیں بوسہ دیتے ہوئے فرمایا!

بیا جانا وداعم کن بآبے آتشم بنشاں
کہ تیغ از استخواں بگذشت وآب از فرق وکار از جاں
بیازاں پیش کز حلقم بریز و شمر ناکس خوں
شود مُرغ دل پاکم زتابِ کربلا بریاں
کنارم گیر کز بویت شود جانِ حزیں خُرّم
سخن گو تاز گفتارت دلِ غمگیں شود شاداں

اے بیٹے! جب آپ مدینہ منورہ میں پہنچیں تو دوستوں کو میرا سلام کہنا اور کہنا میرے باپ نے اس طرح فرمایا ہے کہ جب کبھی تم غریب الوطنی

کے دکھ میں مبتلا ہو جاؤ تو میری غریب الوطنی کو یاد کر لینا،

اور جب کسی کو قتل شدہ کو دیکھو کہ اُس کی گردن ناحق کاٹ دی گئی ہے تو مجھے فراموش نہ کرنا،

اور جب کبھی ٹھنڈا میٹھا پانی پیو تو میری تشنہ لبی اور میرے جگر کی تپش پر غور کر لینا۔

اَے ہمدمانِ مُشفق و اَے دوستانِ مَن
یاد آورید واقعہ و داستانِ مَن
در جوئے دیدہ چشمہ خونین رواں کنید
از بہرِ آب دادنِ سروِ روانِ مَن
زد آسماں عمامۂ خورشید برزمین
آں دم کہ غرقہ گشت بخوں طیلسانِ مَن
پژمردہ شُد زغم گُلِ صد برگ آفتاب
تا دید عرقِ خُوں رخ چوں ارغوانِ من
آبِ فرات کف بسرو سر بسنگِ زد
وقتیکہ تشنہ شُد لبِ شکر فشانِ من
گر دید خُوں بتعزیّت من کہ می رسد
صد گونہ فیض جانِ شما راز جانِ من

زوجہ امام عالی مقام کی گذارش

آپ کی زوجہ محترمہ حضرت شہر بانو نے عرض کی! اے میرے سرور وسردار میں اس ملک میں غریب الدّیار ہوں، اور یہاں پر میرا کوئی غمگسار و غمخوار نہیں، آپ کی ہمشیر گان اور صاحبزادیاں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں، کوئی شخص ان پر ہاتھ نہیں اُٹھائے اگا اور اُن کی حرمت کا خیال رکھے گا،،

میں یزدجرد کی بیٹی ہوں اور آپ کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں، ممکن ہے آپ کے بعد لوگ میری طرف قصد کریں اور آپ کے حرم محترم کی حرمت کا خیال نہ کریں،،

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ! اے شہر بانو آپ غم نہ کریں آپ پر کوئی شخص ہاتھ نہیں اُٹھا سکتا، اور آپ ہمیشہ محترم ومکرم رہیں گی۔

ایک روایت میں آیا ہے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ! جب میں گھوڑے کی پشت سے گر جاؤں گا تو میرا گھوڑا آپ کے پاس آئے گا آپ

علامہ کاشفی نے جہاں کہیں بھی حرم امام عالی مقام کا تذکرہ کیا ہے حضرت شہر بانو کے نام سے کیا ہے حالانکہ حضرت شہر بانو بہت عرصہ پہلے رحلت فرما چکی تھیں اور یہ ایک تاریخی غلطی ہے واللہ اعلم "صائم چشتی"

اُس پر سوار ہو کر اُس کی لگام چھوڑ دینا وہ آپ کو جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا اِن لوگوں سے بچا کر لے جائے گا۔

مگر درست روایت یہ ہے ! کہ آپ کی زوجہ محترمہ اہلِ بیت کے ہمراہ شام کو گئی تھیں۔

القصّہ! امام حسین علیہ السلام نے اپنی اوُلاد سے ایک ایک کو رخصت کیا اور سوار ہو گئے، یہ آخری زیارت اور آخری وداع تھا، پس آپ دوسری مرتبہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور زبان حال سے کہا!

لا اُبالی واردستے بر جہاں خواہم فشاند
ہر چہ دامن گیر دم دامن از آں خواہم فشاند
دامنِ آخر زماں دُارد غبارِ حادثہ
آستیں بر دامنِ آخر زماں خواہم فشاند
پائے غیرت بُر سرِ کون و مکاں خواہم نہاد
دستِ ہمّت بر رُخِ جان و جہاں خواہم فشاند
از سرِ صدق و صفا چُوں صبح دم خواہم زدن
دند آں دم در ہوائے دوست جاں خواہم فشاند

امام عالی مقام کی تلوار کی کاٹ

روایت آئی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام میدان میں

تشریف لائے اور مقابلے کی دعوت دی تو ابن سعد نے کہا اے لوگو تم جانتے ہو کہ وہ اکیلے اکیلے حریف کو نہیں چھوڑتے اس وقت وہ پیاسے ہیں اور ہلاکت کے قریب پہنچ چکے ہیں، اکٹھے ہو کر حملہ کر دو،،

یزیدی لشکر حرکت میں آ گیا اور آپ کو گھیرے میں لے لیا امام عالی مقام شیر غراں کی طرح تیغ براں لئے اُن کے درمیان اَنَا ابن رسول اللہ کا رعد آسا نعرہ لگاتے تو زمین کانپنے لگتی،

اور جب آپ کی برق نما تلوار کی شعاؤں کی بجلی گرتی تو دشمنوں کی آنکھوں کو خیرہ اور چہروں کو تیرہ کر دیتی زمین و آسمان کے درمیان اُٹھنے والا غبار خون کی بارش سے فرو ہو گیا ناپاک مخالف کے تیرہ بدن میں نزاعِ جان کے لئے آپ کی شمشیر کا حکم قطعی فیصلہ کر دیتا۔

آپ کا حال اس جنگ کا نظارہ کرنے والے اہل بیت کرام نے ان الفاظ میں سُنا۔

الوداع اُے دل کہ جاں خوام فشاند
دستِ ہمّت بَر جہاں خواہم فشاند

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت امام عالی مقام دوسری مرتبہ فرات کے کنارے پر پہنچے اور پانی کا چُلّو بھر کر پینا چاہا تو آپ نے اہل بیت کے بچّوں اور خواتین کی پیاس کو یاد کرتے ہوئے اس پانی کو پھینک دیا،،

ایک روایت میں ہے کہ آپ پانی کا چُلّو منہ کے سامنے لائے اور

ابھی وہ آپ کے حلق میں نہ پہنچا تھا کہ حصین بن نمیر نے آپ کے چہرۂ اقدس پر تیر چلا دیا، اور وہ پانی آپ کے نصیب نہ ہوا، اور آپ کا مُنہ مبارک گھڑی گھڑی خون سے بھر جاتا تو خون باہر بہنے لگتا، دشمنوں نے یک لخت حملہ کر دیا اور امام عالی مقام کا جسم نازنین بہت سے زخموں کے ساتھ گھائل کر دیا، امام عالی ؑ نے جنگ سے ہاتھ اُٹھا لیا اور آپ کا گھوڑا بھی کمزور پڑ گیا، جہاں بھی آپ پہنچتے اُس کی لگام کھینچ لیتے،،

ابن سعد نے امام عالی مقام کی کمزور حالت کو دیکھا تو آپ پر آوازہ کسا امام حسین نے فرمایا! تو خود آئے گا یا تجھے قاتل تک پہنچائے گا،

ابن سعد نے نادم ہو کر گھوڑے کی لگام کھینچی اور وہاں سے واپس آ گیا، تاہم شمر نے پیادوں سے کہا! کہ آپ کے گرداگرد گھیرا ڈال لو،،

یزیدی پیادوں نے امام حسین علیہ السلام کو گھیرے میں لے لیا تو آپ نے اُن پر اس طرح شمشیر چلائی کہ وہ ہزیمت اُٹھا کر بھاگ نکلے شمر نے نادم ہو کر سنگدلوں کا ایک گروہ اپنے ساتھ لیا اور امام حسین علیہ السلام کے سامنے جانے کا قصد کیا اور اُس کے بعض فوجیوں نے چاہا کہ اہل بیت کے خیموں کو لوٹ لیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے آلِ بوسفیان اگر تم میں دین نہیں ہے تو اِس قدر حیاء بھی نہیں کہ تم میرے حرم سے تعرض نہ کرو۔

شمر نے کہا! اے حسین آپ کیا چاہتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! تمہاری غرض مجھے قتل کرنا ہے اور میں اس جگہ کھڑا ہوں اور تمہارے ساتھ جنگ کر رہا ہوں اور میری آرزو یہ ہے کہ میرے حرم پر حملہ نہ کیا جائے جبکہ میں ابھی زندہ ہوں،،

شمر نے کہا! اے ابنِ فاطمہ میں آپ کی اس خواہش کو قبول کرتا ہوں اور خیموں کی طرف جانے والے لوگوں کو حکم دیا کہ واپس آ جاؤ اہل بیت کے خیموں سے ہمیں کیا حاصل ہوگا ہمارا مقصود قتل حسین ہے اگر کچھ کر سکتے ہو تو یہاں کرو،،

اُن لوگوں نے دوسری بار جنگ کا آغاز کر دیا امام حسین علیہ السلام نے ان لوگوں کی طرف دیکھا اور فرمایا عجیب حال ہے کہ جہاں تک نگاہ کرتا ہوں کسی دوست اور بہی خواہ کو نہیں دیکھتا، اور ہر چند نظر کرتا ہوں مگر کوئی مہربان اور غمگسار نظر نہیں آتا۔

بہر کہ می نگرم رو نمکیند سُوئے من
میانِ ایں ہمہ بیگانہ آشنائے نیست
کجاروم چہ کُنم رہ چگو نہ گیرم پیش
دریں میانِ بیابان کہ رہ بجائے نیست

اور آفتابِ شہادت غُروب ہوگیا

روایت آئی ہے کہ جس وقت سواروں اور پیادوں نے حضرت امام

عالی مقام پر حملہ کیا اور آپ کے قریب پہنچے تو ڈر کی وجہ سے کوئی ایک بھی قدم آگے بڑھانے کے لئے تیار نہ تھا اور امام عالی مقام کی ہیبت سے آنکھیں نہیں کھول رہا تھا،

آخر اُن لوگوں نے آپ پر تیروں کی بارش کر دی اور امام حسین علیہ السلام اپنے مرکب شریف سے اُتر آئے تا کہ جدِّ بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پدر نامدار حضرت علی علیہ السلام کی یادگار گھوڑا زخمی نہ ہو جائے۔

یزیدیوں نے آپ کو پیادہ دیکھا تو دلیر ہو کر آپ پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ ایک شخص کا تیر آپ کی نورانی پیشانی میں پیوست ہو گیا آپ نے تیر باہر کھینچا تو زخم کی جگہ سے نہر کی طرح خون جاری ہو گیا،

امام عالی مقام نے اپنا ہاتھ مبارک زخم پر رکھ لیا جب آپ کا ہاتھ مبارک خون سے لت پت ہو گیا تو آپ نے اُسے چہرے پر مل کر فرمایا، میں اسی حالت میں اپنے نانا جان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروں گا اور اپنے شہیدوں کی تفصیل بیان کروں گا،،

روایت آئی ہے کہ حضرت امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کے جسم اطہر پر تیروں تلواروں اور نیزوں کے بہتر زخم آ چکے تھے اسی حال میں آپ قبلہ رو ہو کر بیٹھ گئے اور اپنا سر مبارک بحضور ربِّ کبریا رکھ دیا،

آپ کے قتل کے ارادہ سے ایک ایک دو دو آدمی آتے رہے اور جب آپ کے چہرے پر نظر ڈالتے تو شرمندہ ہو کر واپس چلے جاتے اور کہتے

ہم نہیں چاہتے کہ کل قیامت کے دن یہ خون ہماری گردن پر ہو اور ہم اس کے مواخذہ میں پکڑے جائیں۔

سہل کارے نیست خُونِ آلِ احمد ریختن
خاکِ غم بر فرقِ فرزندِ محمد بیختن

جب شمر نے دیکھا کہ اُس کے فوجی امام حسین علیہ السلام کے قتل سے اعراض کر رہے ہیں تو اُس نے کہا یہ تاخیر و توقف کیا ہے؟ اُس کی بات سُن کر زرعہ بن شریک نے آگے بڑھ کر آپ کے ہاتھ مبارک پر زخم لگایا اور دس دوسرے افراد آپ کو قتل کرنے پر کمر بستہ ہو گئے۔

وہ لوگ آپ کے قریب آ گئے اور کسی میں یہ طاقت نہ تھی کہ آپ کے قریب آتا اسی اثناء میں سنان بن انس نے امام حسین علیہ السلام کی پشت پر نیزہ مارا تو آپ گر پڑے۔"

خولی بن یزید اصبحی نے اپنے گھوڑے سے اُتر کر آپ کا سر مبارک آپ کے جسم اطہر سے الگ کرنا چاہا تو اُس کا ہاتھ کانپ اُٹھا اور اُس کے بھائی شبل بن یزید نے یہ امر قبیح سرانجام دیا۔

قاتل کی شناخت

امام اسمٰعیل بُخاری روایت لائے ہیں کہ جس وقت امام عالی مقام گر پڑے تو ایک شخص آپ کو شہید کرنے کے لئے آیا امام حسین علیہ السلام

نے اُسے دیکھا، اور فرمایا چلا جا تو میرا قاتل نہیں، مجھے اس کا افسوس ہوگا کہ تو دوزخ کی آگ میں گرفتار ہو جائے،

اس شخص نے روتے ہوئے کہا! اُے ابن رسول اللہ آپ اس حال کو پہنچ چکے ہیں اور ابھی تک ہمارا غم کھا رہے ہیں کہ ہم دوزخ کی آگ میں نہ جلیں پس جس تلوار کو امام عالی مقام کے قتل کے لئے کھینچا تھا اُسے ہاتھ میں جنبش دی اور چلتے چلتے ابنِ سعد کے سامنے آ گیا۔

ابنِ سعد نے پوچھا ! کیا تُو نے حسین کا کام تمام کر دیا،

اُس نے کہا ! نہیں بلکہ میں اِس لئے آیا ہوں کہ تیرا کام تمام کردوں اور اس کے ساتھ ہی اُس نے ابنِ سعد پر تلوار کا وار کر دیا، ابن سعد کے نوکروں نے اُسے گھیرے میں لے لیا اور اُس پر تلواریں چلانا شروع کر دیں، اُس شخص نے زخمی حالت میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف رخ کر کے عرض کی اے ابن رسول اللہ گواہ ہو جائیں کہ مجھے آپ کی محبت کے کوچہ میں شہید کر رہے ہیں کل قیامت کو مجھے یاد رکھنا اور اپنے شہیدوں کے لشکر کے ساتھ جنت میں لے جانا۔

امام حسین علیہ السلام نے آواز دی کہ دل خوش رکھ تو اپنی خواہش کے مطابق کل قیامت کو میرے ساتھ ہوگا۔

چوں بر سرِ کوئے مَن کُشتہ شُدی
اَز عہدہ خُوں بہا بروں آیم مَن

روایت آئی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام زمین کربلا پر گر پڑے تو زمین کو لرزہ آ گیا اور آسمان سے شور اُٹھا، یزیدیوں کے لشکر سے دس افراد پاپیادہ تلواریں کھینچ کر آئے اور ہر ایک کی خواہش یہ تھی کہ وہ امام عالی مقام کاٹ لے اور اس کا صلہ اور خلعت حاصل کر لے اُن میں سے جو شخص آگے بڑھتا امام حسین علیہ السلام آنکھیں کھول کر اُسے دیکھتے تو وہ شخص نادم ہو کر پیچھے لوٹ جاتا اُن میں سے سنان بن انس اور شمر بن ذوالجوشن باقی رہ گئے، سنان نے چاہا کہ وہ آگے بڑھے مگر شمر پیش دستی کرتے ہوئے آیا اور امام عالی مقام علیہ السلام کے سینۂ اقدس پر بیٹھ گیا امام عالی مقام نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور فرمایا تو کون ہے؟

اُس نے کہا! میں شمر بن ذوالجوشن ہوں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا، اپنے چہرے سے زرہ کی کڑیاں پیچھے کر جب اُس نے اپنا چہرہ ننگا کیا تو امام عالی مقام نے دیکھا کہ اُس کے دانت سُؤر کے دانتوں کی طرح منہ سے باہر نکلے ہوئے تھے،

آپ نے فرمایا الحمد اللہ پھر فرمایا اپنے سینے کو برہنہ کر،

اُس نے سینے سے کپڑا ہٹایا تو اُس پر برص کے داغ تھے،

آپ نے فرمایا! صدق اللہ جدّی رسول اللہ یعنی میرے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا! میں نے آج رات اپنے نانا جان کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا آج ظہر کی نماز تو ہمارے ساتھ ادا

کرے گا اور تیرے قاتل کی یہ شکل اور یہ نشانی ہے، میں نے وہ نشانیاں دیکھ لی ہیں اور وہ سب تجھ میں موجود ہیں اپنا کام کر پھر فرمایا ! اے شمر کیا تو جانتا ہے آج کونسا دن ہے ؟

اُس نے کہا ! میں جانتا ہوں آج جمعہ المبارک اور عاشورے کا دن ہے،،

آپ نے فرمایا ! تو جانتا ہے کہ یہ کونسی ساعت ہے ؟

شمر نے کہا! ہاں خطبہ پڑھنے اور جمعہ کی نماز ادا کرنے کا وقت ہے

آپ نے فرمایا! اس وقت میں میرے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے خطیب منبروں پر بیٹھ کر خطبہ پڑھتے ہیں اور میرے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پڑھتے ہیں اور تو میرے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے؟

اُے شمر! حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سینے پر اپنا چہرہ مبارک رکھتے تھے اور تو اس جگہ پر بیٹھا ہوا ہے، آپ میرے حلق پر بوسہ دیا کرتے تھے اور تو اس پر تلوار چلا رہا ہے، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ خدا کے پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام کی رُوح اقدس میرے دائیں ہاتھ اور حضرت یحیٰ معصوم علیہ السلام کی رُوح اقدس میرے بائیں ہاتھ موجود ہے،،

اے شمر ! میرے سینے سے اُٹھ جا کیونکہ نماز کا وقت ہے یہاں تک کہ میں قبلہ رو ہو کر نماز میں بیٹھ جاؤں ، کیونکہ یہ میرے والدِ محترم کی

میراث ہے کہ میں نماز میں زخم کھاؤں جب میں نماز میں مشغول ہو جاؤں تو جو چاہے کر لینا،،

شمر آپ کے سینہ سے اُٹھ گیا اور آپ نے اپنی تمام طاقت کو مجتمع کر کے قبلہ کی طرف رُخ کر لیا جب آپ نماز میں مشغول ہو گئے اور سجدہ میں سر رکھ لیا تو شمر سے صبر نہ ہو سکا کہ امام مظلوم کو اپنی نماز پوری کر لینے دے چنانچہ اُس نے سجدہ کی حالت میں ہی امام عالی مقام کو شربت شہادت نوش کروا دیا،

انا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ

شہادتِ حسین کے اثرات

اس حال میں ملکوت کی عبادت گاہوں میں شور مچ گیا،

جبروت کے باغات سے واویلا کی صدائیں آنے لگیں،

آفتابِ عالم افروز کی روشنی ختم ہو گئی،

ماہِ جہاں آرا چاہ محاق میں گر پڑا،

زُہرہ نے جگر گوشۂ زُہرا کے لئے مسرت سے ہاتھ اُٹھا لیا،

زحل نے مصیبت زدوں کی موافقت میں ساتویں آسمان پر تعزیت کا پرچم لہرا دیا،

فرشوں نے فضا کے اندر فریاد و فغاں شروع کر دی،

نواح کربلا سے جنوں کے رونے کی آوازیں آنے لگیں،

آسمان نے خون سے دامن بھر لیا،
زمین خود پر غضب الٰہی سے لرزنے لگی،
پرندے آشیانوں سے متفرق ہو کہ نعرۂ غراب البین لگانے لگے،
دریا کی مچھلیاں پانی سے باہر آ کر زمین پر تڑپنے لگیں۔
دریاؤں کی موجِ حسرت اوجِ فلک تک پہنچ گئی،
پہاڑ دردآمیز صداؤں اور دکھ بھری آوازوں سے نالہ زن ہو گئے،
اطراف جوانب سے آوازِ گریہ اُٹھی کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ فغاں کیسی ہے اور یہ تعزیت کیسی ہے۔

اندریں غم نہ ہمیں ارض و سما بگریستند
کاملِ عالم از ثریّا تا ثریٰ بگریستند
آفتاب و ماہ و عرش و کرسی و لوح و قلم
در غمِ شاہِ شہید کربلا بگریستند
دَر ہوائے آں لبِ محروم از آبِ فرات
ماہیاں دَر آب و مرغاں دَر ہوا بگریستند
اولیا گشتند بہرِ مرتضیٰ زاری کناں
انبیاء بر اتفاقِ مصطفیٰ بگریستند
در قصورِ جنت الفردوس حوراں سر بسر
از برائے خاطرِ خیر النساء بگریستند

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیرو کاروں کے دل اس حادثہ کے ہائلہ کے واقع ہونے سے مقامِ تحیّر میں دائرہ کی صورت میں چکر کاٹنے لگے۔

اہل بیت کے ہواخواہوں کی جانیں اس واقعہ نازلہ کے ظاہر ہونے پر سوچ کی قید میں ڈوب گئیں جیسا کہ نُقطۂ مرکز کے پاؤں میں حزن کی بیڑیاں ڈال دی گئی ہوں،

جب بھی حقائق کا یہ شُعلہ سینے کی بھٹی میں بلند ہوتا ہے محروموں کے دل کو کباب کر دیتا ہے اور پُرخون کلیجے کو جلا دیتا ہے۔"

بر فلک دوش از فغانِ مَن دلِ اختر بسوخت
شُعلۂ آہم چوں پروانہ ملک رَا پَر بسوخت
زاہد از سوزِ غمش لب خشک وصوفی دیدہ تر
آہ ازیں آتش کہ چوں زُد شعلہ خشک وتر بسوخت

احمد بن اعثم کوفی اپنی تاریخ میں نقل کرتے ہیں کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت سُرخ رنگ کا ایک غبار ظاہر ہوا جس سے جہان اسقدر تاریک ہو گیا کہ ایک شخص دوسرے کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

اور لوگوں نے گمان کر لیا کہ یہ عذابِ خداوندی کا مقدمہ ہے مگر ایک ساعت کے بعد یہ غبار اُٹھ گیا اور دنیا روشن ہو گئی۔

ذوالجناح کی واپسی

امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ کا گھوڑا بے قرار ہو کر چاروں طرف بھاگنے لگا پھر کچھ دیر بعد واپس آ کر اس نے اپنی پیشانی کے بال آپ کے خُون میں تر کیئے اور اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتا ہوا امام حسین علیہ السلام کے خیمہ کی طرف لوٹ آیا جب اہل بیتِ کرام نے دیکھا کہ امام عالی مقام کا گھوڑا خون آلود چہرے کے ساتھ واپس آ گیا ہے اور اس پر سوار موجود نہیں تو انہوں نے فریاد کرتے ہوئے گھوڑے کو مخاطب کیا اور فرمایا۔

اے ذُوالجناح تُو نے اِمام کے ساتھ کیا کیا؟ تو اُنہیں ساتھ لے کر گیا تھا واپس کیوں نہیں لایا آخر تو کس دل کے ساتھ اُنہیں دشمنوں کے درمیان چھوڑ آیا ہے اور اُن کے بغیر اُن کے خیموں کی طرف لوٹ آیا ہے ؟

چہ کردی خُداوندِ اِسلام رَا
چہ کردی شہنشاہِ ایّام را
چہ خاک است اے اسپ بر رُوئے تو
زخوں کہ سرخ است ایں مُوئے تو

اہل بیت کرام نوحہ کر رہے تھے اور ذوالجناح گردن جھکائے رو رہا تھا اور اپنے چہرے کو امام زین العابدین علیہ السلام کے پاؤں پر مل رہا تھا۔

ابوالمویدخوارزمی روایت لائے ہیں کہ اُس گھوڑے نے تھوڑی دیر زمین پر سر مارا اور اُس کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی جبکہ ابوالفاخر نے کہا ہے کہ وہ گھوڑا صحرا کی طرف نکل گیا اور کسی شخص کو اُس کا کوئی نشان نہ مل سکا۔

خیموں پر دھاوا بول دیا

امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے کے بعد شمر مردود لعنۃ اللہ علیہ جمیع مردودوں کے ساتھ اہلِ بیت کے خیموں کی طرف آیا اور تمام سامان لوٹ لیا،

جب شمر امام زین العابدین کے خیمے میں آیا تو آپ ضُعف بیماری کی بناء پر لیٹے ہوئے تھے،

شمر نے تلوار نکال کر چاہا کہ آپ کو شہید کر دے تو حمید بن مسلم نے کہا! سبحان اللہ اس بیمار کے قتل کرنے سے باز آجا۔

بعض نے کہا ہے کہ ابن سعد نے شمر کے دونوں ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا اور تجھے اس بے گناہ جوان کو قتل کرتے ہوئے شرم نہیں آتی جو دامِ مرض کا اسیر ہے اور اپنے باپ بھائیوں اور خویش واقرباء کے قتل ہونے پر نالہ وفریاد کر رہا ہے،،

شمر ابن سعد کے بار بار کہنے پر اس فعلِ شنیع سے باز آگیا۔

بعدازاں یزیدی لشکر شہیدوں کے سراور پردہ نشین خواتین کوساتھ لے کرکوفے کی طرف روانہ ہوگیا یہ واقعہ اجمال وتفصیل کے درمیان دسویں باب میں دوفصلوں میں بیان کیا گیا ہے۔

واللہ اعلم و احکم بالفرع والاصل

دسواں باب

واقعہ کربلا کے بعد اہل بیت کو پیش آنے والے واقعات

فصل اوّل

جاننا چاہئے کہ اوقاتِ زمانہ میں کوئی وقت شہدائے اہل بیت کے واقعہ سے زیادہ دلآشوب نہیں دیکھا اور قرُون و آثار کے زمانوں سے کوئی زمانہ واقعہ کربلا سے زیادہ پرسوز صورت میں ظاہر نہیں ہوا،

اس حال کی غرابت اس سے ظاہر ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے دن سے اس کتاب کی تاریخ تالیف تک تقریباً آٹھ سو سینتالیس سال کا عرصہ ہو چکا ہے،

جب بھی محرم کا نیا مہینہ آتا ہے اس الم ناک حادثے کی اہل اسلام کے دلوں کے صفحات پر تجدید رقم ہو جاتی ہے اور سیدنا امام علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے غلام کشیدہ خاطر ہو جاتے ہیں اور ہاتف غیب کی زبان سے عالم لاریب کی آواز مصیبت داران اہل بیت کے کانوں میں اس طرح آتی ہے۔

کائے عزیزاں و غم سبطِ نبی افغاں کنید
سینہ را از سوزِ شاہ کربلا بریاں کنید
از پئے آں تشنہ لب بر خاک ریزد آبِ چشم
درمیان گریہ یاد آں لب خنداں کنید

چو ز خاک و خونِ اُو یاد آورید اَے دوستاں
میز دگر چوں سحاب از دیدۂ خُونباراں کنید
نخلِ قدش راز جوئے دیدہ ہا آبے دھید
اندر آں ساعت کہ گشت گُلشن و بُستاں کنید
در چمن چوں رُوئے گل بنید از شوق رخش
بادلِ پُر دَرد ہمچوں بُلبلاں افغاں کنید
گر رسد از سُنبلِ سیراب بُوئے بَر مشام
یادِ آں جعدِ خوش وآں مُوئے مشک افشاں کنید

ماہِ مُحرّم کیوں منتخب کیا؟

ایک بزرگ نے فرمایا ہے !

محرم ایک محترم مہینہ ہے اور حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام ایک شاہِ محتشم ہیں، جاہل دشمن اور سنگدل متکبر نہ حرمت ماہ کو بجالاتے ہیں اور نہ حشمتِ شاہ کو نگاہوں میں رکھتے ہیں،

ماہ محرم حُرمت والے مہینوں سے ایک مہینہ ہے اور یوم عاشورہ احترام کا دن اور یوم جمعہ سید الایام جمعے کی نماز کا وقت محل اجابت دعا ہے، مناسب ہے کہ اپنے مرام و مدعا کا قصد اسی مہینے میں کیا جائے جیسا کہ شاہ نے کیا،،

یوم عاشورہ کس طرح منائیں

عاشورہ کے دن اہل بیت فریاد و فغاں کرتے ہیں اور اس دن کی طرح رخسار دلفروزی کو خون سے رنگین کرتے ہیں اور اس ساعت کو یاد کرتے ہیں جس کی صاحب اقبال نے بنیاد رکھی تھی،،

یہ ایسا عجیب دن ہے کہ انبیاء و مرسلین کی روحیں اور ملائکہ مقربین کا گروہ اس روز حضور سید الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی موافقت میں اس واقعہ سے گریہ کناہ ہو جاتا ہے،

بہشت کی حوریں اور پاکیزہ سرشت عینان اس مصیبت وغم اور تعزیت والم میں سیدہ بتول عذرا سلام اللہ علیہا کے ساتھ شریک حال ہو جاتی ہیں،

اس دن پرچم عشرت اور خیل و حشم سرنگوں ہو جاتے ہیں شدت و تکلیف سے زمین روتی ہے کہ آج روز عاشور ہے اور زمانہ فریاد کرتا ہے کہ یہ روز فتنہ وشور ہے۔

بیا بگری کہ عاشوراست امروز
جہاں تاریک و بے نوراست امروز
حسینے کو نبی را نور دیدہ است
بدست خصم مقہور است امروز

بریدہ حلق و تشنہ لب جگر خُوں
سر اَز تَن تَن زِ سَر دُور اُست اِمروز
رُخ چُوں آفتابش اے دریغا
بمیغ تیغ مستور اُست اِمروز

اس روز شمر لعین نے کینے کا خنجر اُس بزرگ دین کے حلق نازنین پر رکھا تھا اُس روز اُن مُعطّر گیسوؤں کو خاک وخون میں لتھڑا گیا تھا جنہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ہاتھوں سے چھوا کرتے تھے۔

اِس روز محلۂ ضلالت کے کتے اور بادیۂ جہالت کے سور سیراب ہوئے تھے اور بیشہ اِمامت ورکامت کے شیر بچے شدّت پیاس سے مضطرب ہو گئے تھے۔

اِس روز اُس شہنشاہ کا سر اُٹھا لیا گیا تھا اور اس کا جسم زمین پر پھینک دیا گیا تھا۔

روزِ عاشور است بر دارید از سر تاجِ کبر
و ندریں ماتم پلاسِ عجز دَر گردن کنید
چاک سازید از غمِ شاہِ شہیداں جیبِ جاں
قطرہ ہائے خُوں زِ جوئے دیدہ در دامن کنید

محبانِ اہل بیت اِس روز شادی وعشرت سے کنارہ کر لیتے ہیں ور دل سوختہ پر اندوہ غم کے دروازے کھول دیتے ہیں، کبھی آنکھوں سے اشک

ماتم برساتے میں اور کبھی آہ سوزناک کو سینہ سے باہر لاتے ہیں،،

"عیون الرضاء میں مذکور ہے کہ عاشورہ کے دن رونا چاہیئے اس دن کو اپنی مصیبت کا دن جانتے ہوئے دنیا کے کاموں کو چھوڑ کر درد و مصیبت کے لئے کھڑے ہو جائیں"

اس لئے کہ عاشورہ کے دن جو شخص دُنیاوی کاروبار چھوڑ دیتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ اُس کی دنیا و آخرت کی حاجتیں پوری فرما دیتا ہے جو شخص اس دن کو اپنے غم و الم کا دن شمار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے قیامت کے دن کو فرحت و سرور کا دن بنا دے گا اور باغِ جنّت میں اس کی آنکھیں زیارت اہلِ بیت سے روشن ہو جائیں گی۔

غمِ حسین کیلئے فرمانِ رسول

عیون الرضاء ہی میں ریان بن شبیب کی حدیث میں فرمایا کہ اُے ابن شبیب اگر تو چاہتا ہے کہ جنّت اعلیٰ میں درجاتِ عالی پر ہمارا ہم جلیس ہو تو میرے اندوہ سے اندوہناک اور میرے غم سے غمگین ہو جا،

میرے ساتھ دوستی رکھ کیونکہ کوئی شخص جس کو دوست رکھتا ہے اس کا حشر اُس کے ساتھ ہوتا ہے،

اُے ابن شبیب اگر تو امام حسین علیہ السلام پر اس طرح روئے کہ تیرے آنسوؤں کے قطرے تیرے چہرے پر رواں ہو جائیں تو حق تعالیٰ

جل شانہٗ تیرے صغیرہ کبیرہ اور کم وبیش تمام گناہ معاف فرمادے گا۔

اے ابن شبیب اگر تو چاہتا ہے کہ تو خدا تعالیٰ کے پاس اس طرح پہنچے کہ تیرا کوئی گناہ باقی نہ ہو تو حسین علیہ السلام کی زیارت کر،

اگر تو چاہتا ہے کہ بہشت کے محلات میں سکونت پذیر ہو تو حسین کے قاتلوں پر لعنت کیا کر،

اگر تجھے اس بات سے خوشی ہے کہ تجھے امام حسین علیہ السلام کی غلامی میں شہید ہونے والوں کا ثواب حاصل ہو تو جب بھی واقعہ کربلا کو یاد کرے اپنے ذہن میں یہ تصوّر کر لے کہ کاش میں بھی اُس معرکہ میں حاضر ہوتا اور اس شاہ مظلوماں پر جان قربان کرتا۔

جاں فدا کردمی بحقِّ خُدا
بُودمی گر بروزگارِ حسین

شاہِ خراسان کی آرزو کا انعام

روایت آئی ہے کہ خراسان کے بادشاہ عمرو بن لیث اور بعض کے نزدیک اُس کے بھائی یعقوب بن لیث نے قاعدہ وضع کر رکھا تھا کہ اُس کے امیروں سے جو امیر ہزار سوار کا مکمل لشکر اُس کے پاس لاتا اُسے وہ سونے کا گرز دیتا تھا۔

ایک روز اُس کا تمام لشکر اُس کے سامنے لایا گیا تو ایک سو بیس

امیروں کو سونے کے گرز دیئے گئے اور اُن کے نام رجسٹر میں لکھے گئے ان میں سے ہر امیر کی کمان میں ایک ہزار مسلح و مکمل سوار تھے،

جب یہ صورت عمرو بن لیث بادشاہ تک پہنچائی گئی تو عمرو بن لیث رونے لگا اور خود کو گھوڑے سے گرالیا اور زمین پر چہرہ رکھے ہوئے دیر تک نالہ وزاری کرتا رہا کچھ عرصہ کے بعد جب اُس کی حالت سنبھل گئی تو اُس کے ایک بے تکلف ندیم نے پوچھا! اُے بادشاہ

ایں نہ وقتِ گریہ و فریاد تُست
وقتِ شادی و مُبارکباد تُست

اُے بادشاہ! آپ ایک وسیع ملک رکھتے ہیں اُمراو وزراء آپ کی اطاعت کرتے ہوئے آپ کے اُمور کو بجالاتے ہیں آپ کے دل کو ہر غم سے آزادی حاصل ہے آپ کے بوستانِ اقتدار میں ایک سو بیس ہزار سوار آراستہ نہالِ اختیار ہیں اندریں صورت رونے کا باعث کیا ہے ؟

عمرو نے کہا! جب میں نے اپنے لشکر کی آراستگی کو دیکھا اور اُن کی بہادری اور مردانگی کا مشاہدہ کیا تو میری نگاہوں کے سامنے واقعہ کربلا آ گیا اور میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس لشکر فیروز کے ساتھ اُس روز اُس صحرائے خونخوار میں کیوں نہ تھا جس وقت امام حسین علیہ السلام دشمنوں کے لشکر کے درمیان بے حال اور نڈھال ہو چکے تھے،

کاش! میں اُس جماعت کے ساتھ وہاں موجود ہوتا اور شہزادۂ

بتول پر یا اپنی جان قربان کر دیتا یا فتح وظفر کا راستہ اپنا تا۔

بہر کیف! عمرو بن لیث کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا کہ اُس کے سر پر زریں تاج ہے اور کمر پر موتیوں سے آراستہ کمر بند بندھا ہوا ہے اور وہ بہشت کے گھوڑے پر بیٹھا ہوا ہے۔

غُلامانِ نازک بدن اُس کے آگے آگے جا رہے ہیں اور ولدانِ سیمتن اُس کے دائیں بائیں چلتے ہوئے اُس سے پُوچھتے ہیں اَے امیر وفات کے بعد تیرا حال کیسے گذرا ؟

اُس نے کہا ! اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور منکر نکیر مجھ سے راضی ہو گئے اور یہ اس بناء پر ہوا کہ! ایک روز مجھے میرا لشکر دکھایا گیا تو میرے جی میں آیا کاش میں شہدائے کربلا کی معاونت کرتا اور جو کچھ اس وقت مظلوموں کے بارے میں مرے دل پر گذری تھی اُس کے صلہ میں میری مغفرت ہو گئی

یہاں رونے والا وہاں نہیں روئے گا

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ امام حسین علیہ السلام کی نُصرت کرنے کا خیال ہی کسی کے دل میں آجانا اور محض آپ کی مدد کی نیّت کر لینا بھی نجات کا موجب ہے۔

پس بلا شبہ اُن شہیدوں کے دراجات کی بلندی اور اُن کے محلاّت کی رفعت مسلّم ہے جنہوں نے امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی ملازمت

میں شربتِ شہادت نوش کیا۔

شہیداں را بچشمِ کم مبیں کایشاں بہر زخمے
کہ ایں جا یافتند آنجا ز رحمت مرہمے دارند
اگر رفتند با درد و الم زیں عالم ناخوش
بدار الخلد بے درد و الم خوش عالمے دارند

عیون الرضا میں روایت آئی ہے کہ جو شخص ہماری مصیبت یعنی واقعۂ کربلا کو یاد کر کے روئے گا یا کسی کو اس واقعہ سے رلائے گا اُس کی آنکھ اُس روز نہیں روئے گی جب تمام آنکھیں رو رہی ہوں گی،

اور جو شخص محفل کا اہتمام کر کے ہمارے ذکر کو زندہ کرے گا اس کا دل اُس وقت نہیں مرے گا جب تمام دل ہول سے مُردہ ہو جائیں گے پس اے عزیز کوشش کر کہ اِن ایامِ غم انجام میں تیری آنکھوں سے قطراتِ اشک جاری ہو جائیں یہ قطرۂ اشک ضائع اور بے حاصل نہیں ہوگا کیونکہ

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ

"اُس روز نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد نفع دے گی"

﴿سورۃ الشعراء آیت ۸۸﴾

میں تیرا تحفہ آنکھوں کا پانی اور سینے کا سوز ہوگا۔

اشکے بدہ آلودہ و گنجے بردار
آہے بزن آہستہ و مُلکے بستان

خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ نُور الائمہ میں روایت لائے ہیں کہ اے مشتاقانِ اہلِ بیت رویا کرو،

اور اے محبانِ خاندانِ نبوّت نالہ وزاری کیا کرو کیونکہ امام حسین علیہ السلام کی مقدّس رُوح ہودجِ قُدس سے تُمہارے اشکوں کو دیکھ رہی ہے اور آپ اپنا غم کرنے والوں پر نگاہ شفقت ڈالتے ہیں جس روز امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کمر شفاعت باندھیں گے اُس روز اس کی اُمیدوں کے ہونٹ خوشی کی مراد حاصل کر کے مسکراتے ہوں گے جو آج اُن کے لئے روتا ہے۔

آخرِ ہر گریہ باخندہ ایست

مرد آخر بیں مُبارک بندہ ایست

امام اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں روایت لائے ہیں کہ امام زاہد قدس سرہٗ نے مجلس عاشورہ میں کہا

اے مسلمانو! اس مصیبت کو آسان مصیبت نہ سمجھنا اور اس تعزیت کو آسان تعزیت نہ جان لینا۔

زیں ماتم از سپہر بقا نوں گریستے

از چشمِ اختراں ہمہ شب خُوں گریستے

چُوں ابر کاش کہ ہمہ تن چشم بودمی

تامن دریں غم از ہمہ افزوں گریستے

ایک دردمند درخت

اس سے پہلے بیان ہوا کہ امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے دن بیت المقدس کے گردونواح میں جس پتھر اور مٹی کے ڈھیلے کو اُٹھایا جاتا اُس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔

شواہد النبوت میں آیا ہے کہ زمخشری نے ربیع الابرار میں اُم معبد رضی اللہ عنہ کے بھانجے حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہمارے خیموں میں استراحت پذیر تھے جب آپ بیدار ہوئے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور کلی کی اور کلی کا پانی آپ نے خیمہ کے ایک طرف جھاڑی پر گرادیا جب صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا وہاں پر ایک بہت بڑا درخت اُگ آیا ہے اور وہ درخت ثمر بار بھی ہو چکا ہے اُس کا پھل ایسا تھا کہ!

بوئے آں چوں بوئے عنبر
طعم او چوں طعم شیر

اگر بھوکا کھائے تو سیر ہو جائے، پیاسا کھائے تو سیراب ہو جائے بیمار کھائے تو صحت یاب ہو جاتے، اونٹنی کھائے بکری جو بھی اُس کے پتے کھالیتی اُس کا دودھ زیادہ ہو جاتا اس درخت کا نام ہم نے شجر مبارکہ رکھا ہوا تھا اور تمام صحرا نشین بیماروں کی شفا کے لئے ہمارے پاس آتے اور اس

درخت کا پھل لے جاتے۔

ایک صبح کو ہم وہاں آئے تو اس کا پھل گرا ہوا تھا اور اس کے پتے زرد ہو چکے تھے اور درخت سے بہت زیادہ فریاد کرنے کی آواز آ رہی تھی کہ اچانک ہمیں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی خبر پہنچ گئی

اس کے بعد بھی اس درخت پر پھل آتا تھا مگر بہت کم اس واقعہ کو تیس سال گزر گئے تو ایک روز صبح کو ہم نے آ کر دیکھا کہ وہ درخت جڑ سے شاخ تک کانٹوں سے بھرا ہوا ہے اور اس کا پھل گر چکا ہے اچانک ہمیں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچی۔

اس کے بعد اس درخت نے اور پھل نہیں دیا تاہم اس کے پتوں سے ہم نفع حاصل کرتے تھے اور بیمار اُن سے شفا پاتے تھے یہاں تک کہ ایک مرتبہ اس کے تنے سے خالص خون جاری ہو گیا اور اس کے پتے کملا گئے ہم نے کہا آہ اس مرتبہ حادثۂ عظیم واقع ہوا ہے جب رات ہوئی تو ہم نے اس درخت کے نیچے آہ وزاری کی آواز سنی مگر فریاد کرنے والا ہمیں نظر نہ آیا۔

ہم لوگ ملول و مغموم اور محزون و غمزدہ ہو گئے کہ اچانک ہمیں امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچ گئی جسے سن کر ہم بہت زیادہ روئے اور فریاد و فغان کرتے رہے۔

ایں زمانِ محنت است اے دل دمے خُرّم مباش

خوں گری در ماتم آخر از درختے کم نہ مباش

اس جاں سوز خبر کے راویان اور اس غم اندوز اثر کے ناقلان اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب شاہ شہیداں علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ رونما ہو گیا اور بے وفا زمانے نے تشنگانِ کربلا یعنی پردہ نشینانِ آلِ عبا پر جور و جفا کے ہاتھوں کرب و بلا کے دروازے کھول دیئے تو یزیدیوں کا لشکر کمین گاہ حیلہ و مکاری سے باہر آ گیا اور اُس نے کمانِ عناد میں جگر شکار تیروں کو سیدھا کر لیا زہر کی آب دی ہوئی تلواروں کو اُن پر تان لیا اور سرخیلِ ابرار برگزیدۂ اہلِ بیت اور سیدِ اخیار کی طرف رخ کر لیا۔

دریائے فتنہ موج زد و دشمناں چوں سیل
خود را برآں امام وفادار ریختند
پرہائے بلبلانِ سخن گوئے سوختند
خونہائے طوطیانِ شکر خوار ریختند
ہر میوہ اے کہ بود زِ بستانِ مرتضیٰ
ہم چوں شگوفہ برسرِ ہر خار ریختند
آں سرو بوستانِ ولایت زپا فتاد
حوراں سرشک برگلِ رخسار ریختند
مرغانِ کربلا زپے ماتمِ حسین
خوں بر لبِ فرات زمنقار ریختند

غبارِ اندوہ سے دنیا کا چہرہ تیرہ ہو گیا اور غم زدوں کی آہوں کے

دھوئیں سے آسمان کی آنکھ خیرہ ہو گئی۔

کربلا کا قاصد کبوتر مدینے میں

نورالائمہ میں روایت آئی ہے کہ اس وقت عرش عظیم کو لرزہ آ گیا۔
اور کرسیءِ وسیع اپنی جگہ سے جنبش کھا گئی،
آسمان نے شفق کا خُون اپنے دامن میں بھر لیا،
زمین نے غُبارِ حیرت زمانے کے سر پر ڈالا،
دریاؤں کو جوش آ گیا مچھلیاں شور مچانے لگیں۔

اور پرندے فریاد کرنے لگے اس حال میں ایک سفید کبوتر فضا سے اُترا اور امام حسین علیہ السلام کے خُون میں لوٹیں لگا کر اپنے پروں کو سرخ کرنے کے بعد اُڑ گیا اور پرواز کرتا کرتا مدینہ منوّرہ میں پہنچ کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہء اقدس کے گرد اگرد چکر کاٹتے ہوئے اپنے پروں سے قطرہ قطرہ خون گرانے لگا،

اہل مدینہ اس صورت حال سے حیران ہو گئے اور اس عقدہ کو حل کرنے کے لئے غور و فکر کرنے۔ لگے یہاں تک کہ چند روز بعد اُنہیں سیّدنا امام حسین علیہ السّلام کے واقعہ کی خبر پہنچ گی تو اُنھوں نے جان لیا کہ وہ پرندہ اپنے ٹوٹے ہوئے پروں پر شہیدِ کربلا کا نامہء احوال باندھ کر لایا تھا اور اس واقعہ کی خبر دینے کے لئے سیدِ انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہء اقدس پر

حاضر ہوا تھا۔

بنا مہ اے کہ برو مرغ اگر نویسم حال
زسوز واقعہ مَن بسوزدش پروبال

خُونِ حسین کی کرامت

کربلا میں پرندوں کے خون آلودہ ہونے کے واقعات بہت سے ہیں اُن میں سے ایک واقعہ کنز الغرائب میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ ایک یہودی کی ایک خوبصورت بیٹی اچانک بیمار ہوگئی اور اس کی دونوں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی، علاوہ ازیں! اُس کو متعدد امراض وعلل نے گھیر لیا۔ چنانچہ اُس کے ہاتھ اور پاؤں بیکار ہو گئے۔

شہر سے باہر اُس کے باپ کا ایک باغ تھا وہ اُسے تبدیلی آب وہوا اور تغیرِ مکان کی بناء پر اس باغ میں لے آیا کہ شاید وہاں اس کی بعض بیماریاں زائل ہو جائیں، اس لڑکی نے اُس باغ میں سکونت اختیار کر لی اُس کا باپ ہمیشہ اُس کے پاس رہتا اور اُسے مختلف باتوں سے تسلی دیا کرتا۔

ایک روز اُس کا باپ کسی ضرورت کے لئے شہر گیا اور بیٹی کو باغ میں اکیلی چھوڑ گیا اتفاق سے اُس روز اُس کا کام نہ ہو سکا اور اُسے وہ رات شہر میں گذارنا پڑی جبکہ اُس کی بیٹی نے ایک درخت کے نیچے تنہا رات گذاری علی الصبح اُس نے دوسرے درخت سے ایک پرندے کے زار زار رونے کی

آواز سُنی تو وہ لڑکی بھی اپنی بیماری پر رونے لگی جب اُس نے اُس پرندے کا رونا سُنا تو اُس کا جھکاؤ اُس کی طرف ہو گیا اور ایک عجیب قسم کا درد اُس کے دل میں بھر آیا وہ گھسٹتی ہوئی اُس درخت کے پاس پہنچی اور اگر چہ اُس کی آنکھیں نہیں تھیں تاہم اُس نے اپنا سر اُوپر اُٹھا کر درخت کی طرف توجہ دی۔

اتفاق سے اُس کی آنکھ میں گرم خون کا قطرہ گرا اور اُس کی آنکھ روشن ہو گئی اس نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو ایک پرندے کے پروں سے خون کے قطرے گر رہے تھے اچانک اُس کے ہاتھ پر ایک قطرہ گرا تو اُس نے ہاتھ آگے بڑھا دیا یہاں تک کہ اُس کے ہاتھ پر دوسرا قطرہ گرا تو اُس نے اُسے اپنی دوسری آنکھ پر مل لیا اور اُس کی دوسری آنکھ بھی روشن ہو گئی۔

پھر اُس نے ایک قطرہ اپنے ہاتھوں پر ملا تو اُس کے ہاتھ متحرک ہو گئے اور پاؤں پر ملا تو وہ چلنے لگے وہ لڑکی تندرست ہو کر اور روشن آنکھوں سے اُٹھی اور باغ کے گرد گھومنے اور ہر طرف کے چکر کاٹنے لگی اُس کا باپ آیا تو اس نے ایک عورت کو باغ کے چکر کاٹتے دیکھا اور اپنی بیٹی کو پہچان نہ سکا اُس نے پوچھا اے خاتون تُو کون ہے؟ میں اِس درخت کے نیچے اپنی نابینا اور مفلوج لڑکی کو چھوڑ گیا تھا وہ کہاں گئی؟

لڑکی نے باپ کے پاس آ کر کہا یا ابتاہ ابناتک اے باپ میں تیری بیٹی ہوں جسے تو مبتلائے امراض چھوڑ گیا تھا۔

یہودی نے یہ بات سُنی تو بے ہوش ہو گیا کچھ دیر بعد جب اُسے

ہوش آیا تو اُس نے لڑکی سے تندرست ہونے کا واقعہ پوچھا اُس نے اپنے باپ کو تمام واقعہ سُنایا اور اُس درخت کے نیچے لے آئی جس پر وہ پرندہ بیٹھا ہوا تھا۔

یہودی نے نظر اُٹھا کر ایک پرندہ دیکھا جس کے بال و پر خون آلودہ تھے یہودی نے کہا! ایها الطیر المبارك ما حالك ! اے ہمایوں بال فرخندہ فال خجستہ مآل پرندے تیرے پروں پر یہ خون کیسا ہے؟ اور اس میں کہاں کی محبت کا اثر ہے؟

یہودی کی ہدایت کے لئے الہامِ الٰہی کے ساتھ پرندہ بولنے لگا اور فصیح زبان سے گویا ہوا کل ہم پرندے جمع ہو کر آب و دانہ کی تلاش میں اُڑتے جا رہے تھے جب دوپہر کا وقت ہوا اور ہوا انتہائی گرم ہو گئی تو ہم فلاں صحرا میں ایک درخت پر چھپ کر بیٹھ گئے اور جو کچھ کسی نے کھایا پیا تھا ایک دوسرے کو بتانے لگے، اچانک ہم نے آواز سُنی ! اے پرندو کربلا میں امام حسین علیہ السلام آفتاب کی سورج کی گرمی سے بھن گئے ہیں اور تم سائے کی پناہ میں آ گئے ہو اہلِ آسمان و زمین اُن کے دَرد و الم میں مشغول ہیں اور تم آب و دانہ کے غم میں گھلے جاتے ہو،،

ہم الہام الٰہی کے ساتھ کربلا کی طرف روانہ ہو گئے جب وہاں پہنچے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا جا چکا تھا اور ابھی آپ کے جسم شریف سے خون جاری تھا ہم سب اس پر رونے لگے اور خود کو آپ پر گرا دیا

اوراپنے پروں کواُن کے ساتھ ملنے لگے میرے پروں میں یہ وہی خون ہے جس کا قطرہ جہاں گرتا ہے خیروبرکت ظاہر ہو جاتی ہے۔

یہودی نے یہ بات سُنی تو کہا اگر امام حسین علیہ السلام کے نانا جان برحق نبی نہ ہوتے تو اُن کے بیٹوں میں یہ برکت نہ پائی جاتی۔ اور میری بیٹی حسین علیہ السلام کے خُون کے قطرات سے صحت نہ پاتی پس وہ یہودی اپنے تمام گھر والوں متعلقین اور خویش واقارب کے ساتھ دائرہ اسلام میں آگیا اور جب اُس سے اُس کے اسلام لانے کی وجہ پوچھتے تو وہ یہ عجیب وغریب حکایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کرتا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایسا ہو جانا تعجب خیز نہیں۔

شمر کی بدسلوکی

روایت آئی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد شمر ملعون نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں کا مال لوٹنے کے لئے ہاتھ کھولا اور امام زین العابدین کو قتل کرنا چاہا مگر حمید بن مسلم نے اُسے ایسا نہ کرنے دیا،

امام زین العابدین نے اُسے فرمایا اے حمید تجھے جزائے خیر عطا ہو شمر نے آواز دی اقتلوا علیٰ فراشہ یعنی یہ جس بستر پر لیٹے ہوئے ہیں اُسی پر قتل کر دو۔

یزیدیوں کی نمازِ جنازہ

القصہ! ابن سعد نے کہا! منادی کردی جائے کہ خواتین کے خیمہ میں کوئی شخص نہ آئے اور نہ ہی اس بیمار بچے کو کچھ کہا جائے اُنہیں لوٹنے سے ہاتھ روک لیا جائے اور جو کچھ لوٹا ہے انہیں واپس دے دیا جائے، اُس کی اس بات کو کسی نے نہ مانا اور کوئی چیز واپس نہ کی تاہم مزید لوٹنے سے باز آ گئے۔

ابو حنیفہ دینوری کی تاریخ میں مذکور ہے کہ ابن سعد نے امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک خولی بن یزید اصحی کے سپرد کر کے کہا کہ وہ اسے ابن زیاد کے پاس لے جائے،

اور وہ خود کربلا میں دو دن ٹھہرا رہا پھر اُس نے اپنے لشکر کے مقتولوں کو جمع کر کے ان پر نمازِ جنازہ پڑھی اور اُنہیں دفن کر دیا مگر امام حسین علیہ السلام اور دیگر شہیدوں کے جسم ویسے ہی خاک و خون میں پڑے ہوئے چھوڑ دیئے تیسرے دن اہلِ بیت کی خواتین میدانِ کارزار سے گذریں تو وہاں شہیدوں کے اُجسام خاک و خون میں غرق دیکھے جن کے ساتھ سر موجود نہیں تھے،،

روایت آئی ہے کہ جب حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے بھائی امام حسین کا جسم مبارک دیکھا تو فریاد کرتے ہوئے کہا واجداہ وامحمداہ یا رسول اللہ! یہ آپ کے حسین ہیں جن کے چہرے کو آپ بوسہ دیا کرتے تھے اور اپنا

چہرہ مبارک جن کے سینے پر رکھا کرتے تھے یہ آپ کے اہل بیت ہیں جو اِس خواری وزاری کے ساتھ کرب ومصیبت میں مبتلا ہیں۔

یہ آپ کے جگر کے ٹکڑے کا جسم ہے جو ریت کے تودہ پر پڑا ہے۔

بجائے غالیہ بر روئے خاک وخون آلود
کمندِ غالیہ آسائے مُشکسائے حُسین
سپہر شیشۂ شامی پر اشک یاقوتے
کہ آب می طلبد لعل جانفزائے حُسین
بجستہ بر سرِ خاکستر آفتابِ منیر
کبود پوش شُدہ از پے عزائے حسین

قیدی قافلہ کوفہ کی طرف

بہر حال! جناب زینب سلام اللہ علیہا کی باتوں سے دوست ودشمن رونے لگے اور ابن سعد نے شہداء کے سر قبیلوں میں تقسیم کردیئے بائیس سر قبیلہ ہوازن کو دیئے چودہ سر بنی تمیم کو دیئے،

جن کا سردار حصین بن نمیر تھا تیرہ سر قبیلہ کندہ کو دیئے جس کا سردار قیس بن اشعث تھا چھ سر بنی اسد کو دیئے جن کا سردار ہلال بن اعور تھا پانچ سر قبیلہ ازد کے سپرد کیئے اور بارہ سر بنی ثقیف کے حوالے کیے اور کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

امام عالی مقام کا سر کاٹنے والے کا انجام

سیدنا امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک پیش ازیں خولی کے ہاتھ بھیجا چکا۔

روایت میں آتا ہے کہ خولی امام حسین علیہ السلام کا سر لے کر کوفے کو جا رہا تھا اور اس کا گھر کوفہ سے ایک فرسخ پہلے پڑتا تھا لہٰذا پہلے وہ اپنے گھر آ گیا اُس کی بیوی انصار میں سے تھی اور اہل بیت کے ساتھ جان و دل سے محبت رکھتی تھی خولی نے اُس سے ڈرتے ہوئے امام عالی مقام کا سر اپنے گھر کے تنور میں چھپا دیا اور اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا،

اُس کی بیوی نے پوچھا! اتنے دن کہاں رہا ہے؟

اُس نے کہا! ایک شخص نے یزید سے بغاوت کر دی تھی میں اُس کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے گیا ہوا تھا۔

خاتون نے مزید کوئی بات نہ کی اور کھانا لے آئی خولی نے کھانا کھایا اور سو گیا اُس خاتون کی عادت تھی کہ نماز تہجد کے لئے رات کو اُٹھتی اور تہجد ادا کرتی، اس رات وہ اُٹھی تو دیکھا کہ جہاں اُس کا تنور بنا ہوا تھا وہاں اسقدر روشنی پھیلی ہوئی ہے گویا کہ لاکھوں شمعیں اور چراغ ایک ساتھ جل رہے ہیں، اُس نے اس تنور سے روشنی باہر آتے دیکھی تو متعجب ہو کر کہا!

سبحان اللہ نہ تو میں نے خود ہی اس تنور میں آگ جلائی تھی اور نہ ہی

کسی دوسرے کو کہا تھا یہ روشنی کہاں سے آ گئی ہے اسی عالمِ تحیّر میں اُس نے دیکھا کہ وہ نور آسمان کی طرف جا رہا ہے اس سے اُسے اور زیادہ تعجب ہوا، اچانک اُس نے دیکھا کہ آسمان سے چار خواتین نے نزولِ اجلال فرمایا اور اُس تنور کے اردگرد جمع ہو گئیں،

ایک خاتون نے اُس تنور سے ایک سر نکالا اور اُسے چوم کر اپنے سینے سے لگایا اور روتے ہوئے فرمایا اے شہیدِ مادر اور اے مظلومِ مادر حق سبحانہ تعالیٰ نے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے،

میں تیرے قاتلوں سے بدلہ لوں گی جب تک مجھے تیرا خوں بہانہ دیا گیا قائمہ عرش سے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گی اُن کی موافقت میں دوسری خواتین نے بھی بہت زیادہ گریہ وزاری کی اور آ کر اُس سر کو تنور میں رکھ کر غائب ہو گئیں۔

خولی کی بیوی نے اُٹھ کر سر مبارک کو تنور سے باہر نکالا ابھی تک اُس نے سر مبارک کو نہیں دیکھا تھا اب جب اُس نے سر مبارک کو دیکھا تو نعرۂ غم لگا کر بے ہوش ہو گئی کیونکہ اُس نے سیدنا امام حسین علیہ السلام کی متعدّد مرتبہ زیارت کی ہوئی تھی بے ہوشی کے عالم میں اُسے ہاتف نے آواز دی کہ اُٹھ جا تجھ سے تیرے شوہر کے گناہ کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔

خاتون نے ہاتف سے پوچھا! تنور پر آ کر گریہ وزاری کرنے والی یہ چار بیبیاں کون تھیں؟

ندا آئی کہ وہ خاتون جس نے سر کو سینے سے ملا تھا اور دوسری تمام بیبیوں سے زیادہ روتی تھی وہ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا تھیں۔

دوسری خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور تیسری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ جناب مریم اور چوتھی فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہن تھیں اُس خاتون نے اُٹھ کر سر مبارک کو سینے سے لگایا اور چوم کر مشکل و گلاب سے خُون مبارک دھویا اور غالیہ و کافور لا کر چہرہ مبارک پر ملا اور امام پاک کی مبارک زلفوں میں کنگھی کی اور پاک جگہ پر رکھ کر واپس آ گئی اور خولی کو جگا کر فرمایا اے ملعون دون اور اے مطعونِ زبون تو نے یہ کس کا سر لا کر اس تنور میں رکھا ہوا ہے؟

آخر یہ فرزندِ رسول کا سر ہے اُٹھ کر دیکھ کر زمین سے آسمان تک فغاں اُٹھ رہی ہے اور ملائکہ گروہ در گروہ اس سر کی زیارت کے لئے آ رہے ہیں اور گریہ وزاری کرتے ہیں اور تجھ پر لعنت کرتے ہوئے آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔

میں تجھ سے اِس جہان میں اور اُس جہان میں بیزار ہوں پھر اس نے سر پر چادر ڈالی اور گھر سے باہر نکل آئی۔

خولی نے کہا! اے عورت تو کہاں جا رہی ہے اور اپنے بیٹوں کو کیوں یتیم کرتی ہے؟

اُس نے کہا! اے لعین تو نے فرزندانِ مصطفیٰ کو یتیم کر دیا تو تجھے

کچھ پرواہ نہ ہوئی کہ تیرے بیٹے بھی یتیم ہو سکتے ہیں پس وہ بی بی چلی گئی اور دوسرے کسی شخص کو اُس کا پتہ نہ چل سکا۔

ابنِ زیاد کے سامنے امام کا سر

جب صبح ہوئی تو خولی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر طشت میں رکھا اور ابنِ زیاد کے سامنے لے آیا اُس بے حیاء کے ہاتھوں میں چھڑی تھی، وہ چھڑی اس نے امام عالی مقام کے مبارک لب ودندان پر ماری،،

صحابہ کرام میں سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اس مجلس میں موجود تھے اُنہوں نے چیختے ہوئے کہا اے ابنِ مرجانہ امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک پر چھڑی نہ مار اور اس بے ادبی کو چھوڑ دے رب کعبہ کی قسم میں گن نہیں سکتا کہ میں نے کتنی مرتبہ دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِن لب ودندان کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

اِس کے ساتھ ہی آپ بلند آواز سے رونے لگے آپ کو روتے دیکھا تو حاضرین مجلس بھی گریہ کناں ہو گئے۔

ابنِ زیاد لعنت اللہ علیہ نے غصے میں آ کر کہا! اگر تو بوڑھا اور کمزور نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا،،

حضرت زید رضی اللہ عنہ اُس مجلس سے اُٹھے اور فرمایا اے معشرِ عرب حق تعالیٰ تم سے خوش نہیں ہوگا کہ تم نے جناب فاطمہ کے بیٹے کو شہید کر

دیا اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا امیر بنالیا،

یہ کہا اور دارالامارت سے باہر تشریف لے آئے ابن زیاد نے کہا اس سر کو لشکر کے پاس لے جاؤ اور دُوسرے سروں سمیت نیزہ کے ساتھ باندھ کر شہر میں پھراؤ۔

سرِ فرزندِ ارجمند نبی
بر سرِ نیزہ است بُوالعجبی
سرآں سروِ بستانِ غیوب
جلوہ گر چوں شگوفہ بر سر چوب

جنوں کے نوحے

روایات میں آتا ہے کہ دو دن کے بعد ابنِ سعد نے شہیدوں کے سروں کو اُٹھایا اور اُن کے جسموں کو صحرائے کربلا میں چھوڑ دیا، اہلِ غاضریہ کو پتہ چلا تو اُنہوں نے آ کر چند بے سر جسموں کو دیکھا اور نوحہ وزاری کی آواز سُنی مگر نوحہ کرنے والے نظر نہ آتے تھے یہ جنّوں کی جماعت تھی، جو شہداء پر نوحہ کرتی تھی اور ان کے مرثیہ میں قصائد پڑھتی تھی، اُن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

نساء الجن یسعدن نساء الهاشمیات
بنات المصطفیٰ احمد امام للبریات

یعنی جنوں کی عورتیں ماتم ونوحہ گری میں

خواتین بنی ہاشم کی موافقت کرتی ہیں۔

اور تمام عالم کے پیشوا مقتداء احمد مختار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برگزیدہ بیٹیوں کے رونے میں شریک ہیں،،

شواہد النبوت میں آیا ہے کہ ایک ثقہ شخص نے بیان کیا ہے کہ میں نے قبیلہ لحی کے ایک شخص سے پوچھا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر جنّوں کا نوحہ سُنا ہے،،

اُس نے کہا! ہاں اُس قبیلہ کے ہر آزاد وغلام شخص جس سے بھی آپ پوچھیں گے آپ کو اس کے بارے میں خبر دے گا،،

میں نے کہا! مجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ جو کچھ تو نے اُن سے سُنا ہے میں تیری زبان سے سُنوں،

اُس نے کہا! میں نے جنّوں کو کہتے ہوئے سُنا،

مسح الرسول جبینہ

فلہ بریق فی الخدود

اس کے معنی یہ ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں یا چہرہ مبارک سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیشانی مبارک کو مسح کرتے تھے اور آپ کے نورِ جمال کی روشنی اس لمس کی وجہ سے امامِ عالی مقام کے مبارک رخساروں سے ظاہر و باہر ہوتی تھی۔

ابــواه مـــن عـــلـيـــا قـــريــــش

وجـــــده خيـــــر الـــــجـــدود

یعنی! امام عالی مقام کے والدین کریمین حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قبیلہ قریش کے بزرگوں میں سے ہیں۔

آپ کے جد بزرگوار حضور رسالت مآب صلوٰۃ اللہ علیہ بہترین اَجداد ہیں بلکہ شرفِ آباء اور فخرِ اولاد ہیں۔

القصّہ! اہلِ غاضریہ نے اُن شہداء کی تجہیز و تکفین کی اور اُن پر نمازِ جنازہ پڑھ کر اُسی میدانِ حرب میں دفن کر دیا۔

اہلِ بیت کا قافلہ کُوفے میں

ابنِ سعد جب کُوفہ سے ایک فرسخ اس طرف تھا اُس کے پاس امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک لایا گیا اُس نے اُس سَرور کے سر کو دوسرے سروں کے ساتھ نیزے پر چڑھایا اور کوفہ میں لے آیا، امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادیاں اور خواتین اہلِ بیت محملوں میں بٹھا کر لے جائی گئی تھیں۔

بعض کتابوں میں جو لکھا ہے کہ اُنہیں ننگے سر اُونٹوں کی ننگی پُشت پر بٹھایا گیا تھا ضعیف قول ہے اور صحت کو نہیں پہنچا، ولیکن اُن کا اِس طرح لے جانا بھی اہل بیت کے نسب کی بناء پر توہین میں شمار ہوتا ہے کیونکہ وہ پردہ نشینانِ حرمِ عصمت ہیں اور ستر دارانِ حریم عفّت ہیں آفتاب جہاں تاب کا سایہ اُن کے سروں پر نہیں پڑتا تھا اور بادِ عالم گرد اُن کے حجرۂ پاکیزہ کے گرد نہیں پہنچ سکتی تھی۔

عفائف حرمِ دیں کہ پیش سدہ ایشاں
بہشتیاں ہمہ جارُوب کردہ جعد معطر
نہ طوف حجرۂ ایشاں نمودہ باد سُبک رو
نہ سایہ بر سر ایشاں فگندہ مہرِ منوّر

جب ابن زیاد کو لشکر کے آنے کی خبر پہنچی تو اُس نے منادی کروادی کہ اہلِ کوفہ سے شخص اسلحہ پہن کر لشکر کے استقبال کو نہ جائے اور دس ہزار سوار

کو بھیجا تا کہ سروں کو محلوں اور گلیوں میں پھراتے وقت کوئی شخص فتنہ انگیزی نہ کرے اور عوام شور نہ مچائیں، پس لوگ شہر سے باہر آئے اور جس کسی نے بھی اُن سروں اور محملوں کو دیکھا فریاد و فغاں کرتے ہوئے زار و قطار رونے لگا، یہاں تک کہ مخالفین میں سے بھی بعض لوگ پشیمان ہو کر نوحہ وزاری اور نالہ و بیقراری کرنے لگے،،

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا! اگر میرے باپ اور بھائیوں اور اقرباء کے قتل پر یہ اہل لشکر روتے ہیں تو وہ کون سی جماعت ہے جس نے اُنہیں قتل کیا ہے؟

حضرت زینب خاتُون کا خطبہ

ابوالموید روایت لائے ہیں کہ اہل کوفہ اہل بیت کی محملوں کے گرد حد سے زیادہ روئے تو حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ہودج کے اندر سے آواز دی اے اہلِ کوفہ اور اہلِ مکر و حیلہ و دروغ و دغل خدا کی قسم تم جھوٹے وعدے کرتے ہو تم نے میرے بھائی کے ساتھ منافقت سے کام لیتے ہوئے اُنہیں تزویر آمیز پیغام بھیجے اور حیلہ و غدّاری پر مشتمل خط لکھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آلِ پاک کی ہلاکت میں کوشش کی۔

تم نے دنیا کے بدترین شخص کو سب سے بہترین انسان پر مسلّط کیا اور دور سے نظارہ کرتے ہوئے حق کی نصرت و معاونت نہ کی، اب ریاکاری

کرتے ہوئے ہمارے سامنے آنسو بہاتے ہو اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس رُوح سے شرم نہیں کرتے،

اِن لوگوں کے درمیان خواجگانِ کوفہ سے ایک بوڑھا شخص اس انداز سے رویا کہ آنسوؤں کے قطرے اُس کی داڑھی سے گرتے تھے،

اُس نے کہا! اُے خاتونِ قیامت کی صاجزادی آپ نے سچ فرمایا، آپ کے بوڑھے بوڑھوں سے بہترین آپ کے جوان جوانوں سے شریف ترین آپ کی خواتین خواتین سے پاکیزہ ترین اور یہ سورت جو واقع ہوئی ہے تا قیامِ قیامت کوفیوں کی بدنامی کا باعث بنی رہے گی۔

ایں چہ جورِ فاحش است اے کوفیانِ بے حیا
ویں چہ ظلم ظاہر است اے شامیاں شوم روی
در زمانِ حرب با ما خندہ ہائے ہائے ہائے
وز پسِ قتلِ شہیداں گریہ ہائے ہوی ہوی

امام عالی مقام کے سر کی گفتگو

روایت آئی ہے کہ جس نے بھی امام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام کے سر کی طرف دیکھا آپ کی سطوت وہیبت سے بیہوش ہوگیا اور آپ کا سر مبارک دوسرے سروں کے درمیان اس طرح چمکتا تھا جس طرح ستاروں کے درمیان چاند درخشاں ہو۔

شواہد النبوت میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہٗ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر کوفہ کی گلیوں میں پھرایا گیا میں اُس وقت اپنے گھر کے بالاخانے میں تھا جب میرے برابر پہنچا تو میں نے آپ کے سر مبارک کو یہ آیت کریمہ پڑھتے ہوئے سُنا۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ كَانُوْا
مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا

کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے
کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔

﴿سورۃ الکہف آیت ۹﴾

اس حال کی ہیبت سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے میں نے آواز دی اے ابن رسول اللہ واللہ یہ کیا راز ہے آپ کا اَمر عجیب تر ہے،

ایک دوسرے عزیز نے بیان کیا ہے کہ جب ان سروں کو ابن زیاد کے محل کے دروازے پر لایا گیا اور نیزوں سے اُتارا گیا تو میں امام حسین علیہ السلام کے سر کے قریب ہوا تو آپ کے ہونٹ مبارک ہلنے لگے میں نے کان لگایا تو آپ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے۔

وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ

اور ہر گز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے۔

﴿سورۃ ابراہیم آیت ۴۲﴾

ابنِ زیاد پر سرِ امام کی ہیبت

جب ان سروں کو ابن زیاد کی مجلس میں لایا گیا تو اُس نے دوسری مرتبہ امام حسین کے سر مبارک کو اُٹھا کر آپ کے چہرے اور زُلفوں کو دیکھا تو اُس کے ہاتھ کانپنے لگے اور سر مبارک اُس کے ہاتھوں سے گر گیا، پھر اُس نے سر کی جانب دیکھنا چھوڑ دیا اور اپنی ران پر رکھ لیا آپ کے سر سے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشنی پھوٹ رہی تھی اور آپ کے گیسوئے مشکیں کی خوشبو کستوری سے زیادہ مہک رہی تھی۔

جناب قاسم انوار قدم سرہ نے اس کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے۔

بوئے جاں میآید از بادِ صبا ایں بوچہ بواست

مشک را ایں حد نباشد نکہت گیسوئے اوست

ابو المفاخر نے روایت بیان کی ہے کہ جب ابن زیاد نے امام عالی مقام سیدنا امام حسین کا سر مبارک اپنی ران پر رکھا اُس میں سے خون کا ایک قطرہ اُس کی قبا پر گرا اور وہ قطرہ قبا اور اُس کے جبہ و پیراہن اور تہبند میں سوراخ کرتا ہوا ران کے گوشت میں پہنچا اور دوسری طرف پہنچ گیا اور درخت و تخت میں سوراخ کرتے ہوئے زمین پر پہنچ کر غائب ہو گیا،

ابن زیاد کی ران میں جو سوراخ ہوا تھا ہر ممکن علاج کرنے کے

باوجود باقی رہا اور اس سے زخم میں سخت بدبو پیدا ہوگئی اُس نے اس زخم پر ہر قسم کی خوشبوئیں کستوری وغیرہ باندھیں مگر زخم کی بدبو اور کراہت ہر خوشبو پر غالب رہی اور وہ اپنے قتل ہونے تک اسی مصیبت مبتلا رہا چنانچہ ابراہیم بن مالک بن اشتر نے اُسے اسی نشانی سے مقتولوں میں شناخت کیا جیسا کہ مختارنامے میں مذکور ہے،،

جنابِ زینب سے ابنِ زیاد کی گفتگو

روایات میں آتا ہے کہ جب منتسبانِ اہلبیت اور دُودمانِ رسالت کو ابنِ زیاد کی مجلس میں لایا گیا تو سب سے آگے سیّدہ زینب خاتون سلام اللہ علیہا تھیں آپ نے نہ کسی کو سلام کیا اور نہ کسی پر توجہ دی اور ایک طرف بیٹھ گئیں۔

ابنِ زیاد نے پوچھا! یہ بیٹھنے والی عورت کون ہے؟

کسی نے کہا! حضرت علی ابن ابی طالب کی صاحبزادی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہمشیرہ جنابِ زینب ہیں،،

ابن زیاد نے کہا! خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں رسوا کیا اور تُمہاری باتوں کو جھوٹ گرداناگیا،،

جنابِ زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا! تعریف ہے اُس خداوندکریم کی جس نے ہمیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت سے مکرّم کیا اور

یطهر کم تطهیرا کے حکم سے ہمیں ہر رجس سے پاک کیا جبکہ خدا تعالیٰ فاسقوں کو رسوا کرتا ہے اور بدکاروں کی باتوں کو جھوٹی کرتا ہے،،

ابنِ زیاد نے کہا! تم نے اپنے بھائی اور اہلِ بیت کے حق میں خدا کی قدرت کیسے دیکھی؟

جنابِ زینب نے فرمایا! میں نے سوائے اچھائی کے کچھ نہیں دیکھا، میرے گھر والے جمع تھے کہ ارادۂ الٰہی سے اُن کی شہادت واقع ہو گئی اس حال کی خبر میرے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور میرے والدِ گرامی علیہ السلام نے میرے بھائی کو پہلے ہی سے دے رکھی تھی اور وہ حکم سبحانی اور تقدیرِ ربانی کا انتظار کیا کرتے تھے وہ دنیا میں اپنے حالات پر خوش تھے اور آخرت میں اپنے گھروں میں تشریف فرما ہو جائیں گے،،

اے ابن مرجانہ عنقریب اللہ تعالیٰ تجھے اُن کے ساتھ ایک مقام پہ جمع فرمائے گا تا کہ تیرے ساتھ لڑائی کریں تو اے ابن مرجانہ اُس روز ظفر و نصرت اُن کی ہو گی یا تیری؟

ابنِ زیاد نے اِن باتوں سے غضبناک ہو کر جناب زینب کو قتل کر دینے کا حکم دیا۔

عمرو بن حریث مخزومی نے کہا اے امیر عورتوں کی باتوں کا بدلہ نہیں لیا کرتے بالخصوص اُن عورتوں سے جو غمزدہ اور مصیبت زدہ ہوں ابن زیاد نے اُن کے قتل کا حکم واپس لیتے ہوئے کہا اے حسین کی بہن اللہ تعالیٰ نے

تیرے بھائی کی سرکشی اور بغاوت کی تشویش سے میرے غرور کو راحت دی تیرے بھائی اور اس کی پیروی کرنے والے میری وجہ سے قتل کئے گئے اور اُنہیں رنج والم نصیب ہوئے،،

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا تُو نے بہت اچھا کام کیا ہے اور بہت اچھی مہم سرانجام دی ہے جس کے باعث تو راحت اور خوشی کی توقع لئے بیٹھا ہے؟

اے عقل سے بے بہرہ اور دانش سے بے نصیب تو نے شرابِ غرور سے مست ہو کر جاہ ناپائیدار کے لئے اپنے آپ کو برباد کر لیا، تو نہیں جانتا کہ تو نے کیا کام کیا ہے تُو نے خاندان نبوّت کے بہترین آدمی کو شہید کر دیا اور شجرِ گلستانِ رسالت کی اصل اور فرع کو کاٹ کر رکھ دیا ہے اگر یہ امر تیرے دل کی فرحت کا باعث ہے تو عنقریب تو ایک دن افسوس کرے گا جس کے آثار صحیفۂ روزگار پر نقش ہو جائیں گے اور اپنے عمل کا تو ایسا بدلہ پائے گا جو تجھے ہرگز پسند نہیں ہوگا۔

پند اشت ستمگر کہ ستم با ما کرد
رگردن او بماند و بر ما بگذشت

امام زین العابدین کے قتل کا حکم

ابن زیاد نے جناب زینب سلام اللہ علیہا کی طرف سے رُخ پھیر لیا

اورامام زین العابدین کی طرف متوجّہ ہوتے ہوئے پوچھا یہ کون ہے؟

لوگوں نے بتایا یہ علی بن حسین ہیں۔

ابن زیاد نے کہا! میں نے سُنا ہے خدا نے علی بن حسین کو قتل کر دیا تھا۔

لوگوں نے بتایا! وہ علی اکبر تھے جو شہید ہوئے۔

امام زین العابدین نے فرمایا !

واللّٰہ ان لہ مطالبا یوم القیامۃ ہاں وہ میرے بڑے بھائی تھے جو شہید ہوئے خدا کی قسم قیامت کے دن تجھ سے اُن کے خون کا مطالبہ کیا جائے گا۔

ابن زیاد نے غضبناک ہو کر کہا اسے محل کے دروازے پر لے جا کر اِس کی گردن ماردو اور اس کا سر میرے پاس لے آؤ۔

اُس کے درباریوں نے امام زین العابدین کو قتل کرنے کا قصد کیا تو جناب زینب اُٹھ کر امام زین العابدین سے لپٹ گئیں اور فرمایا! اے ابن مرجانہ تو ابھی اہل بیت رسول خدا کو قتل کرنے سے سیر نہیں ہوا،،

اور یہ خونِ ناحق کافی نہیں تھے جو تو نے بہا لئے ہیں اگر تو اِسے قتل ہی کرنا چاہتا ہے تو پہلے مجھے قتل کرنا ہوگا۔

امام زین العابدین نے فرمایا! پھوپھی جان آپ مجھے کچھ دیر بات کرنے دیں تا کہ میں اس کا جواب دوں پھر آپ نے اُس کی طرف رخ

کرتے ہوئے کہا اے ابنِ زیاد تو مجھے قتل ہونے سے نہ ڈرا اور قتل کی دھمکیاں نہ دے کیا تو نہیں جانتا کہ قتل وقتال ہماری عادت ہے اور ہم اپنی شہادت کو خود پر اللہ تعالیٰ کا خاص اکرام سمجھتے ہیں بلکہ ہمارے جسم مصیبت کے پانی سے گوندھے گئے ہیں اور ہماری مٹی میں قدرت کے ہاتھوں سے بلاؤں کا بیج بویا گیا ہے دشمنوں کی ہلاکت ہماری صناعت ہے اور شہادت کے پانی میں ہمارے لئے برکت وتیمن ہے۔

مارا قتالِ دُشمن بد کیش عادتست
با اہلِ بغی حرب نمودن سعادتست
تہدید ما چرا بشہادت کُند کسے
حقّا کہ آرزوئے دلِ ما شہادتست

اہلِ بیت کا قافلہ بسوئے شام

ابن زیاد نے ایک لحظہ کے لئے سوچا اور اپنے ملازموں سے کہا مجھے اِن لوگوں کی گفتگو اور جھگڑے سے خلاصی دلاؤ اور اُنہیں محل کے باہر لے جا کر جامع مسجد کے پہلو میں فلاں سرائے میں پہنچادو ابن زیاد کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اُنہیں مخصوص کردہ سرائے میں پہنچادیا گیا اور کوفہ کے لوگوں میں سے ابن زیاد کے ڈر کی بناء پر کسی شخص نے اُن کا حال نہ پوچھا چند روز کے بعد ابن زیاد نے اُن کے سفر کی تیاری شروع کرادی اور زحر بن قیس جعفی

بن ثعلبہ اور شمر بن ذوالجوشن کو پانچ ہزار کے لشکر کے امیر مقرر کیا تاکہ وہ اہل بیت کے ساتھ ان سروں کو شام میں پہنچادیں۔

چنانچہ یہ لشکر شام کو روانہ ہوگیا یہ لوگ جس مقام پر بھی قیام کرتے کرامتوں کا ظہور اور برہان کا اظہار ہوتا ان میں سے بعض حکایات جن کا ظہور قریب تر تھا بیان کی جاتی ہیں۔

امام کے سر کی برکت سے یہودی کا قبول اسلام

شام کے راستے میں رونما ہونے والی کرامات میں سے ایک واقعہ کے متعلق یہ روایت آئی ہے کہ جب یزید کا لشکر قیدیوں کا قافلہ لے کر حران پہنچا تو وہاں پہاڑ کے اوپر ایک قلعہ تھا جس میں یحیٰی نامی ایک یہودی رہتا تھا وہ اِن لوگوں کے استقبال کے لئے باہر آیا اور شہیدوں کے سروں کا نظارہ کرنے لگا، اچانک اُس کی نگاہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کے سرِ اقدس پر پڑی تو اس نے دیکھا کہ آپ کے ہونٹ ہل رہے ہیں، اُس نے آگے بڑھ کر اپنا کان آپ کے ہونٹوں پر رکھا تو یہ کلمات سُنے۔

وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْآ اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔

﴿سورۃ الشعراء آیت ۲۲۷﴾

یحییٰ نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو حیران ہو کر پُوچھا یہ سر کس کا ہے؟

لوگوں نے کہا! حسین ابن علی کا۔

اُس نے پُوچھا باپ کا نام معلوم ہو گیا اِن کی والدہ کون ہیں؟

لوگوں نے کہا! فاطمہ بنت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

یہودی نے کہا! اگر ان کے نانا جان کا دین برحق نہ ہوتا ان سے یہ برہان ظاہر نہ ہوتی اس کے ساتھ ہی اُس کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہو گیا اُس نے اپنے سر سے دستار اُتاری اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے اہلِ بیت کرام میں تقسیم کر دی اور جو ریشمی لباس وہ پہنے ہوئے تھا اسے امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس لایا اور مع ایک ہزار درہم کے آپ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کی اسے اپنی ضرورت پر خرچ کریں شہیدوں کے سروں کے محافظوں نے یہ دیکھا تو اسے جا کر کہا یہ تو نے کیا کیا ہے اور یہ کیا کام ہے جو تو والیٔ شام کے دشمنوں کی حمایت میں کر رہا ہے، ان قیدیوں سے دُور ہٹ جا ورنہ ہم تیری گردن کاٹ دیں گے۔

یحییٰ نے ذوقِ محبّت میں سرشار ہو کر اپنے خادموں کو تلوار لانے کے لئے کہا اور پھر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے محافظوں پر حملہ کر دیا اور ان میں سے پانچ اشخاص کو قتل کر دیا اور اس کے بعد خُود بھی درجۂ شہادت پر فائز ہو گیا حران کے دروازہ پر آج بھی اُن کا مزار مشہور و معروف ہے اور اُسے یحییٰ شہید کا مزار کہتے ہیں اور وہاں دعا مُستجاب ہوتی ہے۔

در ہر دو جہاں گر آبرو می طلبی
بگذر بسر خاک شہیدانِ غمش

لشکر یزید سے اہل موصل کا سلوک

روایت آئی ہے کہ جب یہ لشکر اثنائے راہ میں مُوصل کے قریب پہنچا تو اس لشکر کے امیروں نے امیرِ موصل کے پاس ایک شخص کو بھیجا کہ شہر سے باہر آ کر ہمارا استقبال کرو اور سونے چاندی سے بھرے ہوئے طشت لا کر ہم پر نثار کرو اور اپنے گھر میں ہماری آمد سے اپنے آپ پر فخر ومباہات کر کیونکہ ہم حسین ابن علی اس کے بیٹوں بھائیوں قریبیوں دوستوں اور ہوا خواہوں کے سر لے کر آئے ہیں اور اُس کے اہل وعیال کو بھی اپنے ساتھ پکڑ لائے ہیں۔

موصل کے حاکم عمادالدّولہ نے اہل شہر کو جمع کیا اور تمام صورتِ حال اُن کے سامنے بیان کرتے ہوئے کہا اے لوگو! یہ بات ہمارے لئے ہرگز قابل قبول نہیں،

تمام اہلِ موصل نے اس پر اتفاق کیا اور ضیافت کا سامان تیار کر کے لشکر یزید کے پاس بھیج دیا اور کہا آپ لوگوں کا ہمارے شہر میں آنا مناسب نہیں اور اِس طرح اُنہیں شہر سے ایک فرسخ باہر ہی روک دیا گیا۔

خُون کے ایک قطرے کی کرامت

اُن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک وہاں پر پڑے ہوئے ایک پتھّر پر رکھ دیا تو آپ کے سر مبارک سے خون کا ایک قطرہ اُس پتھر پر گرا جس کی وجہ سے ہر سال عاشورہ کے دن اُس پتھّر سے تازہ خون جاری ہو جاتا اور اطراف و جوانب کے لوگ وہاں جمع ہو کر آہ و زاری کیا کرتے تھے۔

یہ صورت حال عبد الملک بن مروان کے زمانے تک جاری رہی جب اُسے لوگوں نے اِس واقعہ کے بارے میں بتایا تو اُس نے وہ پتھّر وہاں سے اُٹھالیا اور کسی دوسرے کو اُس کے بارے میں نہ بتایا۔

تاہم لوگوں نے وہاں پر ایک گنبد بنا دیا اور اُس کا نام "مشہدِ نقطہ" رکھا لوگ ہر سال ماہِ محرم میں وہاں آتے ہیں اور شرائطِ تعزیت بجالاتے ہیں

شیخ اوحدی رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کے وہاں ہر سال تعزیّت کے لئے آنے کے بارے میں چند شعر کہے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

ہر سال تازہ میشود ایں دردِ سینہ سوز
سوزے کہ کم نگردد و دردے کہ بے دوا است
اندر شفق ہلال محرم بیں کہ ہست
چوں نعل اسپ شہ کہ بخوں غرقہ گشت راست

اُے تشنۂ فرات یکے دیدہ باز کن

کز آب دیدہ بَر سرِ قبر تو جوئے ہاست

پتّھر کے شیر کی آنکھوں سے پانی

اے عزیز! پتّھر سے تازہ خون کا جاری ہونا تعجّب خیز نہیں عجیب تر تو یہ ہے کہ روم کے علاقہ کے ایک پہاڑ پر ایک پتھر کو شیر کی صورت میں تراشا گیا ہے ہر سال عاشورہ کے دن شیر کی دونوں آنکھوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں اور یہ پانی ساری رات جاری رہتا ہے لوگ اس کے اردگرد جمع ہو کر اہل بیت کے غم کا اظہار کرتے ہیں اور وہ پانی پیتے ہیں اور تبرک کے طور پر گھروں کو لے جاتے ہیں۔

کوہ از حسرت آں تشنہ لباں میگرید

بحر از غیرتِ آں خستہ دِلاں می جوشد

آہ از آں سنگ دل بے خبر تیرہ دروں

کہ زحسرت نکشد آہ و زغم نخرو شد

اہل نصیبین کی بربادی

روایت میں آیا ہے کہ جب اہل موصل نے شمر کے لشکر کو شہر میں نہ آنے دیا اور شہر کے باہر ٹھہرائے رکھا تو یہ لوگ دوسرے روز نصیبین کی طرف

روانہ ہو گئے اور وہاں کے امیر منصور بن الیاس کے پاس ایک شخص کو بھیجا کہ وہ انہیں شہر میں آنے دے۔

جب اُس کی اجازت سے لشکر شہر میں آیا تو قدرتِ خداوندی سے قہر وغضب کا ایک بادل آیا اور اُس سے ایک ایسی بجلی ظاہر ہوئی جس نے شہر کا نصف حصّہ جلا دیا لوگ شرمندہ ہو کر اس لشکر کے پاس نہ گئے تو وہ لشکر دوسرے شہر کی طرف چلا گیا جہاں کا رئیس سلمان بن یوسف تھا۔

سلمان کے دو بھائی تھے جن میں سے ایک جنگِ صفّین میں حضرت علی کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا اور دوسرا بھائی اُس کے ساتھ حکومت میں شریک تھا، اور شہر کا ایک دروازہ اُس کے قبضۂ اختیار میں تھا چنانچہ اُس نے ارادہ کیا کہ سروں کو اپنے دروازہ سے شہر سے لائے جبکہ سلمان کی خواہش تھی کہ اُس کے دروازہ سے سروں کو شہر میں لایا جائے،،

اسی بناء پر دونوں بھائیوں میں جنگ چھڑ گئی اور سلمان قتل ہو گیا اور شہر میں شور مچ گیا شہر کا لشکر وہاں سے سراسیمہ اور پریشان ہو کر حلب کی طرف چلا گیا،،

معمورہ کے تمام یہودی مسلمان ہو گئے

حلب کے مضافات میں ایک پہاڑ تھا جس پر لوگ رہتے تھے اور اس پر ایک مضبوط قلعہ تھا جس کا نام معمورہ تھا اور کہتے ہیں کہ اب بھی اُس کا

نام معمور ہے وہاں کے کوتوال کا نام عزیز بن ہارون تھا اُس قلعے میں رہنے والے تمام لوگ اپنے سردار سمیت یہودی تھے اور ریشمی کپڑا بنا کرتے تھے ان لوگوں کا تیار کردہ کپڑا اپنی نزاکت کے اعتبار سے حجاز و عراق اور شام میں مشہور تھا،،

جب لشکرِ یزید دامنِ کوہ میں پہنچا تو وہاں گھاس وغیرہ کی زیادتی دیکھ کر وہیں پر ڈیرے ڈال دیئے، جب رات ہوئی تو حضرت شہر بانو کی خدمت میں آپ کی آزاد کردہ حسین و جمیل کنیز حاضر ہوئی جس کا نام شیریں تھا اور وہ لطافت میں شیریں زبان اور ملاحت میں لیلائے دوراں تھی۔

دو شکر چوں عقیق آب دادہ
دو گیسو چوں کمندے تاب دادہ

اُس کنیز نے حضرت شہر بانو کے پاس آ کر رونا شروع کر دیا اور اس رونے کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت شہر بانو کو مدینہ منوّرہ میں لایا گیا تو اُن کے ساتھ ایک سو کنیز تھی،

جب اُن کا عقد حضرت امام عالی مقام علیہ السلام سے ہوا تو اُنہوں نے شرف زفاف کی خوشی میں پچاس کنیزوں کو آزاد کر دیا پھر جب امام زین العابدین علیہ السلام پیدا ہوئے تو مزید چالیس کنیزوں کو پروانہ آزاری عطا فرما دیا اور ان کے پاس دس کنیزیں باقی رہ گئیں جن میں شیریں اپنے حسن میں یکتا اور جمال میں بے مثال تھی،

ایک روز شیریں کمرے میں آئی تو حضرت شہربانو حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں امام عالی مقام نے شیریں کی طرف دیکھ کر فرمایا اے شہربانو شیریں عجیب شعلہ رُخ کنیز ہے،

حضرت شہربانو نے گمان کیا کہ امام عالی مقام شاید شیریں کی طرف میلان رکھتے ہیں تو انہوں نے عرض کی اُے ابنِ رسول اللہ میں اِسے آپ کو بخشتی ہوں۔

امام عالی مقام نے فرمایا! کہ تو نے یہ کیا گمان کیا، میں اسے اسی وقت آزاد کرتا ہوں۔

حضرت شہربانو نے تیزی سے اُٹھ کر اپنے کپڑوں کا صندوق کھولا اور نہایت نفیس قیمتی خلعت شیریں کو پہنایا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! تو نے بہت سی کنیزوں کو آزاد کیا ہے اور کسی کو اس کی طرح ایسے کپڑے نہیں پہنائے۔

حضرت شہربانو نے عرض کی! اے سردار اُنہیں میں نے آزاد کیا تھا اور شیریں کو آپ نے آزاد کیا ہے اس لئے ضروری تھا کہ ان کے درمیان

''تاریخی اعتبار سے حضرت شہربانو کا وصال واقعہ کربلا سے بہت پہلے ہو چکا تھا ہو سکتا ہے کہ آپ کی آزاد کردہ کنیز جناب شیریں نے یہ گذارشات امام عالی مقام کی اُن زوجہ محترمہ سے کی ہوں جو قیدی قافلے کے ہمراہ تھیں''۔

﴿صائم چشتی﴾

فرق ہو۔

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے اُس کے لئے دعا فرمائی اور شیریں اُسی طرح حضرت شہر بانو کی ملازمت میں رہی یہاں تک کہ اِس دامن کوہ میں آ کر قیام کیا۔

شیریں نے حضرت شہر بانو کا حال دیکھا کہ آپ نے کبھی ایسا لباس نہیں پہنا تو اُسے وہ مرصّع لباس یاد آ گیا جو آپ امام حسین علیہ السلام کی موجودگی میں پہنا کرتی تھیں اسی بنا پر اُس پر رونا غالب آ گیا اور اُس نے حضرت شہر بانو سے اجازت طلب کی کہ مجھے اِس بستی میں جانے دیا جائے اس سے اُس کی غرض یہ تھی کہ اُس کے پاس جو تھوڑا سا سامان بچ گیا ہے اُسے بیچ کر وہاں کے بنے ہوئے کپڑے کا لباس آپ کے لئے خرید لائے،

آپ نے فرمایا تو آزاد ہے تجھ پر کسی کی نظر نہیں اور نہ ہی تجھے قیدیوں میں گنا جاتا ہے جہاں تیرا دل چاہتا ہے چلی جا،

شیریں اُٹھ کر پہاڑ کے اوپر گئی اور قلعہ کے دروازہ پر آئی تو وہ بند تھا رات کا ایک پہر گذر چکا تھا، اُس نے دروازہ کھٹکایا، عزیز بن ہارون خواب میں یہ واقعہ دیکھ چکا تھا اور قلعے کے دروازے کے پیچھے انتظار کر رہا تھا،

چنانچہ اُس نے آواز دی کہ اے دستک دینے والی تو شیریں ہے اُس نے کہا! ہاں۔

عزیز نے سلام کہا اور عزت واحترام کے ساتھ اپنے گھر میں لا کر

بٹھادیا،

شیریں نے پوچھا آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں؟

عزیز نے کہا! رات کے پہلے پہر میں سو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون کو خواب میں دیکھا اُن کے سر مبارک ننگے تھے اور اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور اُن کے آہ و نالہ سے تعزیّت و مصیبت کے آثار ظاہر تھے۔

میں نے کہا اے بنی اسرائیل کے سردار و اور ربّ جلیل کے پسندیدہ بزرگو! آپ پر کیا مصیبت آئی ہے جو آپ نے الم زدگان کی طرح سر اور پاؤں برہنہ کر رکھے ہیں اور آپ کے اس آہ و نالہ اور گریہ وزاری کی وجہ کیا ہے؟

اُنہوں نے فرمایا! تو نہیں جانتا کہ پیغمبر آخر الزّماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو ظلماً شہید کر دیا گیا اور اب اُن کا سر مبارک اور دوسرے شہیدوں کے سروں کو اُن کی اہلِ بیت کے ساتھ شام کو بے جا رہے ہیں اور آج کی رات وہ اس پہاڑ کے نیچے فروکش ہیں۔

میں نے عرض کی! آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانتے ہیں اور اُن پر اعتقاد رکھتے ہیں؟

اُنہوں نے فرمایا! اے عزیز کیسے نہیں جانیں گے وہ پیغمبر برحق ہیں اور حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ہم سے اُن کے بارے میں وعدہ لیا ہے ہم اُن کے

گرویدہ ہیں اور اُن پر ایمان لائے ہیں جو شخص اُنہیں دیکھے اور اُن پر ایمان نہ لائے اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ہم تمام پیغمبر اُس شخص سے بیزار ہیں۔

میں نے عرض کی! مجھے کوئی نشانی اور علامت بتائی جائے تا کہ مجھے یقین ہو جائے آپ اِس اُمر میں مجھ پر پہچان کا دروازہ کھول دیں۔

اُنہوں نے فرمایا! اُٹھ کر قلعہ کے دروازے کے پاس جا جب تو وہاں پہنچے گا تو وہاں پر امام حسین علیہ السلام کی آزاد کردہ کنیز شیریں دروازے پر پہنچ کر دستک دے رہی ہوگی اُس کی پیروی کرنا وہ تیری بیوی ہو گی اور تجھے اسلام میں داخل کرے گی۔

پھر تو امام حسین علیہ السلام کے مبارک کے پاس جانا اور اُس سرور کو ہمارا اسلام پہنچانا، اُن کا جو جواب ہوگا وہ سن لینا۔

پس میں بیدار ہوا آپ اُسی وقت قلعہ کے دروازے پر دستک دے رہی تھیں میں نے جان لیا کہ آپ شیریں ہیں اب آپ مجھے بتائیں کہ آپ میری زوجیت میں آنا پسند کریں گی؟

شیریں نے کہا! ہاں بشرطیکہ آپ اسلام قبول کرلیں اور حضرت شہر بانو اس شادی کی اجازت دے دیں۔

بعد ازاں شیریں وہاں سے حضرت شہر بانو کی خدمت میں حاضر ہو گئیں اور تمام واقعہ بیان کر دیا،،

جناب شہر بانو نے اس صورتِ حال سے متحیّر ہو کر حضرت امام حسین

علیہ السلام کی بنات واخوات کو یہ واقعہ سنایا تو وہ سب بھی متعجب ہو گئیں،،

بہر کیف ! جب خورشید جہاں آرا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح یدِ بیضا کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر طلوع کر کے معمورۂ عالم کو منور کر دیا۔

از طرفِ کوہ شرق گشت ہویدا
رایت بیضا نمود چوں کفِ موسیٰ

پس عزیز محافظوں کے پاس آیا اور اُنہیں ایک ہزار درہم رشوت دیتے ہوئے اہل بیت کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی جب اُسے اجازت مل گئی تو اُس نے اہل بیت کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام خواتین حجرات عصمت وطہارت کے لئے قیمتی لباس اور دو دو ہزار دینار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کئے اور آپ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کر کے عزّت حاصل کی۔

بعد ازاں اُس نے امام عالی مقام کے سر اقدس کے پاس آ کر کہا! اے سید و سرور میں آپ کے پاس حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا سلام لے کر حاضر ہوا ہوں۔

امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس سے غمزدہ آواز آئی اُن پر خدا کا سلام ہو۔

عزیز نے عرض کی! اے سردار میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ارشاد فرمائیں تا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو،،

امام عالی مقام نے فرمایا! جو کچھ تیرے لائق تھا وہ تو نے کر دیا اور جب تو نے اسلام قبول کر لیا تو خُدا اور رسول تجھ پر راضی ہو گئے اور جب تو نے اہل بیت کے حق میں نیکی کی تو میرے نانا جان اور میرے بھائی تجھ پر راضی ہو گئے اور جب تو دو پیغمبروں کا سلام میرے لئے لایا تو تجھے میری رضا بھی حاصل ہو گئی اور تو قیامت کے دن میرے اہل بیت کے درمیان محشور ہو گا،،

اِسی اثناء میں حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا نے جناب شیریں کو فرمایا اگر تو میری خوشی چاہتی ہے تو عزیز کے ساتھ شادی کر لے پھر اُنہوں نے شیریں کا عقد عزیز کے ساتھ کر دیا اور تمام اہل قلعہ مسلمان ہو گئے۔

سایۂ اہل نبی چوں بر سر ایشاں فتاد
در زماں ہر ذرۂ خورشید عالمتاب گشت

سرِ اقدس کی زیارت کو انبیاء کرام کا آنا

امام اسماعیل ابوالحوق کی روایت لائے ہیں کہ شہیدوں کے سروں کی حفاظت پر ہر رات کو پچاس اشخاص مامور ہوتے تھے اور میں اِن لوگوں کے درمیان تھا تمام نگہبان سو گئے مگر مجھے نیند نہیں آ رہی تھی اچانک میں نے آسمان سے آواز سُنی کہ عنقریب جہان زیروزبر ہو جائے گا،

میں نے نگاہ اُٹھائی تو دیکھا کہ ایک بلند و بالا گندم گوں سفید پوش نورانی شخص آسمان سے اُترا اور اُس نے سر کو ننگا کیا اور امام حسین علیہ السلام

کے سر کو صندوق سے باہر نکالا اور آپ کے چہرے کو بوسہ دے کر رونے لگا،،

میں حیران ہو کر اُٹھا اور چاہا کہ امام حسین علیہ السلام کے سر کو اُس سے لے کر صندوق میں رکھوں مگر مجھ سے پہلے ہی محافظ بیدار ہو گئے، جب میں اُن کے پاس گیا تو کسی نے مجھے آواز دی کہ گستاخی نہ کرنا اور آگے نہ بڑھنا کیونکہ یہ حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام ہیں جو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کی تعزیت کے لئے آئے ہیں،

اچانک میں نے دوسرا نعرہ سُنا کر حضرت نُوح نجی اللہ علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ہمراہ تشریف لائے اور آخر میں حضرت سیّد الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء صحابہ کبار حیدر کرار حمزہ و حسن اور جعفر طیار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ گیسو بکھیرے تشریف لے آئے اور ان میں سے ایک ایک امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو اُٹھا کر تعظیم دیتا رہا پھر ایک نُور کی کرسی لائی گئی اور مسافرِ عرش عظیم سیّد روف الرحیم

محمد کہ آفرینش ہست خاکش

ہزاراں آفریں بر جانِ پاکش

آپ اس کرسی پر تشریف فرما ہو گئے اور انبیاء کرام آپ کے گرداگرد زمین پر بیٹھ گئے۔

پھر ایک فرشتہ نمودار ہوا اُس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور آگ کا عصا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اُس نے مجھے پکڑ لیا میں نے چیختے ہوئے کہا یا رسول اللہ میں آپ کے خاندان کا حُبدار ہوں اور یہ لوگ مجھے اکراہ و جبر کے ساتھ اپنے ہمراہ لائے ہیں، یہ سن کر فرشتے نے میرے منہ پر تھپڑ مارا اور جہاں تھپڑ لگا تھا وہ جگہ سیاہ ہو گئی،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرشتے سے فرمایا کہ وہ مجھے چھوڑ دے فرشتے نے مجھے چھوڑ دیا تو میں بے ہوش ہو گیا مجھے صبح کو ہوش آیا تو اُن نگہبانوں پر اس واقعہ کے کوئی اثرات نہیں ہے اور میں نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کا سر صندوق میں رکھا ہوا ہے اور اُس صندوق کے اردگرد کی زمین خاکستر بن چکی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ جب صبح ہوئی تو شمر نے ابوالحوق کو طلب کیا اور اس کے چہرے کی ایک طرف سیاہ ہونے کی بابت پوچھا۔

ابوالحوق نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا اور آہ کہتے ہوئے زمین پر گر پڑا اور جان دے دی لوگوں نے دیکھا کہ اُس کا پتہ پھٹ گیا تھا اہلِ لشکر یہ واقعہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے اور بعض لوگ اپنی آمد پر پچھتانے لگے مگر سوائے آگے بڑھنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔

دگر بارہ سفر را ساز کردند

پے رفتن شتاب آغاز کردند

امام کے سر کی برکت سے عیسائی راہب کا ایمان لانا

ابو سعید دمشقی سے روایت ہے کہ جو لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر شام کو لے کر گئے تھے میں اُن کے ساتھ تھا جب ہم لوگ دمشق کے قریب پہنچے تو لوگوں کے درمیان یہ خبر گردش کرنے لگی کہ مسبب بن قعقاع خزاعی ایک لشکر جمع کر رہا ہے تا کہ شب خون مار کر سروں کو اپنے ساتھ لے جائے،،

لشکر کے سردار پوری احتیاط کے ساتھ جا رہے تھے کہ ایک رات ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں ایک مضبوط کلیسا نظر آرہا تھا، اُن لوگوں نے مشورہ کیا کہ اس کلیسے میں ٹھہر کر پناہ لی جائے تا کہ اگر کوئی شخص شب خُون مارے تو اُس سے محفوظ رہ سکیں،

روایت میں آیا ہے کہ شمر نے کلیسا کے دروازے پر آکر آواز دی تو ایک بُوڑھا جو اہلِ کلیسا کا سردار تھا چھت کے اوپر آیا اور اس نے دیکھا کہ کلیسا کے چاروں طرف سوار کھڑے ہیں اور شمر اُن کے آگے ہے۔

کلیسا کے پیشوا نے پوچھا! یہ لشکر کیسا ہے اور تم لوگ کون ہو۔

شمر نے کہا ہم ابن زیاد کے ملازم ہیں اور کُوفہ سے دمشق جا رہے ہیں۔

بوڑھے نے پوچھا تم کس کام کے لئے شام جا رہے ہو،

شمر وغیرہ نے کہا! عراق میں ایک شخص یزید کا باغی تھا ہم اس کے ساتھ جنگ کے لئے گئے تھے ہم نے اُسے اُس کے ساتھیوں کے ساتھ قتل کر دیا اور یہ اُن کے سر نیزوں پر چڑھائے ہوئے ہیں اور ان کے گھر والوں کو بھی لے آئے ہیں تا کہ یزید کے سامنے پیش کریں،

بُوڑھے نے سروں کو نیزوں پر دیکھا تو کہا! اُن کے سردار کا سر کہاں ہے؟

لشکر نے امام حسین علیہ السلام کے سر کی طرف اشارہ کر دیا جب بوڑھے نے اس سر کی طرف دیکھا تو اس کے دل پر ہیبت طاری ہو گئی اس نے کہا تم میرے کلیسا میں کیوں آئے ہو؟

شمر نے کہا ہم نے سُنا ہے کہ کچھ لوگوں نے جمع ہو کر ہم پر شب خُون مارنے کا ارادہ کیا ہے اور وہ ان سروں کو اور قیدیوں کو ہم سے واپس لینا چاہتے ہیں اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آج کی رات تمہارے کلیسا میں بسر کر لیں،،

بوڑھے نے کہا! تمہارا لشکر بہت زیادہ ہے اور میرے کلیسا میں اتنی گنجائش نہیں ۔ تم لوگ ان سروں کو اور خواتین کو میرے کلیسا میں بھیج دو اور خود چاروں طرف پھیل جاؤ اور آگ جلا لو اور ہوشیاری کے ساتھ جاگتے رہو تا کہ شب خون سے محفوظ رہ سکو اور اگر چور آئیں گے تو اپنا مطلوب نہ پا کر واپس چلے جائیں گے کیونکہ کوئی شخص اس کلیسا میں داخل نہیں ہو سکتا۔

شمر نے کہا! تم نے بہت اچھی بات کہی ہے پھر اس نے امام حسین علیہ السلام کے سر کو ایک مضبوط صندوق میں بند کر کے تالہ لگا دیا پھر اُس نے فوج کے جس شخص کو بھی صندوق کے ساتھ جا کر کلیسا میں رات بسر کرنے کے لئے کہا اُس نے انکار کر دیا اور کسی شخص نے بھی اس بات کو قبول نہ کیا کیونکہ وہ لوگ ابوالحوق کے واقعہ سے ڈرے ہوئے تھے۔

تاہم اُنہوں نے اتنا کیا کہ صندوق کو کلیسا میں لا کر ایک مضبوط کمرے میں بند کیا اور اس پر بھاری تالا ڈال کر کلیسا سے باہر آ گئے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اہل بیت کے ساتھ کلیسا کے اندر آئے تو بوڑھے نے اُنھیں بہت اچھی جگہ پر ٹھہرایا۔

بعدازاں وہ بوڑھا اس کمرے کے چکر کاٹنے لگا جس میں صندوق رکھا ہوا تھا اس کی خواہش تھی کہ میں امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو قریب سے دیکھے اچانک اس نے دیکھا کہ جس کمرے میں صندوق رکھا ہوا ہے وہ بغیر شمع اور دیئے کے روشن ہو گیا ہے۔

بوڑھا حیران ہو کر اپنے آپ سے کہنے لگا یہ روشنی کہاں سے آتی ہے؟ اتفاقاً اس کمرے کے پہلو میں ایک اور کمرہ تھا جس کی درمیانی دیوار میں سوراخ رکھا ہوا تھا۔

بوڑھا اس کمرے میں آیا اور اس روزن پر آنکھ لگائی تو یہ دیکھا کہ وہ روشنی مسلسل بڑھتی جا رہی ہے اور پھر اس حد تک پہنچ گئی کہ اس نور کو دیکھنے کی

تاب کسی آنکھ میں نہ تھی۔

دردا کہ ہیچ دیدہ ندارد دریں جہاں
تابِ اشعۂ لمعاتِ جمالِ تو
آنجا کہ گرد بارقۂ نورِ اُو ظہور
گو عقل دم مزن کہ نباشد مجالِ تو

القصہ اس نورانیت کے غلبہ کے بعد اس کمرہ کی چھت پھٹ گئی اور اور ایک عماری اُتری جس سے ایک پاکیزہ رو خاتون باہر تشریف لائیں اُن کے ساتھ بہت سی کنیزیں تھیں جن کی مثل ہماری دنیا میں ممکن نہیں اور منادی ندا کر رہا تھا کہ تمام آدمیوں کی ماں کو راستہ دو راستہ دو یعنی حضرت حوا صفیۃ اللہ کو راستہ دو۔

اسی طریقہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ازواج مطہرات جناب سارہ مادرِ اسحٰق علیہ السلام اور جناب ہاجرہ والدہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تشریف لے آئیں،

بعد ازاں حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ ماجدہ جناب راحیل اور جناب شیث علیہ السلام کی صاحبزادی جنابِ صفورہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ جناب کلثوم اور فرعون کی بیوی جناب آسیہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ جناب مریم سلام اللہ علیہن تشریف لے آئیں

اچانک شور اُٹھا اور ایک عماری اُتری جس میں اُم المومنین حضرت

خدیجۃ الکبریٰ اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر ازواج مطہرات نے نزول اجلال فرمایا اور اس صندوق سے سر مبارک کو باہر نکالا اور ایک ایک خاتون زیارت کرنے لگی۔

اچانک بہت زیادہ زور و شور سے آہ زاری شروع ہوگئی اور ایک نورانی عماری نمودار ہوئی اور کسی نے آواز دی اے بوڑھے اس سوراخ سے نگاہیں ہٹالے کیونکہ خاتون قیامت تشریف لے آئی ہیں۔

بوڑھا غلبہ حیرت سے بے ہوش ہوگیا جب اُسے ہوش آیا تو اُس کے سامنے ایک پردہ کھنچا ہوا تھا اور وہ اُن خواتین میں سے کسی کو نہیں دیکھ سکتا تھا تاہم وہ اُن کی چیخ و پکار اور فریاد و فغاں کو سن رہا تھا۔

اُن میں سے ایک خاتون کی آواز آئی اے مظلوم مادر اور اے شہید مہموم مادر اور اے غریب مغموم مادر تجھ پر سلام ہو،

اے میری آنکھوں کے نور اور اے میرے پسندیدہ بیٹے غم نہ کر میں تیرے قاتلوں سے بدلہ لوں گی اور تیرے غصہ کے شعلہ کو انتقام کے پانی سے ٹھنڈا کروں گی۔

اخبار میں آیا ہے کہ جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے اُس رات امام مظلوم کے مرثیہ میں چند اشعار کہے جن سے خواتین سرا پردۂ عصمت میں چیخ و پکار شروع ہوگئی اُن بعض کلمات کا مضمون ان ابیات سے ظاہر ہوتا ہے۔

گر بنسبت ابرِ نیساں ہچو مَن بگریستے
چشمِ پروین بر سحابِ قطرۂ زَن بگریستے
کاشکے صَد دیدہ بودے مَردمِ چشمِ مرا
تابصد دیدہ برآں فخرِ زمن بگریستے
رِشتہ مُوئے حُسین آغشتہ شُد دَر خاک وخُون
چشمِ شب کو تابرآں مشکیں رسن بگریستے
یُوسفِ مصری مارا جَامہ پُرخوں شُد کُجا
دیدۂ یعقوب تا بر پیرہن بگریستے
کوہ را گر گوش بُودے تا شُنیدے نالہ اَم
باہمہ سنگیں دِلے کوہ اَز حزن بگریستے
طفلِ خُرد شہر بانو تشنہ لب شد آب کو
تابداں لَب تشنۂ شریں دہن بگریستے

بُوڑھا عیسائی یہ باتیں سن کر بے ہوش ہو گیا جب ہوش آیا تو وہ عماریاں اور عماریوں میں تشریف لانے والیوں کا نشان وہاں پر نہ پایا، وہ اُٹھ کر اس کمرے سے باہر آ گیا اور جس کمرے میں صندوق تھا وہاں جا کر دروازے پر لگے ہوئے تالے کو توڑا اور اندر جا کر صندوق کا تالہ کھولا اور صندوق کے سامنے بہت زیادہ روتے ہوئے زمین پر لوٹنے لگا،

پھر اُس سرور کے سر کو صندوق سے باہر نکال کر مُشک و گلاب سے دھویا اور اسے مُصلّے پر رکھ کر اس کے سامنے دو شمعیں روشن کیں اور دور ہٹ کر دوزانو بیٹھ کر نظارہ کرنے لگا۔

پھر اس نے گریہ وزاری کرتے ہوئے کہا، اے سرِ سروران عالم اور اے مہترِ مہتران بنی آدم میرا گمان ہے آپ اُن لوگوں میں سے ہیں جن کے اوصاف میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات میں دیکھے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل میں پڑھے ہیں۔

اُس خدا کے لئے جس نے آپ کو یہ جاہ و منزلت عطا فرمائی ہے کہ محرمانِ سرِ اُوقاتِ عصمت اور خواتین سراپردۂ عفت آپ کی زیارت کو تشریف لائیں اور خاتونانِ سراپردۂ نبوّت آپ کے لئے روتی رہیں مجھے بتائیں کہ آپ کون ہیں ؟

ربّ ذوالجلال کے فرمان سے امام عالی مقام علیہ السلام کے سر مبارک سے اسی وقت آواز آئی اے بوڑھے

انا مظلوم ،انا مغموم ،انا مھموم، انا مقتول،

اناغریب،

میں ستم رسیدہ ہوں ، میں غم دیدہ ہوں ، میں مصیبت زدہ ہوں، میں دشمنوں کی تیغ سے قتل کیا گیا ہوں، میں اپنے گھر والوں سے دور غریب الدیار ہوں،،

منم خستہ بیدلے ناتوانے
نہ یارے نہ کارے نہ خانے نہ مانے
اسیرے غریبے شہیدے حزینے
نہ ہمراہ یارے نہ از کس امانے

بُوڑھے نے کہازِدُنی یعنی مزید فرمائیں۔

امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک نے فرمایا! اے بوڑھے تُو میرے حسب نسب کے بارے میں پوچھتا ہے یا میرے سوز تشنگی کے بارے میں سوال کرتا ہے اگر میرے نسب کے بارے میں سوال کرتا ہے تو

انا ابن النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم انا ابن الولی المرتضیٰ علیہ السلام

میں برگزیدہ پیغمبر کا بیٹا ہوں میں پسندیدہ ولی کا بیٹا ہوں۔

مَن نُور دو چشم مُصطفایم
فرزندِ علی مُرتضایم
سرِ دفترِ خاندانِ شرعم
برگزیدۂ حضرتِ خدایم
ئے ئے کہ غریب و مستمندم
مظلوم و شہیدِ کربلایم

پیشوائے کلیسا نے یہ باتیں سُنیں تو اُسی وقت اپنے مریدوں کو بلایا جن کی تعداد ستّر تھی اُس نے انہیں اس صورت حال سے آگاہ کیا تو وہ چیختے چلاتے اور اپنے کپڑے پھاڑتے ہوئے امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش ہوئے اور ایک دم اپنے زنار توڑ کر زبان پر کلمہ شہادت لے آئے، اور امام عالی مقام کے ہاتھوں اور پاؤں کو چوم کر کہنے لگے اے ابن رسول اللہ ہمیں اجازت عطا فرمائیں تاکہ کلیسا سے باہر جا کر اس لشکر پر شب خون ماریں اور اپنے دل کو ان نامرادوں اور ملعون بدبختوں سے خالی کریں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا! اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے یہ لوگ لحظہ لحظہ اپنے کیے کی سزا پاتے جائیں گے اور اپنی پاداش کو پہنچتے جائیں گے۔

ظالماں را بہ کردگار سپار
تا جزا شاں دہد بزاری زار

ایک پروانۂ اہلِ بیت

جب صبح ہوئی تو شمر کا لشکر شہیدوں کے سر اور اہل بیت کو ساتھ لے کر کلیسا سے باہر آیا اور عسقلان کی طرف روانہ ہو گیا اور منازل و مراحل طے کرتا رہا یہاں تک کہ عسقلان کے شہر میں پہنچ گیا۔

شام کے امیروں سے یعقوب عسقلانی حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ میں موجود تھا اور اب وہ اس لشکر کے ساتھ تھا اور اس کا اس شہر کی حکومت سے تعلق تھا۔

اُس نے شہر کی آرائش کا حکم دیا اور بالا خانے پر گانے بجائے اور عیش وسرور کی محفلیں سجائی گئیں، مجلسوں میں شراب کا دور اور عیش ونشاط کا سامان مہیا کیا گیا اور اہلِ بیت کے ساتھ شہیدوں کے سروں کو شہر کے گرداگرد چکر لگوایا گیا۔

ایک تاجر زریر خزاعی اُس روز عسقلان کے بازار میں کھڑا تھا اس نے لوگوں کو عیش وطرب میں مشغول دیکھا اور ہر طرف سے مبارک بادکی صدائیں سُنیں تو اُس نے کسی شخص سے پوچھا کہ شہر کی آرائش اور تمام مسرّت وفرحت کا باعث کیا ہے؟

اُس شخص نے کہا کیا تو تاجر ہے؟

اُس نے کہا! ہاں میں کل ہی اس شہر میں پہنچا ہوں اور آج یہ حالت دیکھ رہا ہوں میں نہیں جانتا کہ اس حال کا سبب کیا ہے؟

اُس شخص نے جواب دیا! مخالفینِ یزید کے ایک گروہ نے علم بغاوت بلند کیا اور حق اطاعت کو چھوڑ دیا تو شام کے امیروں اور کوفہ کے سرداروں نے اُنہیں قتل کر دیا یہ اُنہیں لوگوں کے سر ہیں جو نیزوں پر چڑھا کر شہر کے گرد پھرائے گئے ہیں اور یہ عورتیں جنہیں تو ہوادج میں دیکھ رہا ہے اُن

کی اہل بیت ہیں۔

زریر نے کہا! یہ لوگ مُسلمان تھے یا مُشرک؟

اُس نے کہا! مُسلمان تھے مگر اہلِ بغاوت تھے اور اُنہوں نے امام زمان پر خروج کیا تھا۔

زریر نے پوچھا ان لوگوں نے یزید پر کس وجہ سے خروج کیا؟

اُس نے کہا! ان کا سردار کہتا تھا کہ میں یزید سے امامت کا زیادہ حقدار ہوں کیونکہ میرا باپ اور میرا بھائی امام تھے۔

زریر نے کہا! اُن کے سردار کا باپ اور بھائی کون تھے؟

اُس نے کہا! اِس کے باپ کا نام ابوتراب تھا جسے علی ابن ابی طالب کہتے ہیں اور اس کا بھائی حسن تھا جس نے یزید کے باپ سے صلح کر لی تھی۔

زریر نے پوچھا! اس سردار کا کیا نام ہے؟

اُس نے کہا! حسین علیہ السلام

زریر نے پوچھا! ان دونوں بھائیوں کی والدہ کون تھیں؟

اُس نے کہا! ہمارے پیغمبر کی بیٹی جنہیں فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کہا جاتا ہے۔ زریر نے یہ باتیں سُنیں تو اس کے دل سے دُھواں اُٹھا اور وہ عماریوں کی طرف چلا گیا وہاں پہنچ کر جب اُس کی نگاہ حضرت امام زین العابدین پر پڑی تو رونے لگا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے پوچھا اے جوان تو کون ہے؟

زریر نے کہا! میں ایک مسافر ہوں۔

امام نے فرمایا! تمام شہر ہنس رہا ہے تو کیوں روتا ہے؟

زریر نے کہا میں آپ کو پہچانتا ہوں کاش میں کبھی اس شہر میں نہ آیا ہوتا اور اس حال کا مشاہدہ نہ کرتا افسوس کہ میں اپنے قبیلہ سے دور ہوں اور مسافری میں بے چارہ و مجبور اور آپ کے غم سے اندوہناک اور رنجور ہوں ورنہ میں دشمنوں کے ساتھ وہ کام کرتا کہ صحیفۂ دوراں پر اس کا اثر باقی رہتا۔

چہ کُنم چہ چارہ سازم کہ اسیر و دردمندم
بکجا روم چہ گویم کہ غریب و مُستمندم
سرگریہ دارم اکنوں لب خندہ گشت بستہ
بہزار غم بگریم بچہ خوشدلے بخندم

امام زین العابدین نے روتے ہوئے فرمایا! تجھ سے آشنائی کی بو آتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔

زریر نے کہا! اے مخدوم زادے میرے لائق کوئی حکم فرمائیں اور اگر آپ کی خاطر مُبارک میں کوئی آرزو ہو تو ارشاد فرمائیں تا کہ کچھ نہ کچھ شرف خدمت حاصل کرسکوں۔

بہر چہ حکم چا کریم و خدمت گار

آپ جو حکم کریں میں آپ کا نوکر اور خدمت گار ہوں۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا! اُے جواں مرد جس شخص کے پاس میرے باپ کا سر ہے اُسے کہنا کہ اونٹوں کے پہلو بہ پہلو چلنے کی بجائے آگے آگے لئے چل تا کہ لوگ اُس سر کو دیکھتے رہیں اور اونٹوں کے اردگرد سے دور ہٹتے جائیں اُس شخص نے ایسا ہی کیا تو زریر نے واپس آ کر عرض کی اے ابن رسول اللہ میرے لائق کوئی اور خدمت فرمائیں۔

امام زین العابدین نے فرمایا! اگر تیرے پاس مزید لباس ہو تو ہماری خواتین کے لئے لے آ۔

زریر اُسی وقت گیا اور تمام پردہ نشینانِ اہلِ بیت کے لئے دو دو چادریں اور حضرت امام زین العابدین کے لئے جُبّہ دوستار لے آیا اسی اثناء میں اُس نے شور وغل کی آواز سُنی جو بازار سے آ رہی تھی اور دیکھا کہ شمر بن ذوالجوشن اپنے تمام بدمست اور سرکش ساتھیوں کے ساتھ ساتھ نعرے لگاتا اور خوشیاں مناتا ہوا دروازے پر آ پہنچا۔

زریر کے دل میں غیرت دین اور حمیت اسلام نے جوش مارا تو اس نے گھوڑے کی عنان شمر کی طرف موڑ دی اور اسے کہا اے پر کینہ لعین اور اے بد بخت و بے دین یہ کس کا سر ہے جو تو نے نیزے پر چڑھا رکھا ہے اور یہ کس کی اُولاد ہے جسے تو نے اونٹوں پر بٹھا کر رکھا ہے؟ تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور تیری آنکھیں پھوٹ جائیں تو نے عقوبت کا سامان کر لیا ہے اور تمہارے دل پراگندہ ہو چکے ہیں۔

شما را دیدہ ہائے نُور بادا
دِل از دیدارِ حق مہجور بادا
شما را جائے جز سجیں مبادا
زِحق جُز لعنت و نُفریں مبادا

شمرلعین نے اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہا اس بے ادب کو مارو اس کے ساتھیوں نے تلواروں اور خنجروں سے حملہ کر دیا اور شہر کے لوگوں نے اُس پر پتھراؤ شروع کر دیا زریر زخمی ہو کر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا ان لوگوں نے گمان کیا وہ مر چکا ہے لہٰذا وہ اُسے چھوڑ کر چلے گئے۔

حُب دار حُبداروں میں

آدھی رات کو زریر نے آنکھ کھولی تو کسی کو اپنے پاس نہ پا کر اُٹھا اور چلنے لگا عسقلان میں حضرت سُلیمان علیٰ نبیّنا و علیہ السلام کا تعمیر کردہ ایک مشہد تھا اور اُس مشہدِ مقدس میں بہت سے پیغمبر اور پیغمبر زادے آسودگی حاصل کر رہے ہے۔

زریر زخمی حالت میں دشمنوں سے ڈرتا ہوا اس مشہدِ مقدّس میں پناہ گزین ہو گیا وہاں پر اُس نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے سر برہنہ تھے اور لباس پھٹے ہوئے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور سینے میں خراش تھی۔

زریر نے اُن سے پوچھا ! یہ کیا حال ہے اس شہر کے تمام لوگ خوشیاں منا رہے ہیں اور آپ مصیبت میں مبتلا ہیں؟ سب لوگ عیش وعشرت میں ہیں سب لوگ مبارک باد دے رہے ہیں اور آپ تعزیت میں مبتلا ہیں۔

اُنہوں نے جواب دیا! اے عزیز یہ خارجیوں کی خوشی کا وقت ہے اور حبداروں کے غم کا زمانہ ہے، اگر تو دشمنوں سے ہے تو ہمارے درمیان سے نکل جا اور اگر دوستوں سے ہے تو ہمارے درمیان بیٹھ کر غم واندوہ میں ہمارے ساتھ شریک ہو جا اگر دردمند ہے تو دردمندوں کو نواز، اگر سوختہ ہے تو کچھ دیر بیٹھ اور ان سوختگانِ مصیبت کو دیکھ،،

اَے شمع بیا تا من و تو زار بگریم

کا احوالِ دلِ سوختہ ہم سوختہ دُ اند

زریر نے کہا! میں ہرگز مخالفین سے نہیں ہوں اور میں ابھی امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے بصد حیلہ جان بچا کر آرہا ہوں، اور دشمنوں کے خوف سے اس مشہدِ پاکیزہ میں پناہ حاصل کرنے کے لئے آیا ہُوں پھر اس نے تمام صورتِ حال سے اُن کو آگاہ کیا اور اپنے دل کے زخموں کو ظاہر کیا اور مل کر اہل بیت کی مصیبت میں مصروف ہو گئے اور افسوس کرنے لگے کہ کاش ہم کربلا میں ہوتے اور اپنی جانیں شُہدا پر نثار کرتے یا امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے انتقام لیتے،،

زریر نے کہا ہم اب بھی انتقام لیں گے، پھر اس نے اپنے تمام مال

سے گھوڑے اور اسلحہ خریدا اور ایک سو دس حضرات نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی اور جمعہ کے دن نماز کے وقت نکلے اور خطیب شہر کو قتل کیا اور داروغہ کے ساتھ جنگ کی اُن کا قصہ ایک الگ کتاب میں مذکور ہے،،

امام کا سر دمشق میں اور یزیدیوں کی عید

جب دمشق میں یزید کے لشکر کی آمد اور امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کے آنے کی خبر پہنچی تو یزید نے حکم دیا کہ شہر کے بازار بند کر دیئے جائیں اور شہر کے لوگ ان لوگوں کو دیکھنے کے لئے شہر سے باہر نکل آئیں۔

"کنز الغرائب" میں روایت آئی ہے کہ ابو العباس نے حضرت سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ میں بغرضِ تجارت ملک شام میں گیا، ایک روز مضافات دمشق کے ایک گاؤں میں پہنچا تو لوگوں کو خوشیاں مناتے اور ڈھول بجاتے دیکھا، میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ لوگ عید کر رہے ہیں اور ہماری عیدیں تو مقرر ہیں؟

میں نے ایک شخص سے اِس کے بارے میں پُوچھا تو اُس نے کہا! اے بزرگ تو اعرابی ہے، میں نے کہا میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صحابی سہل بن ساعدی ہوں اُس شخص نے سینے سے آہِ سوزناک خارج کی اور روتے ہوئے کہا عجیب ہے کہ اِس تعزیت میں آسمان سے خُون نہیں برستا اور اِس مصیبت سے اہل زمین ختم کیوں نہیں ہو جاتے۔،،

میں نے کہا! یہ کس کی تعزیّت ہے؟

اُس نے کہا! آپ نہیں جانتے۔

زہرہ ہم چوں چنگ گیسو ہائے خود را باز کرد

پس بناخن چہرہ بخراشید و افغاں در گرفت

میں نے کہا! کھول کر بیان کریں۔

اُس نے کہا! یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر ہے، جسے اہل عراق نے یزید کی طرف بطور تحفہ بھیجا ہے، اور شام کے لوگ خوشیاں منا رہے ہیں۔

میں نے کہا! اس سر کو شہر کے کون سے دروازہ سے لایا گیا ہے،،

اس نے کہا! باب ساعات سے،

پس میں نہایت غمزدہ ہو کر آگے بڑھا اور اہلِ بیت کے اونٹوں کے درمیان جا کر دیکھا کہ اُس سر کو نیزے پر اُٹھایا ہوا ہے جو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشابہ ہے، میں غم سے مغلوب ہو کر رونے لگا تو ایک بی بی نے مجھ سے پوچھا بابا تو کیوں روتا ہے؟

میں نے کہا! آپ کون ہیں ؟

انہوں نے فرمایا! میں امام حسین علیہ السلام کی بیٹی سکینہ ہوں،،

یہ سن کر میرے رونے میں شدّت آگئی اور میں نے آنسو بہاتے ہوئے کہا اے خاتونِ قیامت کی بیٹی میں آپ کے جدِّ امجد صلی اللہ علیہ وآلہٖ

وسلم کا صحابی سہل بن ساعدی ہوں آپ کو کوئی ضرورت ہو تو ارشاد فرمائیں،،

آپ نے فرمایا! ہاں آپ ان نیزہ والوں سے کہیں کہ میرے ابّا جان کے سر کو اور دوسرے شہیدوں کے سروں کو لے کر آگے جائیں تا کہ شامیوں کی آنکھیں انہیں دیکھنے میں مصروف ہو جائیں اور ہم قدرے لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ رہیں،،

میں یہ سُن کر آگے بڑھ گیا اور جس شخص نے امام حسین علیہ السلام کا سر اُٹھایا ہوا تھا اس سے کہا مجھے تجھ سے ایک کام ہے، اگر تو وہ کام کر دے تو میں تجھے چار سو درہم دوں گا،،

اس نے کہا! آپ کو مجھ سے کیا کام ہے۔

میں نے کہا! حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر آگے لے جا،،

اُس نے ایسا کر دیا تو میں نے اسے چار سو درہم دے کر اپنے آپ سے کہا کہ اہل بیت کے پاس واپس جاؤں اسی اثناء میں لوگوں کا اجتماع اور ہجوم اس قدر بڑھ گیا کہ باب ساعات سے اندر آنا ناممکن معلوم ہونے لگا کیونکہ لوگ واپس جا جا کر باب ثوما سے اندر آ رہے تھے،،

ایک بُوڑھے کی گُستاخی اور معذرت

روایت میں آتا ہے کہ جب یہ لوگ شہر کے اندر آئے اور جامع مسجد کے پاس رکے تو وہاں پر ایک سفید ریش بوڑھا تھا، اس نے حضرت امام زین

العابدین علیہ السلام کو اور خواتین اہل بیت کو عماریوں میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو کہا خدا کا شکر ہے کہ تمہارے اکابر ہلاک ہو گئے اور خدا نے لوگوں کو تمہارے فتنے سے بچا لیا، اور یزید کو تم پر غالب کیا،،

حضرت امام زین العابدین نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا،،

اے بوڑھے! تو نے قرآن پڑھا ہے،

اس نے کہا! ہاں

آپ نے فرمایا! تو نے قرآن مجید میں یہ آیت دیکھی ہے۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی

تم فرماؤ کہ میں اس پر تم سے کچھ اُجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت،

﴿سورۃ الشوریٰ آیت ۲۳﴾

اُس نے کہا! ہاں میں نے دیکھی ہے۔

آپ نے فرمایا! نحن ذوی القربیٰ! یعنی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی ہیں اور ہماری مودّت لازم ہے،،

پھر آپ نے فرمایا! اے بوڑھے تو نے یہ آیت پڑھی ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر

ناپاکی کو دور کردے اور تمہیں پاک کر کے خوب پاکیزہ بنادے۔

﴿سورۃ الاحزاب آیت ۳۳﴾

اُس نے کہا! ہاں پڑھی ہے۔

آپ نے فرمایا! جن اہل بیت کو اس آیت میں مخصوص فرمایا گیا ہے، وہ ہم ہیں،،

بوڑھے نے یہ باتیں سُنیں تو کچھ عرصہ سر جھکانے کے بعد رونا شروع کردیا پھر کہا اے ابن رسول اللہ، میری معذرت قبول فرمائیں کیوں کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ کون لوگ ہیں پھر اس نے قبلہ رو ہو کر دعا کی کہ میں ان لوگوں کی دشمنی سے توبہ کرتا ہوں اور ان کے دشمنوں سے بےزار اور اُن کے دوستوں سے دوستی رکھتا ہوں،،

پھر اُس نے امام زین العابدین کے پاؤں میں گر کر لوٹیں لگانا شروع کردیں اور کہا الٰہی اگر تُو نے میری توبہ قبول کرلی ہے اور مجھ سے خوش ہوگیا ہے تو مجھے موت عطا کردے۔

ربّ کبیر کی تقدیر کے مطابق اس کی دُعا قبول ہوگئی اور اس نے نعرہ لگاتے ہوئے اسی وقت جان دے دی،،

اہل بیت کی چیخیں نکل گئی اور تمام خواتین کے ساتھ امام زین العابدین علیہ السلام بھی رو پڑے۔

پیر دَر کُوئے محبّت جاں بداد
جاں برائے وصلتِ جاناں بداد
چوں زسرِّ دوستی آگاہ شد
با شہیداں دَر زماں ہمراہ شد

امام کا سر یزیدیوں کے دربار میں

روایت آئی ہے کہ پہلے روز سروں کو اندر لایا گیا تو بہت سے لوگ انہیں دیکھنے کے لئے عصر کی نماز کے وقت یزید کے محل میں پہنچ گئے یزید نے کہا محل کو آراستہ کرو اور جالی دار پردے لٹکا کر مصر سے آیا ہوا سیاہ لکڑی اور ہاتھی دانت کا بنا ہوا زر و جواہر سے مرصّع تخت ایک دالان میں بچھا دو تخت پر روم کی بنی ہوئی ریشمیں چادریں ڈال کر اس کے ارد گرد کرسیاں بچھا دو۔

جب یزید کے لئے تخت بچھا دیا گیا اور شام کے کچھ امیر کرسیوں پر بیٹھ کر اس کی طرف دیکھنے لگے تو شمر دوسرے دو امیروں کے ساتھ پہنچ گیا۔

اسے یزید نے حکم دیا کہ سروں کو اور اہل بیت کو لے آؤ، جب اہلِ بیت آ گئے تو انہیں محل کے ایک دالان میں جگہ دی گئی اور ان کے سامنے جالی دار پردے لٹکا دیئے گئے۔

بعد ازاں شہیدوں کے سروں کو یزید کے سامنے لایا گیا تو اس نے ایک ایک سر کو دیکھتے ہوئے سر والے کے بارے میں پوچھا یہاں تک کہ تمام

سردارانِ دین کے سروں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد اس نے کہا !

حسین ابن علی کا سر لایا جائے۔

شمر چالاک اور مکار آدمی تھا اس نے امام عالی مقام کا سر بشیر ابن مالک کو دیکر کہا اس سر کو تو پیش کر اور رجز پڑھ کر حسین کے قتل پر فخر و مباہات کرتے ہوتے یزید سے اچھا معاوضہ طلب کر شمر کی اس سے یہ غرض تھی کہ وہ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کے بارے میں یزید کے مزاج سے واقفیت حاصل کر لے۔

بشیر نے امام عالی مقام کا سر مبارک یزید کے تخت کے سامنے رکھا اور یہ رجز شروع کی۔

املاء رکابی فضة وذهبا

انی قتلت الملك المحجبا

قتلت خیر الناس امی و ابا

میرے چوپائیوں کو سونے چاندی سے بھر دے اس لئے کہ میں نے بہت بڑے بادشاہ کو قتل کیا ہے اور میں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے، جو اپنے ماں باپ کی طرف سے لوگوں میں بہترین تھا، پھر ایسے ہی اس نے چند دوسرے شعر پڑھے، جن میں حضرت امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کے حسب ونسب کا شرف بیان کیا گیا تھا۔

یزید نے یہ باتیں سُن کر غضب ناک ہوتے ہوئے کہا، اگر تو جانتا تھا کہ حسین ان صفات سے موصوف اور ان تعریفوں کے حقدار تھے تو تو نے انہیں قتل کیوں کیا؟ واللہ! میں نے تمہیں ایسا کرنے کے لئے نہیں کہا تھا بلکہ تو نے خود انہیں قتل کیا ہے،،

پھر اس نے کہا! اسے محل کے باہر لے جا کر قتل کر دو،

یہ بشیر وہی ہے جس نے دس افراد کے ساتھ مل کر امام حسین علیہ السلام کے قتل پر موافقت کی تھی۔

یزید کا امام کے چہرے کو چھڑی مارنا

بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ یہ واقعہ ابن زیاد کی مجلس میں رونما ہوا تھا" واللہ اعلم"

پھر یزید نے کوفہ کے سرداروں کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا! تم نے حسین کو کس طرح قتل کیا؟

زحر بن قیس اور ایک روایت کے مطابق شمر بن ذی الجوشن نے آغاز گفتگو کرتے ہوئے کہا! یہ شخص چند اقربا اور احبا کے ساتھ کربلا میں آیا تو ہم بہت بڑے لشکر کے ساتھ اُس کی طرف متوجہ ہو گئے اور کوشش کی کہ وہ تیری بیعت اور ابن زیاد کی اطاعت کرلے مگر وہ نہ مانا تو ہم نے اس پر حملہ کر دیا اور تھوڑا عرصہ جنگ کرنے کے بعد اسے اور اس کے لشکر کو قتل کر دیا۔ اور ان کے

سروں کو کاٹ کر جسموں کو زمین پر پھینک دیا،،

ابھی تک اُن کے کٹے ہوئے جسم اور پھٹے ہوئے لباس خاک وخون میں لتھڑے ہوئے اسی ریگستان میں پڑے ہوئے ہیں۔

یزید نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا دیا اور کوئی بات نہ کی، بعدازاں اس نے سونے کا ایک طشت منگوایا اور حکم دیا کہ اس سر کو اس طشت میں رکھ دو پھر اس نے چھڑی لے کر امام عالی مقام کے دُرِ دندان اور مبارک ہونٹوں پر لگاتے ہوئے کہا حسین بن علی کے لب ودندان کتنے اچھے ہیں،،

حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے یزید سے کہا ! چھڑی کو دانتوں سے پیچھے رکھ کیوں کہ میں نے متعدد بار دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِن دندان مبارک اور مقدس ہونٹوں کو بوسہ دیا کرتے تھے،،

آں لب کہ بوسہ داد بردبار ہا رسول
سوئش بچوب کردن اشارت کجا رواست
واں سر کہ بر کنارِ نبی داشتہ وطن
درطشت زر نہادہ بہ پیش تو کے سزاست

ابو المؤید خوارزمی روایت بیان کرتے ہیں کہ جب یزید نے امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کے لب ودندان مبارک کی طرف چھڑی کی تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کبار میں سے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اس مجلس میں تشریف فرما تھے اُنہوں نے

چیختے ہوئے کہا !

قطع اللہ یدك یا یزید!

اے یزید! اللہ تیرے ہاتھ کاٹ دے تو چاہتا ہے کہ اس جگہ یہ چھڑی مارے جس کے متعلّق میں نے کئی بار دیکھا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پر بوسہ دیا کرتے تھے،،

یزید نے غضبناک ہوتے ہوئے کہا اگر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔

حضرت سمرہ نے فرمایا تیرا عجیب حال ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے ساتھ میری صحبت کا احترام کرتا ہے،،

اور اس کے پیارے بیٹے کی کچھ پرواہ نہیں کرتا اور اُن کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے، حاضرین مجلس یہ بات سن کر رونے لگے اور قریب تھا کہ وہاں پر کوئی حادثہ رُونما ہو جاتا کہ حضرت سمرہ کو مجلس سے باہر نکال دیا گیا اور یزید دوسری باتوں میں مصروف ہو گیا۔

یہودی کی حق گوئی

ابوالمفاخر نے روایت بیان کی ہے کہ اس روز یزید کی مجلس میں ایک یہودی موجود تھا۔

اس نے پوچھا! تو نے اپنے سامنے کس کا سر رکھا ہوا ہے؟

یزید نے کہا! یہ اُس شخص کا سر ہے جس نے عراق میں مجھ پر خروج کیا اور یہ شخص چاہتا تھا کہ سے امیر المومنین کہا جائے، میرے کارندوں نے اُس کیساتھ جنگ کی اور اس کے ساتھیوں سمیت اس کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آئے،،

یہودی نے کہا! یہ سر کسی سردار کا تھا جو امامت کا داعیہ رکھتا تھا؟

یزید نے کہا! ہاں وہ سردار ہی تھا اور اشراف بنی ہاشم کا بیٹا تھا۔

یہودی نے پوچھا! اس کا کیا نام ہے؟

یزید نے کہا! حسینؑ

یہودی نے پوچھا! اس کے باپ کا کیا نام ہے؟

یزید نے کہا! علیؑ

یہودی نے پوچھا ! اس کی ماں کا کیا نام ہے؟

یزید نے کہا ! فاطمہ

یہودی نے پوچھا وہ کس کی بیٹی تھیں؟

یزید نے کہا ! وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی تھیں۔

یہودی نے اپنا سر ہلاتے ہوئے چیخ کر کہا! تم پر افسوس ہے کیا تم پر تمہارے پیغمبر کا یہ حق تھا؟

اے یزید میں حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد سے ہوں، میرے اور ان کے درمیان ستر پشتوں کا واسطہ ہے اسی لئے لوگ ہمارا احترام کرتے

ہیں جبکہ محمد عربی ابھی کل تم سے الگ ہوئے ہیں اور تم نے آج ان کی اولاد سے یہ سلوک شروع کر دیا ہے۔

جواب چیست شمار اگر سوال کند
محمدؐ عربی از شما روزِ جزا
کہ آل چہ بود کہ اہلِ بیت من کردید
چو من بملکِ بقارفتم از سرائے فنا
جزائے آنکہ شمارا بحق نمودم راہ
روا بود کہ چنیں با بمن رسد ز شما

یزید نے یہ باتیں سُن کر غضبناک ہو کر کہا اے یہودی خاموش ہو جا اگر اہل ذمہ کو رعایت دینے کا حکم ہمارے پیغمبر نے نہ فرمایا ہوتا اور آپ نے یہ نہ فرمایا ہوتا کہ جو شخص ذمی کو تکلیف پہنچائے گا میں قیامت کے دن اس سے جھگڑا کروں گا تو میں تیرا سر جسم سے الگ کروا دیتا،،

یہودی نے کہا! اے بے بصیرت و بے وقوف جو شخص ایک یہودی کے لئے جھگڑا کرے گا وہ اپنے جگر کے ٹکڑے کے لئے کیا کرے گا؟ تجھ پر افسوس جب ان کے نانا جان پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے ساتھ جھگڑا کرینگے، اور ان کی والدہ محترمہ سیّدہ فاطمۃ الزہرا تیرا دامن پکڑیں گی،،

یزید یہ باتیں سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور جلاد کو طلب کر لیا۔

یہودی نے اُٹھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک اُٹھایا

اور کہا اے ابا عبداللہ میں آپ کے غلاموں سے ہوں اور پاکیزہ دل سے مسلمان ہوتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور علی اللہ کے ولی ہیں اے سردار کل قیامت کے دن اپنے نانا جان کے سامنے میرے ایمان کی گواہی دینا۔

یزید نے کہا! جب تجھے معلوم ہوا کہ میں تجھے قتل کرنے والا ہوں تو تو نے اِسلام قبول کرلیا؟

یہودی نے کہا! میں حسین بن علی علیہ السلام سے بڑا نہیں ہوں تو نے اُن کے قتل کا حکم دیا تھا اب مجھے بھی قتل کروا دے اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ۔

المرء مع من احبه

میں قیامت کے دن شہدائے کربلا کے زمرہ میں ہونگا اور اُن کے ساتھ اُٹھوں گا بعد ازاں یزید کے حکم پر تو مسلم کو شہید کر دیا گیا۔

عیسائی ایلچی کی ایمان افروز تقریر

دوسری کتاب میں مذکور ہے کہ قیصرِ روم کا ایک عیسائی ایلچی یزید کے پاس تحائف و ہدایا لے کر آیا تھا وہ بھی اس مجلس میں موجود تھا اس نے جب امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو دیکھا تو دل پر درد سے آہ کھینچتے ہوئے کہا میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارک کے زمانہ میں تجارت کی غرض

سے مدینہ منورہ میں گیا تو میں نے چاہا !

آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کروں چنانچہ میں نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ حضرت رسالت مآب پناہ کس چیز کو پسند کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا! آپ اچھی خوشبو کو پسند فرماتے ہیں۔

میں نے کستوری کے دو نافے اور قدرے عنبر شہب لیا اور آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گیا،،

آپ اُس وقت حضرت اُم سلمہ کے گھر میں تشریف فرما تھے میں نے آپ کے جمالِ جہاں آرا کا مشاہدہ کیا اور آپ کے چہرے کے نور نے میری آنکھوں کو روشنی دی تو میرا دل آپ کی محبت سے وابستہ ہو گیا، میں نے آپ کی خدمت میں خوشبوئیں پیش کیں تو آپ نے فرمایا! یہ کیا ہے؟

میں نے کہا یہ حقیر سا ہدیہ ہے جو آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔

پائے ملخے نزد سلیمان بردن
عیب است ولیکن از مورے

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! تیرا نام کیا ہے؟

میں نے کہا! عبدالشمس

آپ نے فرمایا ! میں تیرا نام عبدالوہاب رکھتا ہوں اگر تو اسلام قبول کر لے تو تیرا ہدیہ قبول کر لوں گا۔

میں نے کتابوں میں دیکھا ہوا تھا اور جانتا تھا کہ یہ وہی پیغمبر ہیں جن کی خبر ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دے رکھی ہے۔

عیسیٰ بنام او چو با یام مژدہ داد

از یمن نام نفس جانِ بمردہ داد

چند سال ہوئے ہیں کہ میرے پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

میں رومیوں کے درمیان رہتا ہوں اور شاہِ روم کا وزیر ہوں مگر میرے مسلمان ہونے سے کوئی شخص واقف نہیں، جس روز حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، اس روز یہ عزیز جن کا سر میں اس خواری کے ساتھ تیرے سامنے دیکھ رہا ہوں بچپن کی عمر میں تھے یہ حجرہ کے دروازے سے آئے تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بازو کھول دیئے اور انہیں آغوش میں لے کر ان کے لب و دندان کو چومنے لگے اور فرمایا۔

تجھے ناحق قتل کرنے والا شخص خدا کی رحمت سے دور ہوگا،،

دوسرے روز میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو یہ صاحبزادے اپنے بڑے بھائی کے ساتھ تشریف لائے اور کہا نانا جان ہم دونوں آپس میں کشتی کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ہم ایک دوسرے سے کمزور نہیں ہیں اور چاہتے ہیں کہ دیکھیں ہم میں کس کی قوت زیادہ ہے؟

آپ نے فرمایا ! اے نانا کی جان تمہارا کشتی لڑنا مناسب نہیں تم دونوں لکھ کر لاؤ جس کا خط بہتر ہوگا اس کی قوت زیادہ ہوگی وہ دونوں چلے گئے اور پھر اپنی اپنی تحریر لا کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں میں دے دی آپ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد فرمایا ! اے نانا کی جان یہ تحریریں اپنے ابا جان کے پاس لے جاؤ وہ خط کو خوب پہچانتے ہیں وہ انہیں دیکھ کر بتا دیں گے کہ تم دونوں سے کس کا خط اچھا ہے، وہ دونوں چلے گئے تو آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور ہم بھی باہر آ گئے۔

میری حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھ دوستی تھی میں نے اُن سے پوچھا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نواسوں کے درمیان فیصلہ نہیں کیا، اور نہیں فرمایا کہ کس کا خط اچھا ہے؟

حضرت سلمان نے فرمایا! حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کو دوست رکھتے ہیں، اور تامل فرمایا کہ اگر حضرت حسن کے خط کو اچھا کہا تو حضرت حسین کا دل ملول ہوگا اور اگر حضرت حسین کے خط کو اچھا کہا تو حضرت حسن کے دل پر غبارِ غم بیٹھ جائے گا۔،

میں نے کہا! اے سلمان میں تجھے دوستی اور برادری کا واسطہ دیتا ہوں تو بحق دین اسلام تحقیق کر کہ اُن کے ابا جان اُن کے درمیان کیا حکم فرماتے ہیں، حضرت سلمان میری بات سن کر چلے گئے۔

دوسرے دن حضرت سلمان سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے

پوچھا اے سلمان کل میں نے آپ کو جو کام بتایا تھا وہ کہاں تک پہنچا ہے؟

انہوں نے فرمایا اے بھائی! جب دونوں اپنے والد گرامی کے پاس گئے تو اُن کے قلب منیر پر بھی وہی صورت واقع ہوگئی، جو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گذری تھی لہٰذا اُنہوں نے اُن کو اُن کی والدہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا! اس کا فیصلہ جناب بتول عذرا سے کرواؤ،،

انہوں نے ماں کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی! امی جان نانا جان نے فرمایا تھا کہ ہم تحریر کریں جس کی تحریر اچھی ہوگی وہ زیادہ زور والا ہوگا جب ہم اپنی تحریریں لے کر نانا جان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہمیں ابا جان کے حوالے کر دیا جب ہم اپنے ابا جان کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کی خدمت میں بھیج دیا ہے اب آپ ہماری تحریریں دیکھ کر درست حکم صادر فرمائیں،،

جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے سوچا کہ ان کے نانا جان اور اُن کے ابا جان نہیں چاہتے کہ دونوں میں سے کسی کے دل کو ملال ہو تو میں کیسے فیصلہ کروں پھر فرمایا تم جانتے ہو کہ میں تحریر کو نہیں جانتی البتہ میرے پاس سات موتی ہیں وہ میں تم پر نثار کرتی ہوں جو تم میں سے زیادہ چن لے گا اس کا خط اچھا ہوگا اور اس کی قوت زیادہ ہوگی چنانچہ آپ نے جب وہ موتی ان دونوں پر نثار کیے تو امام حسن علیہ السلام نے تین موتی چنے اور امام حسین علیہ السلام نے بھی تین موتی چنے اُسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام کو اللہ

رب العزت کا فرمان پہنچا کہ جلدی سے زمین پر جا کر باقی ماندہ ایک موتی کو پکڑ کر اس کے دو ٹکڑے کر دے تا کہ دونوں ایک ایک ٹکڑا چن لے اور اُن میں سے کوئی بھی غمزدہ نہ ہو،،

حضرت جبریل علیہ السلام نے رب العزت کے حکم سے ایک موتی کے دو ٹکڑے کر دیئے اور دونوں شہزادوں نے تین تین موتی اور ایک ایک ٹکڑا چن لیا،،

اُے یزید ! ان دونوں باتوں پر غور کر کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام اُن کے دلوں پر غبارِ غم رو نہیں رکھتے اور اللہ تبارک وتعالیٰ بھی نہیں چاہتے کہ ان میں سے کوئی غمزدہ ہو جب کہ میں نے روم میں سُنا تھا کہ تیرے آدمیوں میں سے ایک شخص نے ان کے بھائی کو زہر دے دیا اور شربت الماس پلا دیا تو ان کا جگر بہتر ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر اُن کے حلق سے باہر آ گیا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ دوسرے کا سر بہتر سروں کے ساتھ تیرے سامنے رکھا ہوا ہے تیرے اور تیرے متابعان کے حال پر افسوس ہے۔

اُے ناکسا بنسبت فرزندِ مُصطفےٰ
باشد ہیچ وجہ رو ایں چنیں کید
بر حلقِ تشنہ شہِ دیں تیغ کیں نہاد
در خاک وخوں نہاں رُخ آں نازنیں کید

جب بات یہاں تک پہنچی تو حاضرین مجلس میں شور وغوغا بپا ہو گیا یزید نے ڈرتے ہوئے کہا! اے عبد الشمس تو نے میرے ملک اور رعیت کو میرے خلاف بھڑکایا ہے اگر تو قیصر کا ایلچی نہ ہوتا تو میں ابھی تجھے دوسرے جہان میں بھیج دیتا۔

عبد الشمس نے کہا! اے نا انصاف بے شرم قیصر کے فرستادہ کا احترام کرتا یہ اور بادشاہِ اکبر جلّ جلالہ کے فرستادہ کی حرمت بھلا رکھی ہے۔

یزید نے اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ اس آدمی کو مجلس سے باہر نکال دو جب اُسے مجلس سے باہر نکالا گیا تو دن کا وقت ختم ہونے کو تھا۔

اہلِ بیت کرام سے یزید کی گفتگو

بعد ازاں یزید نے حکم دیا کہ اہل بیت کی کچھ عورتوں کو لاؤ تا کہ میں اُن سے بات کروں اس کے حکم پر حضرت اُم کلثوم، حضرت زینب اور حضرت امام زین العابدین علیہم السلام کو اس کے دربار میں پیش کیا گیا جناب زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے بھائی کے سر کو دیکھا تو روتے ہوئے فریاد کی۔

واجداہ وامحمداہ

اور پھر یزید کی طرف رُخ کر کے فرمایا ! کہ تو جانتا ہے کہ تو نے کیا کیا ہے؟ تو نے اپنی عورتوں کو تو پردے میں بٹھایا ہوا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کو لوگوں کے سامنے کھڑا کیا ہوا ہے تو نہیں جانتا کہ

توباز پرس کے وقت اس عمل سے کس طرح عہدہ براہوگا،،

یزید نے کانپتے ہوئے پوچھا یہ کون ہے؟

لوگوں نے کہا! یہ امام حسین کی بہن اور حضرت فاطمۃ الزہرا کی بیٹی حضرت زینب ہیں۔

اسی اثناء میں اچانک حضرت اُمِ کلثوم سلام اللہ علیہا نے اُٹھ کر فرمایا اے یزید مجھے اجازت دے تاکہ اپنے بھائی کے سر کا آخری دیدار کر لوں جب آپ کو اجازت مل گئی تو آپ نے آگے بڑھ کر امام عالی مقام علیہ السلام کے سر مبارک کو اُٹھا کر آپ کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے اور بے ہوش ہوگئیں پھر آپ کو ہوش آیا تو فرمایا اے یزید میں اُمید رکھتی ہوں کہ تو اِس دنیا میں راحت نہیں دیکھ سکے گا کیونکہ تو نے ہمیں مبتلائے رنج والآم کیا ہے۔

یزید نے کہا! یہ زبان دراز عورت بھی حُسین کی بہن ہے؟

لوگوں نے کہا! ہاں اِن کا نام اُمِ کلثوم ہے۔

یزید نے کہا! اے اُمِ کلثوم! تو نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے گمان کو غلط کر دیا اور جو کچھ تم لوگ میرے بارے میں سوچ رہے تھے وہ تم پر وارد ہوگیا،،

حضرت اُمِ کلثوم نے فرمایا! خدا نے منافقوں کو جھوٹے کہتے ہوئے فرمایا ہے" ان المنافقین لکاذبون" اور پر لعنت کرتے ہوئے

اُنہیں عذاب کی وعید سناتے ہوئے فرمایا !

وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ

اور الحمد للہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت کذب ونفاق سے مبرّا اور مُعرّا ہیں۔

یزید نے اُن سے رخ پھیر کر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا یہ لڑکا کون ہے ؟

لوگوں نے کہا! علی بن الحسین

یزید نے کہا! میں نے سُنا ہے کہ علی بن حسین قتل ہو گیا ہے؟

لوگوں نے بتایا! حضرت حسین کے تین بیٹے تھے علی اکبر اور علی اصغر قتل ہو چکے ہیں اور یہ علی اوسط بیمار تھے انہیں پکڑ کر لے آئے ہیں۔

یزید نے کہا! اے لڑکے کیا تو جانتا ہے کہ تیرے باپ نے چاہا تھا کہ اُس کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑھا جائے اور وہ مسندِ خلافت پر بیٹھے خدا کا شکر ہے کہ وہ اپنے مقصد کو نہ پہنچ سکا،،

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ! اے یزید یہ منبر میرے آباؤ اجداد نے رکھے ہیں یا تیرے آباؤ اجداد نے خلافت میرے آباؤ اجداد کو زیبا تھی کہ وہ دین کے راستے پر جہاد کرتے تھے یا تیرے آباؤ اجداد کو جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرک کرتے تھے تاہم ہمارا اور تیرا معاملہ قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔